سازش کا اژدھا
اشتیاق احمد

انصاریوں کی کمک ان کو دی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم ان کو قراء کہتے تھے۔ دن کو (گذراوقات کے لیے) لکڑیاں چنتے اور رات کو نماز میں مشغول رہتے۔ وہ لوگ ان کو ساتھ لے کر بئر معونہ پہنچے تو ان سے بدعہدی کی اور ان کو قتل کر دیا'

(صحیح بخاری جلد صفحہ ۴۳۱)

اور اس صورت حال کا آپ کو پہلے ہرگز علم نہیں تھا کہ ایسا ہوگا بلکہ جب ان قاریوں کو شہید کر دیا گیا تو بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع ہوئی حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

تو جبریل نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ وہ اپنے رب سے مل چکے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔

(صحیح بخاری ا ص ۳۹۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان قاریوں کے قتل پر آپ کو اس قدر صدمہ اور رنج ہوا کہ اتنا کبھی نہیں ہوا۔ ان کے قتل کے بعد ان ظالم قاتلوں کے لیے آپ پورا ایک ماہ بددعا کرتے رہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ قنوت (نازلہ) پڑھی۔ جب وہ قاری شہید کر دیئے گئے۔ اس حادثہ سے حضرت رسول ﷺ کو اس قدر غم لاحق ہوا کہ میں نے اس سے زیادہ غمگین آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۳)

دو باتیں

السلام علیکم! اس بار کی دو باتیں اہم ہیں، لہٰذا پہلے دو باتیں کی خاص خاص باتیں سن لیں... پھر ان کی تفصیل سن لیجیے گا... جیسے ریڈیو، ٹی وی کی خبروں سے پہلے خاص خاص خبریں سنا کر کہا جاتا ہے، تفصیل سے خبریں وقفے کے بعد... خاص خاص خبریں یہ ہیں:

- چاند ستارے پھر سے شروع ہو رہا ہے...
- یہ ناول وہی ناول ہے یعنی چودہ سو سال پہلے کا...
- رومی بادشاہ کی امیر معاویہؓ کو پیش کش...
- غلام مصطفےٰ صاحب کا خط...
- آئندہ ہر ماہ 400 صفحات کم از کم...

اب بغیر وقفے کے (کیونکہ یہاں کون سا اشتہار چلانا ہے) تفصیل سے خبریں سنیے... چاند ستارے پھر سے شروع ہو رہا ہے، اس خبر نے آپ کو نہ صرف یہ کہ چونکا دیا ہوگا بلکہ شاید اچھل پڑنے پر بھی مجبور کر دیا ہوگا... آپ اگر اچھلے نہ ہوں گے تو پھر بھی حیرت زدہ رہ گئے ہوں گے.. خیر... آپ چونکے یا نہیں چونکے، اچھلے یا نہیں اچھلے، حیرت میں ڈوبے یا نہیں ڈوبے چاند ستارے

پھر سے ان شاء اللہ شروع ہو رہا ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے تعاون کی پیش
کش عبدالرشید فاروقی صاحب اور غلام حسین میمن صاحب نے کی... لیکن یہ وہ
تعاون ہرگز نہیں ہو گا جو آج کل ہماری حکومت امریکہ سے کرنے کی بات کر رہی
ہے.. چاند ستارے کے بارے میں اشتہار آپ ناول کے آخر میں ملاحظہ
فرمالیں، آپ کا شکر گزار ہوں گا... اس لیے کہ یہاں اتنی جگہ نہیں ہے...

جو ناول مجھے چودہ سو سال پہلے لکھنا چاہیے تھا اور آپ کو چودہ سو سال
پہلے پڑھ لینا چاہیے، وہ یہی ناول ہے، یعنی "سازش کا اژدھا"۔ یہ ناول شروع
سے ہی آپ کو حیرت میں ڈال دے گا، آپ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے
لے گا... آپ اس کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے.. ناول ختم ہونے کے بعد
بھی نہیں نکل سکیں گے... جی ہاں! آپ کی حیرت اس وقت اور بڑھ جائے گی
جب ناول کے آخری صفحات پر آپ پہنچیں گے...

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی فوجوں میں جنگ ہوئی تھی... جب جنگ کے بادل امڈے تو رومی بادشاہ نے
امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ وہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں ان کی ہر
طرح مدد کرنے کے لیے تیار ہیں... اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا یہ تاریخی جواب تاریخ کی پیشانی پر آج تک جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔

''او رومی تو ہمیں لڑانا چاہتا ہے، یاد رکھ، اگر علیؓ عنہ تجھ پر حملہ کریں تو
میں ان کی فوج میں ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے لڑنا پسند کروں گا۔''

کاش! ایسا ہی کوئی جواب ہمارے صدر امریکہ کو دیتے اور افغانستان
کا ہر طرح ساتھ دینے کا اعلان کرتے۔

غلام مصطفےٰ صاحب کچھ عرصہ قبل اچانک میرے قاری بنے، پے در
پے خط آنے لگے... کتاب میلہ سے انہوں نے بے تحاشہ کتب منگوائیں...
جتنے خط غلام مصطفےٰ صاحب کے مجھے موصول ہوئے... اور جتنے کم عرصے میں
موصول ہوئے... شاید کسی قاری کے اتنے کم عرصے میں اس قدر زیادہ تعداد
میں خطوط موصول ہوئے ہوں گے۔

لیکن ان کے اس خط نے مجھے سکتے میں ڈال دیا اور حیرت کی بات یہ
کہ انہوں نے مجھے اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ میں خط لکھ کر ان سے اپنا سکتہ دور
کرنے کی درخواست ہی کر دیتا... آپ بھی ان کا خط پڑھ لیں... کوئی قاری
اس سلسلے میں میری مدد کرے تو شکر گزار ہوں گا یا وہ خود مجھے اپنا پتا لکھ دیں تو یہ
ان کا احسان ہو گا... وہ یقین کر لیں کہ میں ان سے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا...
انہیں ناول پڑھنے پر قطعاً مجبور نہیں کروں گا...

انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

امید کرتا ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے تو میں
یہ امید کروں گا کہ آپ میرا یہ خط پڑھیں... جیسا کہ آپ نے بتایا ہے کہ اب
فرحت بہن جواب دے گی تو بے شک وہ بھی یہ خط پڑھ لیں مگر یہ خط آپ کے
لیے لکھ رہا ہوں... لہٰذا میری خواہش ہے کہ آپ میرا یہ خط ضرور پڑھیں۔

29-9-98 کو آپ کا پہلا خط مع پارسل مجھے ملا تھا۔ میری خوشی کا
کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور اس کے بعد سے آپ سے ڈھیر ڈھیر پارسل منگواتا
رہا اور اس دن سے آپ کے نئے ناول بھی شروع کر دیے تھے۔ خرید کر

پڑھنا... جی ہاں اب میرے لیے دو دیواریں تھیں... ایک تو ہر ماہ آپ کے
نئے ناول پڑھنا اور پھر دوسری یہ کہ پرانے ناول بھی آپ سے ڈھیرے ڈھیرے
منگوانا تھا۔ سارے کا سارا جیب خرچ انہی کتابوں میں ختم ہو گیا۔ اس بیچ میں
ساتواں کون میں میرا پہلا خط شائع ہوا۔ خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور تب سے
آپ کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا... اور پھر ایک وقت آیا کہ آپ
کی لسٹ کے تمام ناول میرے پاس موجود تھے... اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ میں
اور ناول کہاں سے لوں؟ لہٰذا اب سے مشکل مرحلہ اب شروع ہوا۔ سڑکوں کی
خاک چھاننا پڑی... دکانوں کو ڈھونڈنا اور کھنگالنا پڑا... اور آخر کار محمد حسین
برادرز سے بقیہ ناول خریدے... تھوڑا تھوڑا کر کے دریا بنتا رہا... اور پھر آج
ایک وقت ہے کہ میرے پاس آپ کے تمام خاص نمبر موجود ہیں۔ بڑا فخر ہوتا
ہے... خیر! آپ سے آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا۔ اور پھر ایک وقت آیا کہ مہینے
میں چھ سات خط آپ کو نہ لکھ لیتا تو مجھے چین نہ آتا... اس بیچ میرے خطوط
ناولوں میں شائع ہوتے رہے۔ خیر... وہ سہانے دن یاد کرتا ہوں تو لبوں پر
مسکراہٹ آ ہی جاتی ہے۔

ہر انسان کا ایک مقصد زندگی ہوتا ہے۔ کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو کوئی
انجینئر بننا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس انسان کو محنت بھی کرنا پڑتی ہے۔ میرا بھی
یہی حال ہے...... فرسٹ ایر میں آ چکا ہوں...... میٹرک میں جتنی
Percentage امید کر رہا تھا، اس سے کم آئی... اب فرسٹ ائیر میں مجھے
ہر حال میں اچھی Percentage لانی ہے۔ میں بھی بڑا ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا
ہوں۔ Pre-Medical کی پڑھائی آسان نہیں ہوتی۔ یہ تو آپ کو بھی پتا
ہے... اسی وجہ سے آپ سے یہ سلسلہ، یہ مستقل خط وکتابت کا سلسلہ منقطع کر رہا
ہوں۔ امید کرتا ہوں، آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔

آپ کے ناول میری آنکھوں کے سامنے آتے جاتے رہیں
گے... اور ہو سکا تو ان میں سے کچھ خرید بھی لوں گا... جیسے کہ آپ ایک نیا ناول
لکھنے جا رہے ہیں... جس کی ضخامت شاید غار کا سمندر سے بھی ہو گی... اس
ناول کو بھی خریدنے کی کوشش کروں گا مگر اب یہ سلسلہ مستقل نہیں رہ پائے گا۔

اس وقت رات کا ایک ہونے جا رہا ہے... رات کا سناٹا ہے اور میرا
قلم ہمیشہ کی طرح یکساں رفتار سے کاغذ پر سیاہی کے نقش ونگار بنا رہا ہے۔ میں
اسلام آباد میں Compelet شفٹ ہو گیا ہوں۔ آپ کی ساری کتابیں میں
نے ایک بڑے ڈبے میں بند کر کے اپنی الماری کے بڑے خانے میں محفوظ کر دی
ہیں کہ اگر کبھی موقع ملا تو ضرور پڑھوں گا۔

آپ کو شاید یاد نہ ہو لیکن میں نے آپ پر ایک نظم لکھی تھی۔ آپ شاید
بھول گئے ہیں مگر میں نے اس نظم کو دل کے کسی خانے میں فٹ کر کے رکھا ہے
اور وہ اب بھی میرے دل کے کسی خانے میں محفوظ ہے۔ کیونکہ میری پہلی اور
آخری شاعری ہے۔ ہر انسان کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں ایک دو شعر اپنے محبوب
کے لیے لکھتا ہے مگر میں نے اپنی شاعری آپ کے لیے لکھی۔ آپ کو شاید پڑھنے
میں بوریت محسوس ہو مگر میں چاہوں گا کہ یہ نظم آپ کو ایک بار پھر سے سنائی
جائے۔

اشتیاق احمد کا کام ہے نرالا
ناول لکھتے رہنا سال سارا

اپنی وہ باتوں میں ہمیشہ ہنسانا
اور آخر میں ہمارے خط چھپوانا

محمود ، فاروق ، فرزانہ کا کام کرنا
شوکی برادرز کا آرام کرنا

آفتاب ، آصف ، فرحت کا سراغ لگانا
فرزانہ کا اپنی جوتیاں چلانا

پروفیسر داؤد کی بھی بات ہے عجیب
لیکن خان رحمان کی طرح نہیں ہے بات غریب

اکرام اور شاہد دیتے ہیں ڈکشنری کا کام
بن جاتا ہے جس سے جمشید پارٹی کا کام

آفتاب ، فاروق کی اوٹ پٹانگ باتیں
محمود ، آصف کی جوشیلی شرارتیں

فرزانہ ، فرحت کا ترکیب بتانا
ان سب کو موت کے منہ سے بچانا

منور علی خان کا آنکڑا کام میں لانا
خان رحمان کا فوجی انداز اپنانا

انسپکٹر جمشید کا انداز ہے لبھاتا
انسپکٹر کامران مرزا کا انداز ہے بھاتا

اور اشتیاق احمد کا ناول لکھتے رہنا سال سارا

آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ میرا انٹرویو شائع کریں گے مگر آپ نے شائع نہ کیا۔ پھر اس نظم کے شائع کرنے کا وعدہ کیا مگر نہ کیا اور اس خط کے شائع ہونے کے لیے میں کہوں گا بھی نہیں... ہاں اگر آپ کے ناول میں دو لفظوں (غلام مصطفیٰ) کی جگہ ہو تو ضرور لکھیے گا۔ میں مطمئن ہو جاؤں گا... ورنہ... میں... خیر... آپ ہی سوچئے کہ اس سے آگے کیا ہوگا۔

یہ چار سال کیسے گزر گئے۔ ان کا پتا ہی نہیں چلا۔ میں تو آج تک یہی سوچ رہا ہوں کہ یہ کل کی بات تھی۔ آپ کے میرے پاس 63 خطوط جمع ہو چکے ہیں۔ کبھی کبھی ان کو پڑھ کر آپ کی یاد تازہ کر لیتا ہوں تو کبھی کبھی آپ کو خط لکھ کر (مگر خط پوسٹ نہیں کرتا)

آپ نے اپنے تمام قارئین سے کہہ رکھا ہے کہ صرف ان لوگوں کے خط شائع ہوتے ہیں اور جواب دیے جاتے ہیں... جن پر پتا لکھا ہوتا ہے... مگر آج میرے خط میں کوئی پتا نہیں ہے... میں مجبور ہوں... اور مجبوری کی

وضاحت کر چکا ہوں... اور ہاں... اب آخری بات... میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اور آپ کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ نے میرے سوالوں کے جواب دیے، مجھے پارسل بھیجے... میرے خطوط کے جواب بھیجے... میری چیزیں شائع کیں، میرے خطوط شائع کیے... ان کا بہت بہت شکریہ... آپ سے اجازت چاہوں گا۔ مجھے اجازت دیجیے اور دعا کیجیے کہ آپ کا یہ قاری مستقبل میں کامیاب و کامران ہو۔ شکریہ! آج میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کا قاری جو مستقل نہیں رہا۔

غلام مصطفےٰ۔ اسلام آباد۔ پاکستان زندہ باد

خط آپ نے پڑھ لیا ہوگا... آپ کیا سمجھے... میں سب کچھ سمجھنے کے باوجود کچھ نہیں سمجھا... میرا کچھ جانے کو جی ہی نہیں چاہتا، اس لیے کہ بات جاسوسوں کے ایک عمدہ قاری کے جدا ہونے کی نہیں ہے... ایک اچھے دوست، ساتھی اور ہمدرد کے جدا ہو جانے کی ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ غلام مصطفےٰ صاحب مجھے یعنی اشتیاق احمد کو (ناول نگار کو نہیں) کس جرم کی سزا دے رہے ہیں... یہ سوال شاید ہوا میں معلق ہے... شاید ہوا میرا یہ سوال ان تک کسی نہ کسی صورت پہنچا دے...

اشتیاق احمد

تالا کھول ڈالو

''میں مر رہا ہوں!''

''کیا کہا آپ نے... آپ مر رہے ہیں۔''

''ہاں! روڈی میرے بچے... میں مر رہا ہوں... ڈاکٹروں کی ٹیم نے فیصلہ سنا دیا، میں زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے زندہ رہوں گا اور بس... اس لیے میں چاہتا ہوں چودہ سو سال پرانا ایک راز تم تک پہنچا دوں... جب تم مر رہے ہو گے تو یہ راز اپنے بیٹے کو پہنچاؤ گے... ہمارا خاندان چودہ سو سال سے اس راز کا محافظ چلا آ رہا ہے، آج تک ہم نے اس راز کو دشمنوں تک نہیں جانے دیا... اس کی حفاظت اس حد تک کی ہے... اس راز کی وجہ سے ہم چودہ سو سال سے حکمران ہیں... کوئی ہماری حکمرانی کو چیلنج نہیں کر سکا... آج تک کسی نے اعتراض تک نہیں کیا کہ ہم کیوں حکمران چلے آ رہے ہیں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم حکمران چلے آ رہے ہیں... بیماری کی وجہ سے کہیں آپ کے دماغ پر اثر تو نہیں ہو گیا۔'' روڈی کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"نہیں میرے بچے! میں دماغی طور پر بالکل ٹھیک ہوں۔۔
بس میرا دل جواب دے گیا ہے۔۔۔ میں لاعلاج ہو چکا ہوں۔۔ اگر
پوری دنیا کے ڈاکٹر مل کر بھی مجھے بچا سکتے تو یہ کوشش ضرور کی جاتی۔ لیکن
ڈاکٹروں کی ٹیم کا کہنا بس یہی ہے کہ اب مجھے نہیں بچایا جا سکے گا۔۔ اس
لیے میں وہ راز تمہیں سونپ دیتا ہوں۔۔ آج سے حکمران تم بن رہے
ہو۔"

"آپ تو خود حکمران نہیں ہیں۔۔ میں کیسے حکمران بن جاؤں
گا۔"

"روڈی۔۔۔ تم نہیں جانتے۔۔ ماسٹر ہابن ہی اصل حکمران
چلا آ رہا ہے۔۔ جب سے میرا باپ فوت ہوا، اس وقت سے میں حکمرانی
کرتا رہا ہوں۔۔ پہلے میرا باپ حکمران تھا۔۔۔ یہ سب لوگ جو تمہیں
حکمران نظر آتے ہیں۔۔ میرے اشاروں کے محتاج ہیں۔۔۔ میں ایک
انگلی سے اشارہ کر دوں یہ حکمران ادھر سے ادھر ہو جائیں۔"

"لیکن کیسے۔۔۔ آپ کے پاس ایسی کون سی طاقت ہے۔"

"چودہ سو سال پرانے راز کی طاقت ہے۔"

"جی کیا کہا۔۔ چودہ سو سال پرانے راز کی طاقت ہے۔"
روڈی کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے۔۔۔ میرے مرنے کے بعد تمہیں
اندازہ ہو ہی جائے گا۔۔ تم جسے برطرف کرنا چاہو گے۔۔۔ کر سکو گے

جسے حکمران مقرر کرنا چاہو گے، کر سکو گے۔۔۔ ملک کی اصل طاقت آ کر
خود تمہیں بتائے گی۔۔۔ کہ تم کتنے با اختیار ہو۔۔ تمہارے اختیارات کیا
کیا ہیں۔"

"جو طاقت یہ بات مجھے بتائے گی۔۔ کیا اصل حکمران وہ
نہیں ہو گا۔"

"نہیں! وہ طاقت ہی تو میری اور تمہاری غلام ہے۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آ جائیں گی۔۔۔ ابھی میرے پاس چوبیس گھنٹے ہیں۔۔
چوبیس گھنٹے میں میں تمام باتیں تمہارے دماغ میں اتار دوں گا۔۔ ماسٹر
ہابن اتنا کام ضرور کرے گا۔"

"تب پھر مجھے تفصیل سے بتائیں۔"

"چودہ سو سال پہلے تمہارا ایک دادا تھا۔"

"جی۔۔۔ کیا کہا۔۔ چودہ سو سال پہلے میرا ایک دادا تھا۔۔ یہ
کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ میں تو آج کی دنیا کا انسان ہوں۔۔ چودہ سو سال
پہلے کا نہیں۔"

"تم اس دادا کی نسل سے ہو۔۔۔ بیچ کی دو پیڑھی گئی۔"

"چلیے خیر۔۔۔ اس دادا کی کیا بات ہے؟"

"ساری بات ہی اس دادا کی ہے۔۔۔ وہ ہمارا ہماری پوری
نسل کا۔۔ بلکہ پوری قوم کا محسن تھا، جو کام اس نے کیا۔۔ وہ اب تک

جاری وساری ہے اور شاید یہ ہمیشہ جاری رہے گا اور اگر وہ یہ کارنامہ انجام نہ دیتا تو اس وقت دنیا سے ہمارا نام ونشان تک مٹ چکا ہوتا۔''

''میرے پلے آپ کی کوئی بات نہیں پڑ رہی۔''

''میں سمجھاؤں گا... شروع کرتا ہوں سمجھانا، لیکن۔'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''لیکن کیا۔''

''اس سے پہلے میں تمہیں اس جگہ لے جانا چاہتا ہوں، جہاں یہ سارا ریکارڈ موجود ہے... دنیا کا سب سے بڑا ریکارڈ... چودہ سو سال کی کارروائی کا مکمل ریکارڈ... جس میں ایک ایک تفصیل ہے... صرف تحریری صورت میں نہیں... تصاویر کی صورت میں بھی اور صرف تصاویر کی صورت میں ہی نہیں... وڈیو فلموں کی صورت میں بھی۔''

''جی... کیا مطلب... چودہ سو سال پہلے وڈیو فلمیں کہاں تھیں۔'' روڈی نے بوکھلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے... یہ چیز بہت بعد کی ایجاد ہیں... لیکن جب ایجاد ہو گئیں... تب ہم لوگوں کی آسانی کے لیے ہمارے بڑوں نے چودہ سو سال پہلے کے تحریری ریکارڈ کو باقاعدہ فلمایا...''

''آپ کا مطلب ہے... فلم کی صورت میں تحریر اس میں سنائی دیتی ہے۔''

''نہیں! تم میرا مطلب غلط سمجھے... اس سے مراد ہے کہ اس

دور کی ہر بات، ہر چیز کے اہم واقعے کو باقاعدہ فلم کی شکل دی گئی... لیکن یہ فلمیں عوام کی بے بسی نہیں... اور صرف حکمران طبقے کے لیے بنائی گئی تھیں... آج تک ان کو صرف حکمران طبقہ ہی دیکھتا رہا ہے... یہ اس قدر خفیہ معاملہ ہے... آج تم چالیس سال کے ہو گئے ہو... تمہیں تک ہوا نہیں لگنے دی گئی... ہماری نسل کے نوجوانوں کو تو بس اس وقت وہ فلمیں دکھائی جاتی ہیں، جب کہ سربراہ مرنے کے قریب ہو جاتا ہے، لہٰذا آج تم ان فلموں کو دیکھ لو گے، اس سے پہلے میں تمام تفصیلات زبانی تمہیں بتاؤں گا... کیونکہ تم ان فلموں میں کھو جاؤ گے، اور میں مر رہا ہوں گا... فلمیں ختم نہیں ہوں گی... میں مر جاؤں گا، کیونکہ فلمیں تو مسلسل کئی دن تک دیکھی جائیں گی، جب ختم ہوں گی... یہ اس قدر دلچسپ ہیں کہ تم اپنی جگہ سے باہر نکلنا پسند نہیں کرو گے، لیکن... یہ دلچسپ اس لیے نہیں کہ ان کو دیکھا جائے، بلکہ یہ دلچسپ اس لیے ہیں کہ یہ واقعات ہیں ہی اس قدر دلچسپ... اور ان تمام واقعات میں ہمارے اس دادا کا کردار سب سے زیادہ دلچسپ ہے... پھر اس کے بعد جو دادا آیا اس کا، پھر اس کے بعد جو دادا آیا اس کا... غرض ہر دادا کا کردار دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے...''

''حد... تو کیا اس میں آپ تک کا کردار موجود ہے۔''

''ہاں! میں نے اپنے وقت میں جو کچھ کیا... اس کی فلم بھی تم دیکھ سکو گے... آج سے تمہاری فلم شروع ہو جائے گی... میرا مطلب

ہے... پہلے سکرپٹ شروع ہوگا.. پھر اس کی فلم بنے گی.. لیکن یہ عمل تمہاری لاعلمی ہوگا... یعنی فلم بنانے والے اپنا کام خود کریں گے۔ اس میں تمہیں کچھ نہیں کرنا ہوگا... مطلب یہ کہ وہ تمہاری کاپی تیار کر کے اس کی فلم بنائیں گے... یہ نہیں کہ کیمرے کے سامنے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔''

''خیر! اتنی بات تو میری سمجھ میں آ گئی.. آگے چلیے۔''

''میں چل نہیں سکتا... میرے لیے سٹریچر منگواؤ... میں اس پر ریکارڈ روم تک جاؤں گا.. اسٹریچر پہیوں والا ہوگا... کیونکہ وہاں تمہارے علاوہ اور کوئی ساتھ نہیں جا سکتا۔''

''جی اچھا.. ابھی لیجیے۔''

یہ کہہ کر روڈی نے تالی بجادی.. فوراً ہی باہر سے آواز آئی۔

''سٹریچر تیار ہے سر۔''

یہ سن کر روڈی کو بہت حیرت ہوئی.. جلد ہی وہ سٹریچر کو دھکیل رہا تھا.. ماسٹر راستا ہائن بتا رہا تھا.. ماسٹر ہائن اس کا باپ تھا، لیکن آج سے پہلے اس کے باپ نے اس قسم کی کوئی بات کبھی اس سے نہیں کی تھی.. آج اسے اپنا باپ دنیا کا پراسرار ترین باپ نظر آ رہا تھا، یہ تو اس نے دیکھا.. حکومتی نمائندے غلاموں کی طرح اس کے آگے پیچھے پھرا کرتے تھے اور اس سے وہ یہ خیال کیا کرتا تھا کہ اس کا باپ ان

لوگوں کے نزدیک کچھ زیادہ ہی قابل احترام ہے... لیکن یہ بات اسے آج ہی معلوم ہوئی تھی کہ اصل حکمران تو وہ تھا.. اور اب اس کی جگہ وہ خود لینے والا تھا... یہ بات اس کے لیے اور زیادہ حیرت کی تھی.. اور اب وہ اس راز کو جاننے جا رہا تھا... فلم کی صورت میں چودہ سو سال راز کو آنکھوں سے دیکھنے جا رہا تھا... مارے سسپنس اور بے چینی کے اس کا برا حال ہو چکا تھا... وہ چاہتا تھا، اڑ کر اس جگہ جا پہنچے لیکن باپ تو سٹریچر پر تھا... وہ اڑ نہیں سکتا تھا... صرف چل سکتا تھا.. صبر اور سکون کے ساتھ... لیکن صبر اور سکون تو کب کا ساتھ چھوڑ چکے تھے... وہ تو صرف بے چین تھا، بے قرار تھا... آخر طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد باپ نے برآمدے کے آخری سرے پر موجود دروازے پر رکنے کا اشارہ کیا.. اور ایک بڑی سی چابی اسے دی۔

''تالا کھول ڈالو۔''

روڈی نے تالا کھول دیا، اس کے سامنے تہ خانے کی سیڑھیاں تھیں۔

''اب تم مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر لے چلو، سٹریچر کو نیچے دھکیل دو... کیونکہ نیچے پھر مجھے سٹریچر پر سفر کرنا ہوگا۔''

''گویا ابھی فاصلہ باقی ہے۔''

''ہاں! ابھی تو ہمیں بہت دیر تک چلنا ہوگا۔''

''اچھی بات ہے۔''

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سٹریچر پر اپنے باپ کو آگے لے جا رہا تھا۔۔ اسے حیرت بھی ہو رہی تھی۔۔۔ وہاں تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی نہ ہو اور دنیا ہو، لیکن کوئی انسان وہاں موجود نہیں تھا۔۔۔ خالی عمارتیں ہی عمارتیں تھیں۔۔ جن کو وہ عبور کر رہے تھے۔۔ آخر وہ ایک کشادہ باغ میں پہنچ گئے۔۔ یہاں آسمان بھی اسے نظر آیا۔۔ سورج کی روشنی بھی موجود تھی۔۔ لیکن چاروں طرف پہاڑ تھے۔۔ عمودی پہاڑ۔۔ بہت بلند پہاڑ اور ان کے درمیان وہ وادی تھی۔۔ باغ نما وادی۔۔ بلند و بالا درخت وہاں موجود تھے، جن پر پھول اور پھل لدے ہوئے تھے۔۔ اس باغ کے درمیان میں ایک عجیب مثلث نما اور نوکیلی سی عمارت تھی، یہ بھی بہت اونچی اور بہت بڑی تھی۔۔ انسان یہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

"یہ ہے وہ عمارت۔۔۔ جس میں وہ سارا ریکارڈ موجود ہے۔"

"اور وہ فلم بنانے والے؟" روڈی نے پوچھا۔

"فلم بنانے والے۔۔ اس طرف نہیں آ سکتے۔۔ ان کا کام صرف فلم بنا کر میرے حوالے کرنا ہے، اب وہ تمہارے حوالے کیا کریں گے۔۔ اس طرح فلم بنانے والے مستقل ہیں۔۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے۔۔ تو اس کا بیٹا اس کی جگہ لے لیتا ہے یا بیٹی جگہ لے لیتی ہے۔"

"آخر وہ فلم کس طرح بنا لیتے ہیں۔"

"جدید ترین سائنسی آلات ہر طرف نصب ہیں، ہم یہاں ان کی کارگزاری دیکھ سکتے ہیں، وہ ہماری۔۔۔ اور جب وہ ہماری ہر کارگزاری دیکھ رہے ہیں تو ان کی فلم بھی بنا سکتے ہیں۔۔۔"

"لیکن یہ باتیں اس طرح راز کیسے رہ جاتی ہیں۔۔۔ ظاہر ہے فلم بنانے والے بھی تو اس راز میں شریک ہوتے ہیں۔"

"جس طرح کی یہ وادی ہے، اس طرح کی وہ وادی ہے۔۔۔ ہم یہاں سے باہر جا سکتے ہیں۔۔۔ وہ نہیں جا سکتے۔۔۔ ان کی تمام زندگی اسی وادی میں گزرے گی۔۔۔ وہ ایک طرح سے ہمیشہ کے قیدی ہیں۔۔۔ تاہم انہیں ہر طرح کی عیش حاصل ہے۔۔۔ ان کے بیوی بچے ان کے ساتھ ہیں، زندگی کی تمام سہولتیں انہیں حاصل ہیں، رہنے کے لیے وسیع باغ اور عمارات ہیں۔۔۔ کوئی فکر نہیں کچھ نہیں۔۔۔ وہ بس عوام میں نہیں جا سکتے۔"

"اور کیا وہ اس طرح خوش ہیں۔"

"ہاں ابھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ خوش ہیں۔۔۔ وہ خوش نہ ہوں تب بھی وہ کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ وہ مجبور ہیں، کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"اگر کبھی وہ بغاوت پر اتر آئیں۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا۔۔۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے، ان کے پاس نہ تو اسلحہ ہے، نہ باہر نکلنے کا راستہ۔۔۔ ان حالات میں وہ کیا کریں گے۔"

"وہ آپ کو فلم کس طرح دیتے ہیں۔"

"جب ایک فلم مکمل ہو جاتی ہے... وہ اس طرف لگا ایک بٹن دبا دیتے ہیں... ہمیں خبر ہو جاتی ہے... لہٰذا ایک خفیہ خانہ ان کی طرف کھل جاتا ہے... ایک کیسٹ کے برابر خانہ... بس وہ اس خانے میں کیسٹ رکھ دیتے ہیں، ہم اس میں سے اٹھا لیتے ہیں۔"

"اس طرح تو وہ ہمیں دیکھ لیتے ہوں گے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑا... دیکھتے تو وہ ہمیں ہر وقت ہیں۔"

"اوہ ہاں واقعی... مجھے یہ سب کچھ عجیب لگ رہا ہے۔"

"اس لیے کہ ایسا آج ہی تمہاری زندگی میں سامنے آیا ہے... پہلے نہیں آیا... اب میں ریکارڈ روم کھول رہا ہوں... یہ بہت طویل و عریض عمارت ہے... تم اس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاؤ گے... جب تم چودہ سو سال پہلے کی فلم دیکھو گے تو اس وقت تمہاری حیرت کا عالم اور ہی ہوگا۔"

"میری حیرت کا عالم تو اس وقت بھی اور ہے۔" روڈی مسکرایا۔

"چلو تم مسکرائے تو... میری طبیعت خراب ہوتی جا رہی ہے، شاید میں ڈاکٹروں کی ٹیم کے اندازوں سے بھی پہلے اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا... لہٰذا جلدی کرو... اس تالے کو کھول ڈالو۔"

وہ اس وقت تک باغ والی عمارت کے دروازے پر پہنچ چکے تھے... روڈی نے چابی لے لی اور دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھول دیا... پھر دونوں اندر داخل ہو گئے... ان کے سامنے ایک طویل ترین برامدہ تھا، اس کے دونوں طرف ریک ہی ریک بنے ہوئے تھے۔

اچانک روڈی نے اپنے باپ کی چیخ سنی... ہولناک چیخ... وہ بوکھلا کر اس کی طرف مڑا۔

اس لمحے اسے باپ کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی حیرت نظر آئی... اس کا منہ پوری طرح کھل چکا تھا... اور یوں لگتا تھا جیسے وہ سانس لینا بھول گیا۔

"ڈیڈ، آپ کو کیا ہوا... خیر تو ہے۔"

ڈیڈ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ ساکت تھا... روڈی نے چیخ کر کہا:

"ڈیڈ... ڈیڈ... بولیے... آپ کو کیا ہوا۔"

ڈیڈ کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا... روڈی اس پر جھک گیا... پہلی بار اسے احساس ہوا... اس کا باپ اب اس دنیا میں نہیں ہے... اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

اب جو اس نے ریکوں کو غور سے دیکھا... تو وہ سب کے سب خالی تھے... کسی ریک میں کوئی کیسٹ نہیں تھی... وہ دوڑتا ہوا برامدے کے آخری سرے تک چلا گیا... پورا برامدہ طے کرنے میں

اسے پانچ منٹ لگے... یعنی پانچ منٹ میں وہ آخری سرے پر پہنچا... کسی ریک میں اسے کوئی کیسٹ نظر نہ آئی۔

اور شاید یہی چیز اس کے باپ کی فوری موت کا سبب بنی تھی... گویا ان کا چودہ سو سال پرانا ''راز'' پورا کا پورا چوری ہو گیا تھا۔

☆...☆...☆

گھر کا بھیدی

ان کے فون کی گھنٹی بج اٹھی... وہ سب اس وقت گہری نیند میں تھے... رات کا تیسرا پہر تھا... آخر انسپکٹر جمشید کی آنکھ کھلی... انہوں نے فون کا ریسیور کان سے لگایا... فوراً ہی صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

''جمشید... میری بیگم غائب ہے۔''

''تلاش کرلیں... مل جائیں گی۔'' وہ نیند کے عالم میں بولے۔

''کیا کہہ رہے ہو جمشید... بیگم کو تلاش کس طرح...'' وہ بولے۔

''اوہ سوری سر... میں نیند میں ہوں... کیا فرمایا آپ نے، بیگم صاحبہ غائب ہیں۔'' انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''یار جمشید... بیگم صاحبہ غائب ہیں... فوراً آؤ۔''

''جی ابھی آیا۔'' وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے... ساتھ ہی محمود، فاروق اور فرزانہ نے چھلانگیں لگا دیں۔

اوہو... تمہیں نہیں بلایا انہوں نے۔'' وہ جھلا اٹھے۔

''ان کی بیگم غائب ہیں... آپ کو ہماری ضرورت پیش آسکتی ہے۔''

''اوہ اچھا... چلو پھر۔''

آندھی اور طوفان کی طرح ڈرائیونگ کرتے وہ ایوان صدر پہنچے... صدر صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں... ایوان صدر کا سارا عملہ جاگ رہا تھا... وہاں دن کا سماں تھا... پولیس اور فوج کے بڑے بڑے آفیسر وہاں سکتے کے عالم میں موجود تھے... صدر صاحب نے جونہی انہیں دیکھا... پکار اٹھے...

''خدا کا شکر ہے... تم پہنچ تو گئے۔''

''گویا کہ ہم سے پہلے ان سب کو بلا لیا... گویا ہمیں سب سے بعد میں بلایا۔''

''یہ بات نہیں... یہ پولیس اور فوج تو ایوان صدر کی ہی ہے... انہیں بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی... جونہی پتا چلا... بیگم غائب ہیں... میں نے انہیں خبردار کر دیا انہوں نے ایوان صدر کا اور آس پاس کا چپہ چپہ چھان مارا... لیکن بیگم صاحبہ کا کہیں پتا نہیں چلا... آخر تھک کر میں نے تمہیں فون کیا۔''

''آپ پریشان نہ ہوں... اور پہلے یہ بتائیں... آپ کو پتا کب چلا۔''

''بھئی اچانک میری آنکھ کھل گئی... وہ بستر پر نظر نہ آئیں... میں نے خیال ظاہر کیا... باتھ روم میں ہوں گی... چند منٹ گزر گئے... وہ نہ آئیں... میں نے باتھ روم کے دروازے کو ہاتھ لگا کر دیکھا... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا... گویا وہ خالی تھا... اب تو میں گھبرایا... ادھر ادھر دیکھا... پھر اچانک مجھے احساس ہوا... وہ غائب ہیں... اس طرح میں نے فوج اور پولیس کو تلاش کرنے پر لگایا... جب کچھ نہ بنا تو میں نے تمہیں فون کیا...''

''ہوں... ہمیں بستر تک لے چلیں۔''

''آؤ جمشید... آؤ۔'' وہ بے تابانہ بولے۔

وہ ان کے سونے کے کمرے میں آئے...

''آپ کے کمرے کا دروازہ بند تھا... آپ دونوں اپنے بستر پر تھے... گہری نیند سو رہے تھے... یہ بھی ایوان صدر... لہٰذا سوال یہ ہے کہ کوئی آپ کی خواب گاہ میں داخل کیسے ہوا... بیگم صاحبہ کو یہاں سے نکال کر لے جانا تو بعد کی بات ہے... پہلا سوال یہی ہے کہ وہ اندر داخل کیسے ہوا... کیا آپ اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔''

''نہیں! میں تو خود حیران ہوں۔''

''خیر! اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ وہ کوئی گھر کا بھیدی ہے۔''

"کیا مطلب؟" صدر چونکے۔

"گھر کے بھیدی ہی ایسے کام کر سکتے ہیں... جو ایوان صدر سے اچھی طرح واقف ہیں... یعنی موجود ہیں... میرا مطلب ہے... وہ ایوان صدر کے ہی ملازم ہیں۔"

"ایوان صدر کے کسی ملازم کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے بھلا۔"

"یہ تو ہم اس سے پوچھیں گے... آپ ایوان صدر کے تمام ملازم ایک کمرے میں جمع کر لیں... آپ کے چور کو ہم چٹکی بجاتے ہی پکڑ دیں گے۔"

"بہت خوب جمشید... تم لوگ واقعی سراغرساں ہو... اسی لیے میں نے فوری طور پر تمہیں فون کیا تھا۔"

"آپ نے اچھا کیا... اب آپ جلد از جلد ان لوگوں کو جمع کر لیں... ایسا نہ ہو... بیگم صاحبہ دور چلی جائیں۔"

"ارے باپ رے... کیا اس بات کا بھی امکان ہے۔"

صدر گھبرا گئے۔

"اصل میں امکان ہی اس بات کا ہے... اغوا کے اس ڈرامے کے ذریعے آپ کو بلیک میل کیا جائے گا... آپ سے کوئی بات منوائی جائے گی۔"

"اوہ... نہیں۔" وہ زرد پڑ گئے۔

پھر کمرے سے نکل گئے۔

"تم کیا کہتے ہو۔" انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے۔

"وہی جو آپ نے کہا۔"

"یہ کیا بات ہوئی... بھئی کوئی اور بات کہو۔" وہ مسکرائے۔

"اگر بات یہی ہے تو ہم کوئی اور بات کس طرح کہہ دیں ابا جان۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اچھا چلو اس میں اضافہ ہی کر دو۔"

"جی اچھا! اس میں اضافہ یہ ہے کہ بیگم صاحبہ بہت دور جا چکی ہیں... اب ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گی... وہ اس لیے کہ یہ سب سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے... پہلے ہی ہر کام کی تیاری کر لی گئی تھی... پھر صدر صاحب کچھ دیر تک پولیس اور فوج سے تلاش کراتے رہے ہیں، اس کے بعد ہمیں فون کیا، ہمیں یہاں پہنچنے میں بھی کچھ وقت لگا... ادھر اغوا کرنے والوں کی کوشش یہ تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے، انہیں یہاں سے وہاں پہنچا دیا جائے... جہاں سے ان کی واپسی ان کی مرضی کے بغیر نہ ہو سکے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک فرزانہ... مان گیا میں تمہیں۔"

"وہ تو آپ پہلے ہی مانتے ہیں اسے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہو... تو جلے بھنے کیوں جا رہے ہو، تم بھی کوئی اضافہ

کرلو، ابا جان نے تو صرف اضافہ ہی کرنے کے لیے کہا ہے.. اور یہ کیا مشکل ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے.. میری طرف سے اضافہ قبول کرو.. اغوا کرنے والے اگرچہ ایوان صدر سے مل جائیں گے لیکن بیگم صاحبہ کی واپسی اب ان کے بس کی بات بھی نہیں رہ گئی ہوگی۔"

"خوب بھئی خوب! میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی بھی تعریف کی۔

"رہ گیا بے چارہ محمود.. اس کے لیے اب کیا رہ گیا بھلا؟" فاروق نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"دشمن کا پروگرام اب ہمارا وقت ضائع کرنے کا ہے... ہم ادھر تفتیش میں الجھے رہیں اور وہ بیگم صاحبہ کو زیادہ سے زیادہ فاصلے پر لے جائیں.. بلکہ ایسی جگہ لے جائیں، جہاں سے واپس لانا ہمارے لیے آسان کام نہ ہو۔" محمود نے بھی اضافہ کر ڈالا۔

"خوب بھئی خوب!" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اسی وقت ایک فوجی نے آ کر کہا

"ہال میں سب لوگ جمع ہو چکے ہیں، میرے ساتھ آیئے۔"

وہ ہال میں داخل ہوئے... جو فوجی انہیں یہاں تک لایا تھا، وہ خود بھی اندر آ گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔

"اب سب لوگ اندر ہیں جمشید۔"

"ٹھیک ہے... میں سب پر ایک نظر ڈال لوں... آپ لوگ ایک لائن میں کھڑے ہو جائیں، منہ میری طرف کر لیں۔"

انہوں نے فوراً ہدایت پر عمل کیا... ایک لائن میں کھڑے ہو گئے... جو لائن میں نہ آ سکے، وہ ان کے پیچھے لائن لگا کر کھڑے ہو گئے... اب انہوں نے ایک ایک کے پاس سے گزرنا شروع کیا... وہ ان کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے... ایک ملازم کی آنکھوں میں انہیں خوف محسوس ہوا، وہ ان کے سامنے رکنے لگے تھے کہ پھر آگے بڑھ گئے... چند قدم آگے چل کر انہیں پھر ایک کی آنکھوں میں خوف محسوس ہوا۔

"آپ باہر آ جائیں۔"

"جی... کیا مطلب۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کون صاحب ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

صدر صاحب نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا، پھر بولے:

"میں نہیں جانتا... یہاں کے انچارج بتائیں گے... انچارج وہی ہیں جو آپ کو یہاں تک لائے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، آپ بتائیں جناب... یہ کون صاحب ہیں۔"

"ان کا نام آر ڈی خان ہے... یہ یہاں کے رجسٹرار ہیں..."

ہر چیز رجسٹر میں درج کرنا کرانا ان کا کام ہے۔"

"اچھی بات ہے... میں ذرا باقی لوگوں کو ایک نظر دیکھ لوں... پھر ان سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" انچارج بولے۔

پھر انہوں نے سب کو دیکھا... کسی پر شک نہ گزرا... اب وہ اس پہلے کی طرف آئے جس کی آنکھوں میں خوف محسوس ہوا تھا، لیکن انہوں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔

"آپ بھی باہر آ جائیں۔"

"جی میں؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! آپ۔"

وہ بھی لائن سے باہر آ گیا...

"باقی لوگ جا سکتے ہیں۔" انہوں نے کہا۔

ہال خالی ہو گیا... صرف وہ لوگ وہاں رہ گئے... صدر صاحب اور ایوان صدر کے انچارج بھی وہاں رہ گئے۔

"آپ کے خوف زدہ ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔" انہوں نے پہلے سے پوچھا۔

"میں... بس... یوں ہی گھبرا جاتا ہوں ایسے موقعوں پر... ورنہ میرا کسی جرم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔"

"آپ کا نام کیا ہے..."

"یہ فیاض درانی ہیں، ایوان کے حسابات کے ذمے دار۔"

"اوہ اچھا... خیر، انہیں بھی جانے دیں۔ اس لیے کہ یہ ٹھیک لگ رہے ہیں..."

"شکریہ جناب۔" اس نے کہا اور ہال سے نکل گیا۔

"اب رہ گئے آر ڈی خان... میں آپ سے براہ راست پوچھتا ہوں... بیگم صاحبہ کہاں ہیں۔"

"دور بہت دور... آپ لوگوں کی پہنچ سے بہت دور۔" اس نے یک دم کہا... انداز سے بے خوفی ٹپک رہی تھی۔

"کیا!!!" صدر صاحب اچھل پڑے... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"جی ہاں! ایسی بات ہے۔" وہ ہنسا۔

"یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں... کیا سن رہا ہوں۔"

"ابھی آپ کو اور بہت کچھ دیکھنا اور سننا ہے۔"

"گرفتار کر لیں اس غدار کو۔" صدر صاحب چلائے۔

"اس سے کچھ نہیں ہوگا... بیگم صاحبہ اور دور چلی جائیں گی۔"

"کیا مطلب؟" صدر چونکے۔

"میں بالکل محفوظ ہوں، آپ مجھے گرفتار بھی نہیں کر سکتے... بلکہ یہاں سے باعزت اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور ہیں... ابھی فون

آئے گا۔"

"پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ

بنایا۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی... صدر صاحب نے فون

کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"نہیں سر... یہ فون میں سنوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے ریسیور کان سے لگایا... دوسری طرف انتہائی

کھردری آواز سنائی دی۔

"آرڈی خان کو ساتھ لے کر جزیرہ بورناس پر آ جائیں،

ورنہ بیگم ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا... انہوں نے فون بند

کر کے صدر کی طرف دیکھا۔

"کیا کہا گیا اس طرف۔"

"آرڈی خان کو ساتھ لے کر جزیرہ بورناس پر آ جائیں۔"

"جزیرہ بورناس؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کیا اس نام کے کسی جزیرے کا آپ کو پتا ہے۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"اور ہم بھی نہیں جانتے..... لیکن ساحل سے معلوم ہو جائے

گا... آپ ساتھ چلنا پسند کریں گے یا یہاں ٹھہرنا۔"

"تم کیا کہتے ہو۔"

"میرا خیال ہے... آپ ساتھ چلیں... پتا نہیں مجرم کیا

چاہتے ہیں۔"

"او کے۔"

وہ اسی وقت ساحل پر پہنچے... ایوان صدر سے ساحل کی

انتظامیہ کو پہلے ہی اطلاع دے دی گئی تھی... جونہی وہ ساحل پر اترے،

پولیس اور فوج ان کی طرف لپکی... صدر صاحب نے فوراً کہا۔

"ہمیں جزیرہ بورناس جانا ہے۔"

"لانچ بالکل تیار ہے سر۔"

وہ لانچ پر سوار ہو گئے... فوراً ہی لانچ روانہ ہو گئی۔

"کتنی دیر کا سفر ہے۔" انسپکٹر جمشید نے گھڑی کی طرف

دیکھا۔

"بیس منٹ لگیں گے سر۔" ڈرائیور بولا۔

"کیا اس جزیرے پر پہلے بھی جانے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"جی نہیں... بے آباد جزیرہ ہے... سیر کرنے والے لوگ

بھی اس پر نہیں اترتے... وہاں کچھ ہے ہی نہیں، جب کہ دوسرے

جزیرے پر فضا ہیں۔"

پھر ان کی لانچ جزیرے سے آ لگی... وہ نیچے اتر آئے...

اور آگے بڑھے، جزیرہ ویران پڑا تھا، یوں لگتا تھا جیسے یہاں کبھی بھی
کوئی نہ آیا ہو۔

"جمشید! کہیں تم نے غلط تو نہیں سنا... انہوں نے کسی اور
جزیرے کا نام تو نہیں لیا تھا۔"

"جی نہیں... آپ فکر نہ کریں... انہوں نے اسی جزیرے کا
نام لیا تھا... ابھی وہ نکل کر سامنے آجائیں گے۔"

اسی وقت جزیرے پر وہی کھردری آواز ابھری۔

"آرڈی خان کو جزیرے کے درمیان بھیج دیں... آپ
لوگ وہیں ٹھہریں۔"

وہ رک گئے... آرڈی خان کو آگے جانے کی اجازت دی
گئی... وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا... پھر آگے چلا گیا... جلد ہی وہ
نظروں سے اوجھل ہو گیا... جزیرے پر بے ڈھنگے درخت بے شمار تھے...
بس ان درختوں پر اٹا پڑا تھا:

"آرڈی خان ہمارے پاس پہنچ گیا... ایوان صدر میں رہ کر
اس نے ہماری بہت خدمت کی... اس لیے ہمارا اس سے وعدہ تھا کہ
جب کبھی وہ خطرے میں ہوا، ہم اسے با حفاظت تمام وہاں سے نکال
لیں گے... سو دیکھ لیں، نکال لیا... اور آج آرڈی خان کو بھی یقین
ہو گیا... ویسے یہ شخص نام کا آرڈی خان ہے... ورنہ اس کا نام سومان
جلنی ہے اور یہ مسلمان نہیں ہے... آپ لوگ اس کو ہماری کاری گری

کہہ لیں کہ اسے مسلمانوں کا لباس اور طریقہ سکھایا گیا... اور پھر ایوان
صدر تک پہنچایا گیا... آج سے پہلے کسی کو اس پر شک نہیں ہو سکا... ہے
ناکاری گری... خیر اب ہم آتے ہیں اپنے مقصد کی طرف... صدر
صاحب اگر آپ کو اپنی بیگم زندہ سلامت واپس چاہیے تو اس کی صرف
ایک ہی صورت ہے... اور وہ یہ ہے کہ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور
فرزانہ کو ہمارے حوالے کر دیں۔"

"کیا مطلب؟" صدر صاحب اچھلے۔

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں... ہمیں ان کی زندگیاں نہیں
چاہییں... ان سے ہمیں ایک کام لینا ہے اور بس... ہمارا کام پورا
ہو گیا... آپ کو آپ کی بیگم زندہ سلامت واپس مل جائے گی۔"

"سوری! میں یہ سودہ نہیں کر سکتا۔" صدر صاحب خشک لہجے
میں بولے۔

"لیکن ہمیں یہ سودہ منظور ہے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید... میں اپنی بیوی کو بچانے کے لیے
تمہیں دشمنوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔"

"لیکن سر... وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں... ہم خود کو
ان کے حوالے کریں گے... لیکن ہماری ایک شرط ہو گی۔"

"اور وہ کیا انسپکٹر جمشید۔"

"شرط یہ ہے کہ آپ بیگم صاحبہ کو اسی وقت رہا کر دیں۔"

"تب پھر اس بات کی کیا گارنٹی ہو گی کہ آپ کام کرنے سے انکار نہیں کریں گے۔"

"ہم مسلمان ہیں... مسلمان جو وعدہ کرتا ہے... پورا کرتا ہے... ہم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں... آپ کا کام ضرور کریں گے۔"

"خوب! خوشی ہوئی... بیگم آ رہی ہیں... سب لوگ جزیرے سے رخصت ہو جائیں... صرف یہ لوگ رہ جائیں۔"

"یہ... یہ تم کیا کہہ رہے ہو جمشید۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔"

اور پھر انہوں نے صدر صاحب کی بیگم کو آتے دیکھا... نزدیک آنے پر انسپکٹر جمشید بولے:

"ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی..."

"نہیں... بہت احترام سے رکھا..."

"ٹھیک ہے... سر آپ انہیں لے کر روانہ ہو جائیں..."

"اور... اور تم جمشید۔"

"ہماری آپ فکر نہ کریں۔"

صدر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... آخر وہ لانچ پر رخصت ہو گئے... وہ وہیں کھڑے رہ گئے... جب لانچ نظروں سے اوجھل ہو گئی... تب آواز آئی:

"اب آپ جزیرے کے درمیان میں آ جائیں۔"

ان کے قدم اٹھنے لگے... وہاں انہیں تین غیر ملکی کھڑے نظر آئے... ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تھیں...

"آپ ہمارے لیے کام کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔"

"اس میں شک نہیں۔"

"ابھی ایک لانچ آئے گی... آپ لوگ اس پر سوار ہو جائیں گے... لانچ آپ کو ایک نامعلوم مقام پر لے جائے گی... کیا سمجھے۔"

"جہاں جی چاہے لے جائیں... جو کام چاہیں لے لیں... ہم ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔"

"شکریہ... ہم نے سوچا بھی نہیں تھا... کہ یہ کام اس قدر آسانی سے طے ہو جائے گا۔"

"تو اب سوچ لیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

محمود اور فرزانہ مسکرا دیے... ایسے میں فاروق نے کہا:

"لیکن افسوس! ہمیں اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر آپ لوگ ہمیں کسی مہم پر روانہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کے ساتھ پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان بھی ہونے چاہئیں گے۔"

"فکر نہ کریں... اس نامعلوم مقام پر ان سے آپ کی

ملاقات ہوگی... بلکہ وہ آپ سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں۔"

"کیا... نہیں۔"

وہ چلا اٹھے... مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں

☆...☆...☆

سمندر کے نیچے

یہ بات ان کے لیے حد درجے حیرت کی تھی... انہوں نے ان تینوں کو گھور کر دیکھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ہمارے باس بہت بڑے پیمانے پر کام کرنے کے عادی ہیں، یہ ایسے ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے باس کا نام کیا ہے؟"

"بہت جلد آپ کی ان سے ملاقات ہونے والی ہے... آپ فکر نہ کریں۔"

"خیر فکر کرنے کی تو ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے... اب چلنا کہاں ہے۔"

"لانچ آنے والی ہے... ہمیں خود معلوم نہیں، لانچ آپ کو کہاں لے جائے گی... ہمارا کام تو بس اس جزیرے تک ختم ہو جائے گا۔"

عین اس لمحے انہوں نے ایک لانچ کو آتے دیکھا... جلد ہی

"سوار ہو جائیں... کوئی سوال کیے بغیر... کیونکہ آپ وعدہ کر چکے ہیں۔"

"ہمیں یاد ہے کہ ہم وعدہ کر چکے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کاش!" محمود نے سرد آہ بھری۔

"آگے بھی کہہ ڈالیں۔"

"کاش ہمیں معلوم ہوتا... ہم کہاں جا رہے ہیں اور ہم اپنے ساتھ دوسری دو پارٹیوں کو بھی لے جاتے۔"

"ہمارا خیال ہے، باس نے انہیں بھی بلایا ہوگا... تاہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔"

"تب پھر پروفیسر داؤد اور خان رحمان کے بارے میں یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"انہیں تو ہم خود اس جزیرے پر آپ سے پہلے لا چکے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن آپ انہیں کیا کہہ کر یہاں تک لائے تھے۔"

"یہ راز کی باتیں ہیں..." وہ مسکرا دیے۔

وہ برے برے منہ بناتے لانچ پر سوار ہو گئے... اس پر پائلٹ موجود تھا۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولا، ان کے بیٹھتے ہی وہ لانچ کو لے اڑا... یہ سفر تین گھنٹے بعد ختم ہوا... انہیں ایک دوسرے جزیرے پر اتار کر لانچ وہاں سے چلی گئی... اس جزیرے پر کوئی بھی نہیں تھا... اب تو وہ گھبرا گئے۔

"یہ کیا... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"جب کہ انہوں نے کہا تھا... وہاں پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان بھی ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے، یہ وہ جگہ نہیں ہے... یا یہاں سے ہمیں اس جگہ کی طرف روانہ ہونا ہے۔" محمود نے کہا۔

ایسے میں جزیرے پر ایک آواز ابھری:

"جزیرے کے درمیان میں ایک پائپ ابھر رہا ہے... اس میں سیڑھیاں ہیں، آپ لوگ ان سیڑھیوں کے ذریعے نیچے آ جائیں۔"

"نیچے آ جائیں... کہاں آ جائیں۔"

"نیچے سمندر کی تہہ میں میٹنگ ہوگی... وہیں سب لوگوں کو جمع ہونا ہے۔"

"میٹنگ... کیا مطلب۔"

"یہاں وضاحت نہیں ہو سکتی... نیچے وضاحت ہوگی... بس

آپ لوگ آ جائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر واقعی جزیرے کے بیچوں بیچ ایک بڑے قطر کا پائپ ابھرا... وہ اوپر سے بند تھا... زمین سے صرف ایک فٹ اوپر اٹھ کر رک گیا... اس کے اوپر ایک ڈھکنا سا اٹھ گیا... انہوں نے دیکھا... سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

"باپ رے... پتا نہیں... یہ لوگ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں اور کیا چکر ہے۔" فاروق کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ایسے موقعوں پر تو یہی کہا جا سکتا ہے، جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔" محمود نے منہ بنایا۔

وہ مسکرا دیے... پھر اللہ کا نام لے کر سیڑھیاں اترنے لگے اترتے چلے گئے... پائپ شیشے کا تھا... جلد ہی انہوں نے اپنے چاروں طرف پانی دیکھا... اور اس پانی میں رنگ برنگی مچھلیاں تیرتے دیکھیں... وہ اس طرح کہ پائپ سے روشنی پھوٹ رہی تھی... اب گویا سمندر میں نیچے ہی نیچے جا رہے تھے... تاہم انہیں گھٹن کا احساس نہ ہوا، گویا پائپ میں آکسیجن کا انتظام تھا... سیڑھیوں کے ذریعے سفر دس منٹ تک جاری رہا...

"اف مالک... کیا یہ لوگ واقعی سمندر کے نیچے میٹنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"ہاں! اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"آخر وہ کیا میٹنگ ہے... جس کی خاطر اس قدر پاپڑ بیلے جا رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خدا کا شکر ہے... اس وقت ہمارے ساتھ پروفیسر انکل نہیں ہیں، ورنہ پاپڑ کا نام سن کر ان کی بھوک چمک اٹھتی۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"بے کوئی تک اس بات کی۔" فرزانہ جل گئی۔

"اچھا بھئی... لڑ نہ پڑنا، کہیں یہاں سے بھی نکلنا پڑ جائے۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

"اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔"

"لیکن اس طرح سسپنس ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا... ہم تمام زندگی یہی سوچتے رہیں گے... کہ سمندر کے نیچے آخر کیا میٹنگ ہوئی تھی... میٹنگ کرنے والے کون لوگ تھے... وغیرہ۔" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"لیکن آپ پریشان کیوں ہو گئے۔"

"میں پریشان اس خیال سے ہو گیا ہوں کہ کہیں یہ ہمارے خلاف کوئی سازش نہ ہو۔"

"کوئی بات نہیں... پہلے کیا کوئی کم سازشیں ہوئی ہیں

ہمارے خلاف... ایک اور سہی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"بہت دلیر نظر آ رہی ہو... خیر تو ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"بھئی تمہیں کس نے روکا ہے... تم بھی دلیر نظر آنے لگو۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

اچانک سیڑھیاں ختم ہو گئیں... اور ایک دروازہ نظر آنے لگا۔ انہوں نے دیکھا... وہ دروازہ ایک بہت بڑی لانچ میں تھا... وہ اس کو عبور کر کے آگے بڑھے تو برآمدے میں چلا پڑا... پھر یہ برآمدہ انہیں ایک بہت بڑے ہال میں لے آیا... جیسے وہ کسی بہت بڑی عمارت کا ہال ہو... لیکن یہ ہال تھا ایک لانچ کا... ایک لانچ میں اتنا بڑا ہال بھی ہو سکتا ہے... یہ بات بھی ان کے لیے کم حیرت کی نہیں تھی...

جونہی وہ ہال میں داخل ہوئے... بہت زور سے اچھلے... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس ہال میں پروفیسر داؤد اور خان رحمان موجود ہوں گے... یہی نہیں... وہاں تو شوکی برادرز بھی موجود تھے اور انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ بھی موجود تھے... ادھر انہیں دیکھ کر بہت زور سے اچھلے... پھر جلدی جلدی ایک دوسرے سے گلے ملے...

"یہ سب کیا چکر ہے... آپ لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہی سوال تو ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور ہم بھی آپ سے یہی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔" شوکی بول پڑا۔

"گویا ہم سب ایک دوسرے سے بس یہی ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"خیر... پہلے میں بتا دیتا ہوں۔"

"لیکن اس سے پہلے آپ لوگ اطمینان سے بیٹھ تو جائیں... کچھ کھا پی تو لیں۔" آصف نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں... نیک مشورہ ہے۔" پروفیسر داؤد نے جلدی سے کہا۔

"لیکن آپ تو پہلے سے یہاں موجود ہیں... آپ تو کھا پی چکے ہوں گے۔"

"تو کیا ہوا، میں تم لوگوں کے ساتھ ایک بار پھر کھا لوں گا... یہاں کی چیزیں بہت مزے کی ہیں۔"

"وہ تو آپ ویسے بھی کھا سکتے تھے انکل... یہاں کون سا پابندی ہے... کھانے کا کمرہ الگ ہے... اس میں ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں... کسی وقت بھی کچھ بھی کھا سکتے ہیں۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

''بھئی اس طرح اکیلے کھانے کا مزا نہیں آتا... اب یہ لوگ آگئے ہیں تو ان کے ساتھ دو چار لقمے کھا لوں گا۔''

''چلیے پھر پہلے کچھ کھا لیا جائے... ویسے کیا آپ لوگوں نے کھانے سے پہلے اطمینان کر لیا تھا کھانا حلال چیزوں سے تیار کیا گیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''اس سلسلے میں ہم نے صرف یہ احتیاط کی تھی کہ کسی بھی قسم کا گوشت استعمال نہیں کیا... جس پینے کی چیز میں الکحل کا امکان نظر آیا، اس کو بھی ہاتھ نہیں لگایا... مطلب یہ کہ ہم نے صرف سبزیاں، چاول، روٹی اور سلاد وغیرہ سے کام چلایا۔''

''تب تو ٹھیک ہے... آیئے پروفیسر صاحب۔''

کھانے سے فارغ ہو کر وہ پھر سب کے درمیان آ بیٹھے۔

''کیا اب میں پہلے اپنی کہانی سناؤں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں بالکل...''

انہوں نے جو کچھ گزری تھی کہہ سنائی... ان کے خاموش ہونے پر انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

''حیرت ہے... یہ لوگ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔''

''اب آپ بتائیں... آپ یہاں تک کیسے آئے۔''

''ہمارے ساتھ انہوں نے ایک بالکل سیدھا سادا طریقہ اختیار کیا... انہوں نے بتایا کہ ایک مہم کے سلسلے میں انسپکٹر جمشید کی

خدمات حاصل کی گئی ہیں... انہوں نے کام کرنے کی حامی بھر لی ہے.. کیا آپ اس مہم میں ان کا ساتھ دینا پسند کریں گے، میں نے کہا... ضرور کیوں نہیں، لیکن پہلے معلوم تو ہو... وہ کہاں ہیں... کس حال میں ہیں۔''

اس پر انہوں نے صدر صاحب سے میری بات کرا دی... صدر صاحب نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ آپ لوگ ان کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں اور روانہ ہو رہے ہیں... سو ہم ان کے ساتھ چل پڑے... لیکن اب معلوم ہوا... صدر صاحب کی آواز کی نقل کی گئی تھی... صدر صاحب نے ہمیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا... ہاں اتنا ضرور ہے، یہ بات ان لوگوں نے یہاں آ کر بتائی... اور یہ بھی بتایا کہ آپ کو جلد از جلد یہاں بھیجنے والے ہیں، ان حالات میں ہم ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے... بس ہم یہاں آگئے اور آپ لوگوں کا انتظار شروع کر دیا۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

''اور جمشید... مجھے اور پروفیسر داؤد کو بھی یہی بتایا گیا... کہ ایک مہم کے سلسلے میں دونوں پارٹیاں ایک جگہ جمع ہو چکی ہیں... اور آپ لوگوں کو یاد کر رہی ہیں۔ ہم نے ان کی بات کی تصدیق کے لیے آپ لوگوں کو فون کیے... لیکن کسی نے فون نہ اٹھایا... یہاں تک کہ گھر کے کسی اور فرد نے بھی فون نہ سنا... اس پر ہم کیا کر سکتے تھے، ان کے

ساتھ چل پڑے... بعد میں معلوم ہوا... یہ ان کی چال تھی... آ
لوگوں کے فون کی لائنیں ان لوگوں نے جام کرا دی تھیں... نہ جا
کیسے... بہرحال اب ہم یہاں موجود ہیں... جب ہم یہاں پہنچے تو
لوگ آ چکے تھے، انہیں یہاں دیکھ کر ہم نے اطمینان کا سانس لیا تھا...
ہے ہماری کہانی۔"

"اب رہ گئے شوکی برادرز... تم لوگوں کے ساتھ انہوں
کیا کیا۔"

"ہمارے ساتھ اور بھی سادہ طریقہ اختیار کیا... ایک شری
صورت آدمی ہمارے دفتر آیا... وہ ایک بڑی کار میں آیا تھا، اس
ایک بالکل سادہ انداز میں بتایا کہ اسے ایک گھریلو مسئلہ درپیش ہے
اس کے گھر سے چیزیں چوری ہو جاتی ہیں... بس وہ پولیس کے علم
لائے بغیر چور کو پکڑنا چاہتا ہے... کیونکہ ہو سکتا ہے چور گھر کا کوئی
ہو، اب یہ بالکل سادہ سا کیس تھا، ہم نے فوراً رضامندی ظاہر کر دی
نصف فیس پہلے ہی وصول کر لی... اور اس کے ساتھ کار میں ر
ہوئے... کار بڑی تھی... آگے وہ صرف خود بیٹھا اور پچھلی سیٹوں
ہمیں بٹھایا... پھر کار کا اگلا حصہ ایک شیشے کی دیوار کے ذریعے
ہو گیا... کار کے دروازے خود بخود بند ہوئے تھے اور شیشے چڑھ
تھے... جیسا کہ عام طور پر آج کل کی جدید کاروں میں یہ نظام ہوتا
اس کے بعد ہم نے ایک گیس کی بو محسوس کی تھی اور پھر ہمیں کچھ پتا نہ

یہاں پہنچے تو ہوش آ چکا تھا اور ان حضرات کو دیکھ کر ہم نے سکون کا سانس لیا تھا کہ چلو کوئی بات نہیں... اپنے ساتھی بھی یہاں موجود ہیں تو کیا غم ہے۔"

شوکی یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"سوال یہ ہے کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

عین اس لمحے قدموں کی آواز ابھری... ہال کا دروازہ کھلا اور ایک شخص لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا... وہ کچھ اس بے ہنگم طریقے سے اندر آیا تھا کہ سنبھل نہ سکا اور دھڑام سے اوندھے منہ گرا... اس کے پیچھے آنے والے ساتھی زور سے ہنس پڑے... وہ اٹھا تو اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے۔

"م... معاف... کیجئے گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ کس بات کی معافی مانگ رہے ہیں... اور کس سے مانگ رہے ہیں... ہم سے یا اپنے پیچھے آنے والوں سے۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"م... میں... آپ لوگوں سے۔"

"لیکن ہمیں تو آپ نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی... گرنے کی وجہ سے تکلیف تو خود آپ کو پہنچی ہے... لہٰذا معافی کا کیا سوال۔"

"او... معاف کیجئے گا... آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔" اس

نے اور زیادہ گڑبڑا کر کہا۔
"اب ایک بار اور آپ نے معافی کس بات کی مانگی۔"
فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔
"وہ جی... جی بس... یونہی۔"
"خیر کوئی بات نہیں... تشریف لایئے... آپ سے مل کر
خوشی ہوئی... اگرچہ ابھی آپ سے تعارف نہیں ہوا۔"
"یہ مسٹر ہز بنگ ہیں... ہماری ٹیم کے انچارج۔" پیچھے آنے
والے ایک شخص نے طنزیہ انداز میں تعارف کرایا۔
"جی... کیا فرمایا... مسٹر ہز بونگ۔" آفتاب کے لہجے میں
حیرت تھی۔
"آپ نے غلط سمجھا... ہز بونگ نہیں... ہز بنگ۔"
"اور میرے نائب ہیں... مسٹر شونگ۔" ہز بنگ نے
تعارف کرایا۔
"اور آپ کے ساتھ دو ساتھی اور بھی تو ہیں۔"
"ان کے نام مسٹر نام اور ہام ہیں۔"
"خوشی ہوئی آپ سے مل کر... آپ لوگ یہاں کس سلسلے
میں آئے۔"
"یہ تو ہمیں معلوم نہیں... ہمیں تو بس... ایک طرح سے
یہاں بلیک میل کر کے لایا گیا ہے... گویا ہم یہاں آنے پر مجبور ہو گئے

تھے... ابھی یہ لوگ خود ہی بتائیں گے کہ ہمیں کیوں لایا گیا ہے..."
"کون لوگ بتائیں گے..." آصف نے پوچھا۔
"جی... جو لوگ یہاں لائے ہیں... اور کون؟"
"ہوں جواب معقول ہے۔"
"اب آپ لوگ اپنا تعارف کرا دیں۔"
"ہمارا تعلق پاک لینڈ سے ہے... میں انسپکٹر جمشید ہوں...
یہ انسپکٹر کامران مرزا۔" وہ تعارف کراتے چلے گئے۔
"خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر... میرا حلق سوکھ رہا ہے
اور مارے بھوک کے برا حال ہے... یہاں کچھ کھانے پینے کو ہے۔"
"ایک پورا کمرہ ایسی چیزوں سے بھرا پڑا ہے..."
"تب تو ہوئی عیش... دوستو! میں تو چلا کھانے کے کمرے
میں... تم لوگوں کو میرا ساتھ دینا ہے، دو... ورنہ ان لوگوں کے پاس
بیٹھو۔"

"یہ تو اپنا بھائی لگتا ہے۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔
ہز بنگ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور بولا:
"آپ نے کیا کہا۔" یہ جملہ اس نے اردو میں کہا۔
وہ اچھل پڑے...
"اوہو! تو آپ کو اردو آتی ہے۔"
"بس واجبی سی... کسی زمانے میں مجھے دوسرے ملکوں کی

اسی وقت قدموں کی آواز گونج اٹھی... اس بار تین آدمی اندر داخل ہوئے... وہ لمبے تڑنگے اور گورے رنگ کے تھے... ان کے چہروں پر فخر اور غرور بے تحاشا تھا، ان لوگوں پر نفرت بھری نگاہ ڈال کر کرسیوں کی طرف بڑھے اور کوئی بات کیے بغیر بیٹھ گئے۔

"آپ لوگوں کی تعریف۔"

"آپ جیسے لوگوں سے ہم اپنا تعارف کیوں کرائیں... آپ مشرقی لوگ اس قابل کہاں۔" ان میں سے ایک نے فخر کے عالم میں کہا۔

"یہاں چند خراب مغربی بھی ہیں... ان سے اپنا تعارف کرادیں۔" انسپکٹر جمشید نے برا مانے بغیر کہا۔

"ان لوگوں نے تعارف کے لیے کہا نہیں..."

"اوہو! ایسی کوئی بات نہیں جناب! آپ شوق سے تعارف کرائیں۔" شوسنگ مسکرایا۔

"آپ کی تعریف۔" آنے والے نے با اخلاق لہجہ اختیار کیا۔

"میں شوسنگ ہوں... یہ میرے ساتھی ہیں... اور ہمارے انچارج اندر کھانے پینے کے لیے گئے ہیں... انہیں ہز بگ کہا جاتا ہے۔"

...کافی زوردار نام ہے۔"

"وہ خود بھی زوردار ہیں... آپ ملیں گے تو خوش ہوں گے، ویسے ہمارا تعلق انشارجے سے ہے۔"

"اوہو اچھا..." اب اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اب تو آپ اپنا تعارف کرا سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں... میں نے تو ان لوگوں کو دیکھ کر ایسا کہا تھا... دراصل میں مشرقی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔"

"لیکن یہ عام مشرقی نہیں ہیں... یہ انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ ہیں... ان کا تو کافی نام ہے۔"

"ہوگا... مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"خیر... آپ کا نام۔"

"میں سانتا ہوں... یہ میرے ماتحت... مسٹر شراٹ اور جیکو ہیں، ونتاس سے تعلق ہے۔"

"اوہ ہاں! کیوں نہیں... آپ کا تو اپنے ملک میں بہت شہرہ ہے... سنا ہے... بڑے بڑے آپ کے آگے پانی بھرتے ہیں۔"

"لیکن ہم یہاں کیوں جمع ہیں... خاص طور پر ان لوگوں کو کیوں لایا گیا ہے۔"

"جو ہستی ہماری یہاں موجودگی کا سبب بنی ہے... اس سوال کا جواب وہ دے گی۔"

"اور وہ کون ہے۔"

"ہمیں کیا معلوم... ہم تو بس ایسے حالات کا شکار ہو گئے تھے کہ اس کے حکم پر یہاں آنا پڑا..."

عین اس لمحے اندرونی دروازہ کھلا اور مسٹر ہڑ بنگ لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا اور گرتے گرتے بچا۔

"ہم معاف کیجئے گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا... ساتھ ہی اس کی نظر نئے آنے والوں پر پڑی۔

"آپ لوگوں کی تعریف؟"

"دناس سے ہیں..."

"آہا! تب تو نام بتانے کی ضرورت نہیں... میں خود بتا دوں گا... یہ ضرور مسٹر سانتا ہیں اور یہ ان کے ماتحت شرات اور جیکو ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔"

اب وہ گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ملے...

"اچھا ہوا آپ لوگ بھی آ گئے... خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"لیکن ان لوگوں کی موجودگی مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے۔" سانتا نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"کوئی بات نہیں... ہم سب کو اپنا اپنا کام کرنا ہے... ا

سے کیا غرض کہ اس مہم میں کون کون شامل ہیں۔"

"گویا آپ کو اندازہ ہے... یہ مہم کس قسم کی ہے... اور کون ہمیں یہاں لایا ہے۔" سانتا نے چونک کر کہا۔

"نہیں جناب! مجھے نہیں معلوم... یہاں موجود لوگوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں..."

ایسے میں قدموں کی آواز ابھری...

"شاید کوئی چوتھی پارٹی آ گئی۔" سانتا بڑبڑایا۔

سب کی نظریں ہال کے دروازے کی طرف اٹھ گئیں... دو آدمی اور چلے آ رہے تھے۔

"آہا! یہ تو مسٹر براٹ اور ہنری ہیں... برانائن سے۔"

"خوب پہچانا مسٹر... سوری... میں تو آپ کو نہیں پہچانتا۔" آنے والے نے کہا۔

"میں ہڑ بنگ ہوں... انشاریہ سے۔"

"حیرت ہے... آپ کا نام تو سنا ہوا نہیں لگتا۔"

"خفیہ والوں کے نام بھی خفیہ ہی ہونے چاہئیں۔" ہڑ بنگ مسکرایا۔

پہلی بار انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی طرف چونک کر دیکھا.. اس سے پہلے وہ بالکل بے وقوف سا آدمی نظر آیا تھا.. لیکن اب انہیں یوں لگا... جیسا وہ نظر آتا ہے، وہ ایسا ہے نہیں۔

"ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔"

"لانے والا ہی بتائے گا اور میرا خیال ہے... وہ ابھی تک یہاں نہیں آیا۔"

"اور مجھے یہاں آنے کی ضرورت بھی نہیں..."

ہال میں ایک کھردری سی آواز گونجی... وہ بری طرح اچھلے...

☆...☆...☆

پراسرار سفر

"ارے! یہ آواز کہاں سے آئی۔"

"میری آواز اس پوری لانچ میں ہر جگہ سنی جا سکتی ہے... لیکن میں خود لانچ پر نہیں ہوں... آپ لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا سبب میں بنا ہوں... مجھے آپ لوگوں سے کام ہے... کام معمولی نوعیت کا نہیں ہے... آپ سب کسی نہ کسی مجبوری کی بنا پر آئے ہیں... یعنی آپ یہاں آنے پر مجبور تھے... اس مجبوری کے تحت میں آپ لوگوں سے کام لے سکتا ہوں... اور کام لے کر آپ کو فارغ کر سکتا ہوں... لیکن میں ایسا نہیں کروں گا... آپ کی مجبوری سے بس اس حد تک فائدہ اٹھاؤں گا کہ آپ کو کام پر مجبور کر دیا ہے... کہنے کا مطلب یہ کہ میں آپ کو آپ کے کام کا پورا پورا معاوضہ ادا کروں گا۔"

"لیکن ہم معاوضے پر کام نہیں کرتے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہی تو بتا رہا ہوں... آپ لوگ کرتے تو نہیں... اور میں معاوضے پر کراؤں گا بھی نہیں، وہ تو آپ کا انعام ہوگا۔"

"ہم انعامات لینے کے عادی نہیں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"اوہو! آپ لوگ نہ لیجیے گا... آپ کے حصے کا انعام ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے۔" ہزبنگ نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا۔" سائٹا نے فوراً کہا۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں۔" برائٹ بولا۔

"یہاں اس وقت چار پارٹیاں ہیں... پاک لینڈ کی تینوں پارٹیوں کو اگر ایک پارٹی خیال کر لیا جائے... کیوں انسپکٹر جمشید... آپ کو ایک پارٹی خیال کیا جائے یا نہیں۔"

"ایک... ہم ایک ہیں... پوری مسلمان قوم ایک ہے... بلکہ ایک جسم کی مانند ہے۔"

"بس تو پھر یہاں چار پارٹیاں ہیں... آپ چاروں کو ایک ٹیم کی طرح کام کرنا ہے اور اس مہم کو انجام دینا ہے۔"

"کس مہم کو۔" ہزبنگ نے منہ بنایا۔

"ابھی وضاحت کرتا ہوں... اور اس معاوضے کے بارے میں بھی بتاتا ہوں جو آپ کو ملے گا... بلکہ پہلے معاوضہ سن لیں... آپ میں سے ہر ایک کو ایک ایک کروڑ ڈالر ملیں گے۔"

"کیا... اتنا بڑا معاوضہ۔" وہ چلا اٹھے... لیکن چلانے والوں میں انسپکٹر جمشید وغیرہ نہیں تھے۔

"ہاں بالکل... اور یہ کوئی زبانی بات نہیں ہے... اگر آپ لوگ پسند کریں تو اس کی ضمانت بھی دی جا سکتی ہے۔"

"ضمانت... بھلا آپ ضمانت کس طرح دلوا سکتے ہیں۔" ہزبنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے... آپ پسند کریں تو آپ کے ملک کا صدر آپ سے کہے گا... اس معاوضے کی ضمانت میں آپ کو دیتا ہوں۔"

"دیکھیے جناب! ہم آپ کو نہیں جانتے... آپ کون ہیں، کیا ہیں، یا آپ کا تعلق کس ملک سے ہے، لہٰذا یہ ضمانت دلوا ہی دیں۔"

"اگرچہ اس کی ضرورت نہیں... آپ لوگ میرا کام کرنے پر مجبور ہیں... پھر بھی میں ضمانت دے دیتا ہوں... یہاں فون موجود ہے... اپنے اپنے صدر کو فون کر لیں اور ضمانت لے لیں۔"

"لیکن کیا کہہ کر؟" سائٹا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"صرف یہ کہ ہم جس شخص کے لیے اس وقت کام کرنے پر مجبور ہیں... وہ کام مکمل ہونے پر ایک کروڑ ڈالر فی پارٹی معاوضہ دینے کی بات کر رہا ہے... کیا ہم اس کی بات پر اعتبار کر لیں... کیا آپ ضمانت دیتے ہیں۔"

"اوہ اچھا... ہم ایسا ضرور کریں گے۔" برائٹ نے خوش ہو کر کہا۔

بڑ بنگ، سانگا اور براہٹ اٹھے اور فون کرنے لگے... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

"آپ فون نہیں کریں گے... انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا۔"

"جی نہیں... ہمیں آپ کے معاوضے کی ضرورت نہیں۔"

"تک... کیا کہہ رہے ہیں انکل۔" اچانک شوکی بول اٹھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو شوکی۔"

"آپ کو معاوضے کی ضرورت نہیں... لیکن ہمیں ہے۔"

"اوہ ہاں شوکی، لیکن سوچ لو۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی کیا فرمایا... سوچ لیں۔"

"ہاں! سوچ لو شوکی۔" کہیں معاوضہ مہنگا نہ پڑ جائے۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے۔" شوکی نے کہا اور اٹھتے ... گیا۔

"کیا ٹھیک ہے۔" آواز آئی۔

"بس... ہمیں نہیں چاہیے معاوضہ۔"

"آپ لوگ عجیب ہیں۔"

"عجیب کے ساتھ ہم دراصل غریب ہیں۔" شوکی نے

بتایا۔

باقی مسکرا کر رہ گئے...

"حیرت ہے، کمال ہے۔" اچانک انسپکٹر جمشید بری طرح چونک کر بولے۔

"جی کس بات پر حیرت ہے، کمال ہے۔" فرزانہ نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

ساتھ ہی انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف نظریں دوڑائیں... وہ بھی سخت حیرت زدہ نظر آئے۔

"بس... کچھ نہیں... یونہی منہ سے نکل گیا۔" انہوں نے فوراً کہا۔

وہ سمجھ گئے کہ اپنی حیرت کی وضاحت ان لوگوں کے سامنے کرنا نہیں چاہتے... لہٰذا انہوں نے بھی چپ سادھ لی۔

"میں کہہ چکا ہوں... میرے ملک کے صدر نے پورا اطمینان دلایا ہے۔"

"اوہ... یہی معاملہ میرے ساتھ ہوا ہے۔" سانگا بولا۔

"اور میرے صدر نے بھی پوری طرح اطمینان دلایا ہے۔"

"کمال ہے... مسٹر باس آخر آپ کیا چیز ہیں۔"

"بس دوستو... اس چکر میں نہ پڑنا... اب اگر آپ لوگ آرام کرنا چاہتے ہیں تو آج کا دن آرام کر سکتے ہیں... کل سے آپ

لوگ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"یہ زیادہ اچھا رہے گا۔" سانتا نے فوراً کہا۔

"لیکن ہم آرام نہیں کرنا چاہتے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن جناب! یہ تینوں پارٹیاں آرام کرنا چاہتی ہیں... لہٰذا آپ کو ان کی بات ماننا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی۔" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اب کل بات ہوگی۔"

وہ دن انہوں نے سو کر اور جاگ کر گزارا... وہ ایسے کہ نمازوں کے اوقات میں وہ جاگتے رہے... جب کہ دوسری تینوں پارٹیاں گھوڑے بیچ کر سوتی رہیں... آخر دوسرے دن جب وہ ناشتے سے فارغ ہو گئے اور کچھ دیر آرام سے سمندری مخلوق کو دیکھتے رہے تو تب کہیں جا کر آواز آئی:

"اب آپ لوگ کام کے لیے تیار ہو جائیں... یہی لانچ آپ کو اس مقام تک لے کر جائے گی... جہاں وہ کام آپ شروع کریں گے۔"

"کام کیا ہے؟"

"ایک چوری کا سراغ لگانا ہے، آپ لوگوں کو۔"

"کیا کہا... آپ نے... چوری کا سراغ... یہ کیا کام ہوا...

چوری کے سراغ تو عام آدمی لگا لیتے ہیں... اس کے لیے ہمیں بلانے کی کیا ضرورت تھی... وہ بھی اتنے زبردست انتظامات کے ساتھ۔"
ہربنگ نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ کو معلوم نہیں مسٹر ہربنگ۔" آواز آئی۔

نہ جانے کیوں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے۔

"مجھے معلوم نہیں... کیا معلوم نہیں...؟" ہربنگ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! آپ کو معلوم نہیں... کہ چوری کس چیز کی ہوئی ہے، اور کس قسم کی ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے...."

"تو آپ بتا دیں نا۔"

"آپ لوگ وہاں پہنچ ہی رہے ہیں... جس حد تک بات آپ کو بتائی جا سکتی ہے، وہ بتا دی جائے گی... باقی کام آپ خود کریں گے۔"

"بہت بہتر۔"

اور پھر ان کی لانچ روانہ ہوئی... ان کا یہ سفر تین گھنٹے کا ثابت ہوا... پھر انہوں نے خود کو ایک ساحل پر پایا... وہ لانچ سے اتر آئے۔۔

"اس جگہ سے گاڑی آپ کو لے کر جائے گی۔"

"کافی پر اسرار سفر ہے۔" سانتا مسکرایا۔

"جی ہاں! یہ تو ہے۔"

"جب آپ اتنے انتظامات کر سکتے ہیں تو خود چوری کا سراغ کیوں نہیں لگا لیتے۔"

"اپنا اپنا کام ہوتا ہے..." ہنس کر کہا گیا۔

"گویا آپ ہمارے ساتھ ساتھ ہیں۔"

"میں نہیں... صرف میری آواز... میں ہیڈ آفس میں بیٹھ کر آپ لوگوں کو کنٹرول کروں گا اور آپ کی کارگزاری کا جائزہ لیتا رہوں گا۔"

"ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں مسٹر... اوہو... آپ نے تو ابھی تک اپنا نام بھی نہیں بتایا۔"

"مجھے آپ ماسٹر کہہ لیں۔"

"اچھا... ہاں تو ماسٹر... اگر ہم اس چوری کا سراغ نہ لگا سکے۔"

"اس صورت میں آپ لوگ زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔" سرد ترین آواز میں کہا گیا۔

"اوہ... تین نہیں۔" سب کے سب ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! آپ سب کو اس چوری کا سراغ لگانا ہوگا... ورنہ موت کے منہ میں جانا ہوگا... آپ بس اسی صورت میں زندہ رہ سکیں گے... جب اس چوری کا سراغ لگا لیں گے اور معاوضہ بھی وصول کر لیں گے۔"

اسی وقت ایک بڑی گاڑی وہاں آ کھڑی ہوئی... وہ سب اس میں بیٹھ گئے... جلد ہی انہوں نے پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹی سی وادی کو دیکھا... وہ اس وادی میں داخل ہو رہے تھے... پہاڑ بالکل عمودی تھے... اور نوکیلے بھی... انہوں نے اس قسم کی وادی پہلے بھی بہت دیکھی تھیں... لیکن یہ وادی ان سے مختلف اس لیے تھی کہ وادی بہت مختصر تھی اور نوکیلے پہاڑوں کی وجہ سے میناروں کے گرد گھری محسوس ہو رہی تھی... قدرتی میناروں کے گرد...

وہ دیر تک اس کو دیکھتے رہے... پھر وادی کے درمیان بہت بڑی عمارت کی طرف قدم اٹھانے لگے...

"یہی وہ عمارت ہے... جہاں آپ کو آنا تھا، اس عمارت میں سینکڑوں ویڈیو کیسٹس موجود تھیں... وہ سب کی سب کسی نے چرا لی ہیں... آپ کو ان کیسٹوں کا نہ صرف سراغ لگانا ہے... بلکہ ان کو واپس حاصل کرنا ہے۔"

"بس اتنا سا کام۔" ہرائٹ چہکا۔

"یہ اتنا سا کام نہیں ہے... بہت بڑا کام ہے..."

"آپ کے نزدیک ہوگا... ہمارے نزدیک نہیں... ہم تو چٹکی بجاتے ہی مجرم کو پکڑ لیں گے اور کیسٹس برآمد کر لیں گے... ویسے ان میں تھا کیا۔" سانتا نے جلدی جلدی کہا۔

"ویڈیو فلموں میں کیا ہوتا ہے۔"

"ان کیسٹوں میں آخر کوئی خاص بات ہوگی... جن کی تلاش
میں اتنے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں۔"
"وہ تو ظاہر ہے... بس آپ کو یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان میں
کیا تھا... آپ اس عمارت کا جائزہ لے لیں، ان ریکوں کو دیکھیں،
اور سراغ لگائیں... وہ کس نے چرائی ہیں۔"
"اچھی بات ہے... آپ بھی اندر چلیں... ویسے یہ مشر
لوگ بالکل خاموش ہیں... کچھ بول ہی نہیں رہے۔"
"آپ فکر نہ کریں... جب ہم اپنا کام شروع کریں گے
بولیں گے بھی۔" فاروق مسکرایا۔
اس کا جملہ سن کر باقی لوگ بھی مسکرا دیے... جب کہ مغر
پارٹیوں نے برے برے سے منہ بنائے...
اب وہ برامدے میں چل رہے تھے... بہت طویل برامدہ تھ
اس کے دونوں طرف کیسٹوں کے ریک تھے... بالکل خالی ریک...
"کیا ان سب میں کیسٹس تھیں۔"
"ہاں! سب میں۔" آواز آئی۔
"اتنی بہت سی کیسٹس... آخر وہ کس چیز کی تھیں۔"
"انسانی تاریخ کی تھیں۔" آواز سنائی دی۔
"کیا مطلب... انسانی تاریخ کی فلمیں؟" وہ چونک
بولے۔

"ہاں انسانی تاریخ کی فلمیں، دنیا کس طرح شروع ہوئی...
دنیا میں کیا کیا ہوا... کس طرح ترقی ہوئی..."
"ایسی فلموں کو چرانے کی کسی کو کیا ضرورت تھی۔" انسپکٹر
کامران مرزا بڑبڑائے۔
"یہی بات تو اب تک ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔"
"اور سب سے اہم بات اس کیس میں یہی ہے... یعنی چور کو
ان فلموں کی کیا ضرورت تھی۔"
"ہو سکتا ہے... وہ کسی عجائب گھر کو فروخت کرنا چاہتا ہو۔"
بنگ نے فوراً کہا۔
باقی لوگوں نے تائید میں سر ہلا دیے۔
"ہاں ٹھیک ہے، وہ خفیہ طور پر کسی ملک کو بھی یہ چیز فروخت
کر سکتا ہے... خیر اس پر بعد میں غور کریں گے کہ چور نے ایسا کیوں کیا
ہمارا اصل کام ہے چور تک پہنچنا اور اس سے کیسٹس وصول کرنا۔"
"میں اپنے ایک نمائندے کو بھیج رہا ہوں... آپ لوگ اس
سے تمام تفصیلات پوچھ سکتے ہیں... اور اب میں آپ لوگوں سے
رخصت ہو رہا ہوں۔" آواز آئی۔
"مطلب یہ کہ اب آپ ہم سے رابطہ نہیں رکھیں گے۔"
"نہیں... اب اس وقت رابطہ ہوگا... جب کیسٹس مل جائیں
گی، آپ کا کام ختم ہو جائے گا اور میں آپ کو معاوضہ دے کر رخصت

کروں گا۔'' آواز سنائی دی۔

''بہت خوب! جیسے آپ کی مرضی... لیکن اس بات کا بھی
امکان ہے کہ جن صاحب کو آپ بھیجیں گے، انہیں تمام باتیں معلوم نہ
ہوں۔''

''اس صورت میں وہ خود مجھ سے رابطہ کر کے جواب دے
گا۔''

''اچھی بات ہے... آپ کا شکریہ۔''

''شکریہ آپ لوگوں کا... اتنا تعاون کر رہے ہیں آپ۔''
اس نے ہنس کر کہا اور پھر آواز آنا بند ہو گئی...

آدھ گھنٹے بعد وہاں ایک دبلا پتلا چھوٹے سے قد کا آدمی
آ گیا۔ اس کے چہرے سے چالاکی ٹپک رہی تھی۔

''مجھے ماسٹر نے بھیجا ہے... آپ مجھ سے جو سوالات چاہیں
پوچھ سکتے ہیں... جب تک چاہیں مجھے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں... جب
آپ کہیں گے، میں جا سکتا ہوں، میں چلا جاؤں گا... پھر بلائیں گے،
پھر آ جاؤں گا۔''

''شکریہ جناب! تو ہم آپس میں فیصلہ کر لیں... آپ سے
سوالات کی ابتدا کون کرے گا۔''

''کیوں نہ ہم یہاں ایک طرف بیٹھ کر باتیں کریں...
کھڑے رہ کر باتیں کرنے کے لیے کسی نے نہیں کہا۔'' پروفیسر داؤد

نے برا سا منہ بنایا۔

''او ہاں... بالکل۔''

پھر وہ سب ایک بچھی کرسیوں پر بیٹھ گئے... کرسیوں کے
گرد ایک مستطیل میز بھی تھی...

''ہاں تو کون سی پارٹی ان سے سوال کرنا چاہتی ہے۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے... جس کے ذہن میں جو سوال
ابھرے کرتا چلا جائے... اور اپنا جواب نوٹ کرتا چلا جائے۔'' بر بنگ
نے منہ بنایا۔

''بالکل ٹھیک۔'' براٹ نے فوراً کہا۔

''لیکن میں چاہتا تھا... پہل ان لوگوں سے ہو۔'' سانتا نے
منہ بنایا۔

''کوئی حرج نہیں... ہم پہل کر لیتے ہیں... شوکی پہلا سوال
تم کرو گے۔''

''جی اچھا! آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا جناب۔''
شوکی نے کہا۔

''او ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا... میرا نام باجان ہے۔''

''خوب! مسٹر باجان... آپ کے کتنے بچے ہیں۔'' شوکی
نے پہلا سوال کیا۔

اس پر سب نے ایک زوردار قہقہہ لگایا... لیکن اس کے

ساتھیوں نے اس قہقہے میں ان کا ساتھ نہیں دیا... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے چہروں پر کوئی ناگواری بھی نہ ابھری... البتہ باقی ساتھیوں نے برے برے منہ ضرور بنائے کہ یہ شوکی نے کیا سوال پوچھا۔

"یہ کیا سوال ہوا؟" باجان نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی آپ نے کہا تھا... آپ جو سوال پوچھیں گے، میں جواب دوں گا۔" شوکی نے منہ بنایا۔

باجان کا رنگ اڑ گیا...

"واقعی... مجھ سے غلطی ہوئی... میرے تین بچے ہیں۔"

"شکریہ! کیپسلز یہاں کس کے قبضے میں ہوتی تھیں؟"

"مسٹر ہابن کے قبضے میں... وہ اپنے بیٹے کو ان کا چارج دینے کے لیے ہال میں داخل ہوئے تھے... خالی ریک دیکھتے ہی ان کا ہارٹ فیل ہو گیا... ویسے وہ تھے بھی مرنے کے قریب... یہ حادثہ پیش نہ آتا تو بھی ایک آدھ دن میں مرنے والے تھے۔"

"ان کیپسلز کے انتظامات میں یہاں ان کے ساتھ اور کون کون شامل ہے؟"

"یہی تو مشکل ہے... کوئی بھی شامل نہیں تھا... اس بار کے وہ اکیلے انچارج تھے... اور موت سے پہلے اپنے بیٹے کو انچارج بنانا چاہتے تھے۔"

"یہ کیا بات ہوئی جناب! اتنی بہت سی کیپسلوں کے وہ اکیلے انچارج تھے۔" سانتا نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... وہ اکیلے انچارج تھے، ان کیپسلوں کا انچارج ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔"

"خیر! ان کے بیٹے کہاں ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"وہ غم سے نڈھال ہیں... اپنی رہائش گاہ پر ہیں۔"

"ہماری ان سے ملاقات کرائی جائے... جب تک ان سے بات نہیں کر لیتے، کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائیں گے۔" ہز ہنگ نے فوراً کہا۔

"ان سے آپ کی ملاقات ضرور کرائی جائے گی... اپنے ڈیڈ کی موت کی خبر اور ان کیپسلز کی گمشدگی کی خبر انہوں نے انٹارجہ کے صدر کو دی تھی... صدر نے صاف کہہ دیا... یہ ان کا معاملہ نہیں ہے... ان کیپسلز کی حیثیت سرکاری نہیں ہے... غیر سرکاری ہے... یہ کیپسلز ہابن خاندان کی کیپسلز ہیں... ان کے خاندان ہی کی سالہا سال سے چلی آ رہی ہیں... لہٰذا وہ اس سلسلے میں پولیس کو رپورٹ کریں... پولیس ان کے لیے جو کچھ کر سکتی ہے، ضرور کرے گی... ذاتی طور پر وہ کچھ نہیں کر سکتے... ہابن خاندان نے اس بات کی کوئی پروا نہیں کی... کیونکہ ان کے اپنے بے شمار وسائل ہیں... اور ان کے پاس بے تحاشا دولت ہے... لہٰذا انہوں نے یہ سارا انتظام اپنے طور پر کیا ہے۔"

باجان انہیں تفصیل سناتا چلا گیا۔

"ہوں... خیر... سب سے پہلے ماسٹر کے بیٹے سے بات کریں گے۔" ہرائٹ نے کہا۔

"اب وہ خود ماسٹر ہیں... ماسٹر کے مرنے کے بعد ان کا بیٹا ماسٹر بن جاتا ہے... ویسے ان کا نام روڈی ہے۔"

"چلیے پھر... پہلے روڈی سے ملوائیں۔"

"آپ کو گاڑی میں چلنا پڑے گا... فاصلہ اتنا کم نہیں ہے۔"

"لے چلیں پھر۔"

"اچھی بات ہے۔"

جلد ہی وہ ایک بڑی گاڑی میں سفر کر رہے تھے... اس گاڑی میں بیٹھے بیٹھے وہ اس وادی میں بہت دور نکل آئے... پھر کہیں جا کر انہیں ایک عمارت نظر آئی... عمارت کے دروازے پر کوئی نہیں تھا۔ دستک دی گئی... فوراً آواز ابھری:

"اندر چلے آئیں۔" آواز غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

وہ اندر داخل ہوئے... یہ ایک محل نما عمارت تھی، اس کے برآمدے میں چلنے کے بعد وہ ایک کمرے پر پہنچ گئے... ان کے پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا... وہ اندر داخل ہوئے۔

اندر انہیں ایک نوجوان بستر پر نظر آیا... اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ بہت دیر تک روتا رہا ہے۔

"آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں! جناب! آپ ساری بات تفصیل سے سنائیں۔"

"اچھی بات ہے... میرے ڈیڈ نے چند روز پہلے مجھ سے کہا کہ وہ مرنے والے ہیں... ڈاکٹروں کی ٹیم نے انہیں جواب دے دیا ہے... اور یہ کہ وہ اپنی کچھ خاندانی کیپسولز میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں... خاندان کا سربراہ اپنی اولاد کو وہ کیپسولز مرنے سے پہلے سونپتا رہا ہے، لہٰذا وہ بھی آج ایسا ہی کریں گے... وہ مجھے لے کر اس ہال میں پہنچے جس میں ریک لگے ہوئے تھے... اور پھر ایک خالی ریک دیکھ کر ان پر دورہ سا پڑا... وہ اسی وقت ختم ہو گئے... بس کہانی تو صرف یہ ہے۔"

"انہوں نے بتایا تھا... ان کیپسولز میں کیا ہے۔"

"ان میں خاندانی قسم کے راز تھے..."

"اتنی بہت سی کیپسولز میں خاندانی راز... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ ابھی مجھے کچھ بتانے نہیں پائے تھے کہ ان پر دورہ پڑ گیا۔"

"گویا آپ ان کیپسولوں کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"تب پھر آپ یہ بتائیے... ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔"

"یہ میں نہیں جانتا... آپ کو بس یہ کام کرنا ہے... مجھے وہ کیسٹس لا کر دینا ہوں گی۔"

"آپ ایک سوال کا جواب دیں۔" ایسے میں شوکی نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"ضرور... کیوں نہیں۔"

"ان کیسٹس کو تیار کون کرتا تھا..."

"تیار کون کرتا تھا۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"وہ ویڈیو فلمیں خود بخود تو بن نہیں جاتی ہوں گی۔"

"ہاں! کچھ لوگ ان کے لیے یہ کام کرتے رہے ہیں۔" اس نے مجبوراً کہا۔

"خوب! تب آپ ہمیں ان سے ملوائیں۔"

"میں چاہتا تھا... آپ ان سے ملے بغیر کیسٹس کا سراغ لگائیں۔"

"سوری سر... یہ نہیں ہو سکتا۔" ساتا نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے... بابا جان... انہیں ان لوگوں کے پاس لے جاؤ... اور ہاں... آپ کو اس وقت اگر مجھ سے اور کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لیں... ورنہ پھر آنے جانے میں وقت صرف ہو گا۔"

"اگر آپ صرف یہ بتا دیں کہ ان کیسٹوں میں تھا کیا تو ہم چور کو آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"بتا چکا ہوں... وہ ہماری خاندانی کیسٹس ہیں۔"

"معاف کیجیے گا جناب۔" ایسے میں فاروق بول اٹھا۔

"معافی کس بات کی مانگ رہے ہیں آپ۔" رودی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم نے اس ہال کو دیکھا ہے... اور اس میں لگے ہوئے ریکوں کا بھی جائزہ لیا ہے... وہاں تو سینکڑوں کیسٹس آ سکتی ہیں... آخر آپ کے خاندانی راز کتنے لمبے چوڑے ہیں... جو اتنی کیسٹوں میں آتے ہیں... اور یہ کتنے عرصے کے ہیں۔"

"کبھی خاندانی راز اس وقت تک خاندانی رہتا ہے... جب تک اس کے بارے میں بتایا نہ جائے... اور آپ مجھ سے ان کیسٹوں کا راز جاننا چاہتے ہیں... یہ کیسے ممکن ہے... کہ راز آپ کو بتا دیا جائے... مہربانی فرما کر آپ ان کیسٹس کا سراغ لگائیں... اور بس... اور کیسٹس واپس حاصل کریں... اپنا انعام لیں اور اپنے اپنے ملک کو سدھار جائیں۔"

"اچھی بات ہے... ہمیں ان لوگوں سے ملایا جائے... جو فلم بناتے رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے... اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ یہ حرکت

ان میں سے کسی کی ہے، اس لیے کہ وہ تو اس طرف آ ہی نہیں سکتے..."

"کس طرف؟"

"اس ہال کی طرف... میرا مطلب ہے... ان میں سے کوئی ہال کی طرف نہیں آ سکتا۔"

"آخر کیوں۔"

"یہ ہال ایسی ہی جگہ ہے... وہاں ماسٹر خاندان کے سوا کوئی نہیں آ جا سکتا۔"

"خیر! یہ آپ کا خیال ہے... اس لیے کہ کوئی تو وہاں گیا ہے، تبھی کیپسلز چوری ہوئی ہیں۔" سانتا نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بات ہے... اور میں اس چور کو ہی پکڑنا چاہتا ہوں۔"

"میری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ آپ نے ہم لوگوں کو جمع کرنے کے لیے اس قدر بڑے پیمانے پر انتظامات کس طرح کر لیے۔"

"ہم لوگ کوئی چھوٹے موٹے مال دار لوگ نہیں ہیں... خاندانی بڑے لوگ ہیں... ہماری دولت کے بارے میں آج تک بھی نہیں جان سکے کہ کتنی ہے... لہٰذا اشارجہ کی حکومت ہمارے راستے میں آنکھیں بچھاتی ہے... کئی بڑے بڑے ملک ہم سے مالی امداد لیتے ہیں... ہم ان ملکوں سے بھی جو کام چاہیں لے سکتے ہیں... لہٰذا

انتظامات ہمارے لیے کئی ملکوں نے مل کر کیے ہیں... تب کہیں جا کر ہم نے آپ لوگوں کو جمع کیا ہے۔"

"لیکن ہمیں سمندر کی تہہ میں لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔" ہرائٹ نے منہ بنایا۔

"وہ جگہ کوئی خاص آپ لوگوں کے لیے نہیں بنائی گئی... ایک ملک نے اپنی خفیہ میٹنگز کے لیے بنا رکھی ہے... ہم نے تو بس اس جگہ کو استعمال کیا ہے... وہ بھی اس لیے کہ اس وادی تک آپ کو لانا تھا اور اس وادی میں آنے کے لیے وہی راستہ ہے۔"

"یہی تو اہم سوال ہے... آخر اس وادی کو راستہ اس ملک کے سمندری علاقے سے کیوں جاتا ہے۔"

"ہمارے خاندانی تعلقات اس ملک سے ہیں اور بس... اب آپ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کریں۔" رووی نے سخت آ کر کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ ہمیں وڈیو فلمیں بنانے والوں کے پاس بھجوا دیں... آپ سے ہمیں اب اور کچھ نہیں پوچھنا۔" ہز بنگ نے جلدی سے کہا... پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے... آپ کو ماسٹر سے کچھ اور پوچھنا ہے۔"

"نہیں..." ہرائٹ اور سانتا نے فوراً کہا۔

"تب پھر چلیں۔" ہز بنگ بولا۔

"معاف کیجئے گا جناب! ہم بھی یہاں موجود تھے۔"

میں آفتاب بول اٹھا۔

باقی لوگ مسکرا دیے۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے ہم سے کیوں نہیں پوچھا... ہمیں کچھ اور تو

پوچھنا۔"

"اب پوچھ لیتے ہیں... آپ کو ماسٹر سے کچھ اور تو

پوچھنا۔" سائرہ نے جھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل... ہمیں ان سے ایک سوال پوچھنا ہے...

یہ کہ ہمیں کس خوشی میں الو بنایا جا رہا ہے۔"

☆...☆...☆

اونچی دیوار

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"سامنے کی باتیں ہیں... بالکل سامنے کی... آپ لوگوں

نے نہ تو وہ مسٹر روڈی سے پوچھیں، نہ خود روڈی صاحب نے بتانے کی

کی... اور سوالات کا سلسلہ بھی از خود ختم کر دیا جیسے ہم تو یہاں

نہیں ہیں۔"

"سامنے کی باتوں سے آپ کی کیا مراد ہے۔" ہرجنگ نے

کر کہا۔

"سامنے کی باتوں سے ان کی مراد سامنے کی باتیں ہیں۔"

وق مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"میں وضاحت کرتا ہوں..." یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"اجازت ہے ابا جان۔"

"ہاں بھی ضرور، سامنے کی باتوں کو سامنے لانے میں کیا

ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"تب پھر بیٹے امسٹر روڈی کا کہنا ہے... وہ کیسٹس
خاندانی رازوں پر مبنی کیسٹس ہیں.. ان کیسٹس کو اس ہال میں رکھا گیا
اس ہال تک جانے کا راستا صرف سمندر کی تہہ میں سے جاتا ہے
سمندر کی تہہ میں ان کے ایک دوست ملک نے اپنا دفتر بنا رکھا ہے
دفتر کو ہی انہوں نے ہمارے لیے پسند کیا... تا کہ ہم وہاں سے
اس وادی میں پہنچ جائیں... خیر ہم تو گئے پہنچ... سوال یہ ہے کہ
دوست ملک یا اس ملک کے سراغ رساں یہ کام کیوں نہیں کر
تھے۔"

چند لمحات کے لیے کمرے میں سناٹا طاری ہو گیا... وہ
خالی خالی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے... آخر
کی نظریں روڈی پر جم گئیں... جیسے سب کہہ رہے ہوں... اس سوال کا
جواب تو مسٹر روڈی ہی دے سکتے ہیں... آخر روڈی نے سر ہلایا
پھر اس کی آواز گونجی:

"اس میں شک نہیں... یہ سوال اہم ہے... اور مجھ
پوچھا جانا چاہیے تھا... لیکن ان لوگوں نے نہیں پوچھا... یہی
ہیں یہ بات ان کے ذہنوں میں نہیں آئی... ہاں تو بات صرف یہ
وہ دوست ملک اس ٹھکانے سے واقف ضرور ہے... لیکن اُسے
چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"دوست ملک وہ ہمارے خاندان کا ہے... اس لیے کہہ سکتے
ہیں کہ ہم یہ بات۔" روڈی نے منہ بنایا۔

"لیکن ہمیں اپنے تفتیش کے دائرہ کو اب بڑھانا پڑ گیا... اس
دوست ملک کو صدر یا وزیر اعظم سے بھی بات کرنا ہو گی... سوالات کرنا
ہوں گے۔"

"کیا مطلب؟" روڈی چونکا۔

"اس میں چونکنے کی کیا بات ہے... چور تو کوئی بھی ہو سکتا
ہے... خود آپ بھی ہو سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پٹ سے کہا۔

"کیا کہا... میں خود بھی چور ہو سکتا ہوں۔"

"ہاں! جناب! اس دنیا میں سبھی کچھ ممکن ہے... آپ کے
چور ہونے کے امکانات بھی موجود ہیں۔"

"آپ لوگوں کا دماغ خراب ہے... میں نے بلاوجہ آپ
لوگوں کو بلوایا۔"

"ٹھیک ہے... آپ ہمیں واپس بھجوا دیں۔"

"نہیں! اب واپسی ممکن نہیں... ایک منٹ، پہلے میں ان
حضرات سے بات کر لوں۔" یہ کہہ کر روڈی ان کی طرف مڑا:

"آپ کیا کہتے ہیں... ان کی مدد کے بغیر چور کو تلاش کر لیں
گے... کیسٹس برآمد کر لیں گے۔"

"بالکل... یہ کام ہمارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہو سکتا۔"

ساشا نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا ان لوگوں کو آپ لوگوں سے الگ کر دیا جائے؟"
روڈی نے کہا۔

"کیا مطلب... کیا آپ چاہتے ہیں... یہ الگ ہو کر تفتیش کریں۔" ہزبنگ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں! میں چاہتا ہوں... ان لوگوں سے کام بھی نہ لیا جائے، لیکن ان کو واپس بھی نہیں بھیجا جا سکتا... میرا مطلب ہے... اس وقت، لہٰذا انہیں ہم اپنے ہاں اس وقت تک مہمان رکھیں گے جب تک کہ آپ چور کو تلاش نہیں کر لیتے اور کیسٹس کو برآمد نہیں کر لیتے۔"

"اس کا کیا فائدہ ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"فائدہ ہوتا ہو... میں آپ لوگوں سے کام نہیں لوں گا۔"

"تب ہمیں بور نہ کریں... ہمارے ملک بھجوا دیں ہمیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"نہیں... اس مہم کے ختم ہونے تک تو آپ لوگ ہمارے مہمان رہیں گے... یہ ہمارا وعدہ ہے کہ آپ ہر طرح آرام سے رہیں گے۔"

"تب پھر اس میں کیا حرج ہے کہ آپ ہمیں بھی تفتیش کرنے دیں۔"

"آپ تو الٹا مجھے چور ثابت کر دیں گے... میرے پلے کیا

جائے گا۔"

"اوہو! یہ بات ایک امکانی بات ہے... یہ ضروری نہیں کہ چور آپ ہوں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ میں کیسٹس خود کیوں چرانے لگا... اس کا مجھے کیا فائدہ۔"

"ہو سکتا ہے... ان کیسٹوں کی انشورنس بہت بڑی رقم میں کرائی گئی ہو اور اب آپ کمپنی سے انشورنس کی رقم کا مطالبہ کریں۔"

"واہ! یہ ایک ہی کہی... انشورنس کمپنیاں میرے آگے پیچھے دم ہلاتی پھرتی ہیں... چاہوں تو سب کو خرید لوں۔" اس نے منہ بنایا۔

"ہم کسی کو اس وقت چور ثابت کریں گے جب کیسٹس اس کے قبضے سے برآمد کر لیں گے... کسی کو بلاوجہ چور نہیں کہہ دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"ہاں! یہ بات معقول ہے... اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"خیر! ہم انہیں ساتھ رکھ لیتے ہیں... لیکن ثابت ہوں گے یہ بیکار لوگ، چوری کے اس کیس میں یہ کسی کام نہیں آ سکیں گے۔"

"دراصل انہیں ان کی شہرت کی بنا پر بلوایا گیا ہے... اگر یہ ناکام ہوتے ہیں تو ہمیں کیا... ہوتے رہیں۔" روڈی نے کہا۔

"اگر ہمیں شامل کرنا ہے تو ہم فلم بنانے والوں سے ملاقات کریں گے... اور دوست ملک کے صدر سے بھی ورنہ ہم تفتیش نہیں

کریں گے۔"

"خیر... اس کا انتظام بھی کر دیا جائے گا۔" روڈی نے جھلا
کر کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

"ایک تو ہم آپ کے کیس پر کام کر رہے ہیں... اوپر سے
آپ ہم پر بگڑ رہے ہیں، آپ کو تو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔" فاروق
نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر آپ لوگوں نے چور کو پکڑ لیا... تب ادا کروں گا
شکریہ۔"

"مشکل ہے سر۔" سائنا نے ہنس کر کہا۔

"کیا مشکل ہے۔"

"یہ چور کو نہیں پکڑ سکیں گے... البتہ یہ کام ہم کریں گے۔"

"میں نے اسی لیے اہم ترین ٹیمیں یہاں جمع کی ہیں... پوری
دنیا میں آپ لوگوں کی شہرت ہے... آپ بس کام شروع کریں... ا
نہ ہو... کہ چور ان کیسٹوں کا سودا کسی ملک سے کر لے..."

"کیا آپ کے خیال میں کوئی ملک ان کیسٹوں کی قیمت
کر سکتا ہے۔"

"نہیں... لیکن چور کم قیمت بھی تو لے سکتا ہے... اسے
معلوم... وہ کیسٹس ہمارے نزدیک کس قدر اہم ہیں۔"

"ایک منٹ جناب۔" ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! پوچھیں... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"ان کیسٹس کی اہمیت آپ کے نزدیک ہے... کسی ملک
کے نزدیک کیوں ہونے لگی بھلا۔"

"ان میں عجیب و غریب راز ہیں... چند کیسٹس دیکھ کر کوئی
ملک ان کو خرید سکتا ہے اور پھر ہم سے سودا کرنے کے لیے بھی
کیسٹس خریدی جا سکتی ہیں۔"

"اچھا خیر... اب ہم آپ کو آپ کا چور پکڑ کر دکھائیں
گے۔" شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"میں بھی چاہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے ہمیں وڈیو فلمیں بنانے والی ٹیم سے ملوایا
جائے۔"

"میرے نائب تابان آپ کو ان تک لے جائیں گے۔"

وہ ایک بڑی گاڑی میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے...
پھر وہ عمودی پہاڑوں والی وادی میں داخل ہوئے... لیکن اب
تھا اور تھا... اس بار ان کے سامنے وہ عمارت نہیں آئی... جس میں
تھے... بلکہ ایک اور عمارت تک انہیں لایا گیا... وہ گاڑی سے
اترے...

"وڈیو فلم بنانے والی ٹیم کے انچارج جیکل تارن ہیں..."

آپ صرف ان سے سوالات کریں... باقی لوگ تو صرف ان کی

ہیں۔" تاباں نے کہا۔

"ضرور... لیکن اگر ہم نے باقی لوگوں سے سوالات

کی ضرورت محسوس کی تو۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے، اس صورت میں آپ سوالات کرلیں۔

نے یہ اس لیے کہا ہے کہ آپ لوگوں کا وقت بچے گا۔"

"وقت کی بات رہنے دیں... اس کیس میں پہلے تھو

برباد ہو چکا ہے۔"

"ہوں..."

اسی وقت عمارت کا دروازہ کھلا اور ایک خادم قسم کا آ

آیا:

"مسٹر روڈی کی ہدایت ہے... ان لوگوں کی مسٹر ت

ملاقات کرادی جائے اور جو سوالات یہ ان سے یا ان کے ساتھیو

کریں، ان کے جوابات دیے جائیں۔"

"آئیے... میں آپ کو ہال میں لے چلتا ہوں...

اس وقت وہیں ہیں۔" اس نے کہا۔

وہ انہیں لیے ایک بڑے ہال میں داخل ہوا... فوراً

آواز ابھری:

"مسٹر روڈی کی ہدایت مجھے مل گئی ہے... آپ لوگ

لائیے... میں حاضر ہوں۔"

انہوں نے دیکھا... ہال میں بیس کے قریب لوگ موجود تھے... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے پوچھ رہے ہوں... سوالات میں پہل کون کرے گا... پھر مسٹر ہز جنگ نے کہا:

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں سوالات شروع کروں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔" سائنا نے فوراً کہا۔

"آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔" ہز جنگ نے برائٹ اور ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں... بالکل نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"تب پھر پہلے صرف میں سوالات کروں گا... آپ درمیان میں کوئی بات نہیں کریں گے... جب آپ کی باری آئے گی، تب میں خاموش ہو جاؤں گا۔"

"یہ اچھا طریقہ رہے گا۔" سائنا نے خوش ہو کر کہا۔

"مسٹر جیکل تارن... آپ کا اس چوری کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ہم اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے... اس لیے کہ ہم تو اس طرف جا ہی نہیں سکتے... نہ تو ہمیں اس طرف جانے کا حکم ہے... نہ ہمارے اس طرف جانے کا راستہ ہے۔"

"کیا مطلب... راستا نہیں ہے... ہم جو آئے ہیں۔"

"آپ جس راستے سے آئے ہیں... اس راستے کے بارے میں صرف ماسٹر کو معلوم ہے... ماسٹر اس راستے سے آپ کو لا سکتے ہیں، لے جا سکتے ہیں... ہمارے لیے وہ راستا نہیں ہے... اگر ہم کوشش کریں تب بھی اس راستے سے دوسری طرف نہیں جا سکتے اور علم ہونے کی وجہ سے ہم نے آج تک ایسی کوئی کوشش بھی نہیں۔"

"آپ کب سے اس ٹیم کے انچارج ہیں۔"

"اپنے والد کے مرنے کے وقت سے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں تبدیلی اسی وقت آتی ہے... جب کوئی مرتا ہے... مرنے والے کا بیٹا یا بیٹی اس کی جگہ لے لیتا ہے اور بس۔"

"اور اگر کسی کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو۔"

"اس صورت میں میرے ان نائبوں میں سے کسی کی اولاد کو انچارج بنایا جائے گا۔"

"ویسے آپ لوگ ہر جگہ آ جا سکتے ہیں۔"

"جی نہیں! ہم اس وادی سے کہیں نہیں آ جا سکتے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... کیا آپ کی دنیا بس اس وادی تک ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہم نے پیدا ہونے پر اس ماحول میں آنکھیں کھولیں... لہٰذا ہمیں یہ عجیب سا نہیں لگتا... ہمیں باہر کی دنیا کی ہوا لگنے ہی نہیں دی ہوتی۔"

"اوہو اچھا..." ہزبنگ کے لہجے میں بلا کی حیرت محسوس ہوئی۔

"ویسے ہمارے لیے یہاں ہر چیز موجود ہے... ہر طرح کا عیش و آرام..."

"پھر بھی آپ لوگوں کے دلوں میں اس دنیا کو دیکھنے کی خواہش تو ابھرتی ہوگی۔"

"نہیں... ہمیں بچپن سے یہی تعلیم دی جاتی ہے... کہ تمہیں بس یہیں رہنا ہے... باہر کی دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھنا... کوئی تعلق نہیں رکھنا... بس اپنا کام کرنا ہے... کھانا پینا اور آرام کرنا ہے۔"

"ہوں خیر... جب آپ کوئی کیسٹ تیار کر لیتے ہیں... تو کیا کرتے ہیں۔"

"بس وہ ہم اس طرف دے دیتے ہیں... اور وہ وہاں دیکھی جاتی ہے... پھر ایک ڈیک میں شامل کر دی جاتی ہے۔"

"اس طرف کیسے دے دیتے ہیں۔"

"ہمارے درمیان ایک دیوار ہے... بہت اونچی دیوار..."

اس طرف سے ایک جھولا سا اس طرف پھینکا جاتا ہے... میرا مطلب
ہے... پہلے ہم انہیں اطلاع دیتے ہیں کہ ایک عدد کیسٹ تیار ہے...
سو ادھر سے جھولا پھینک دیا جاتا ہے... پھر وہ کیسٹ اس میں رکھ دیتے
ہیں... کیسٹ اس طرف کھینچ لی جاتی ہے۔"

"شکریہ! مجھے اور کچھ نہیں پوچھنا... مسٹر ساٹا آپ سوالات
کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر برائٹ اجازت ہے۔" ساٹا نے کہا۔

"ہاں! بالکل۔" برائٹ نے فوراً کہا۔

"شکریہ! مسٹر ہزبنگ نے ضروری قریباً تمام سوالات کر لیے
ہیں... مزید کسی سوال کی ضرورت تو خیر ہے نہیں... تاہم میں ایک
آدھ سوال کر لیتا ہوں... مسٹر جیکل تارن... یہ سلسلہ کب سے جاری
ہے۔"

"مجھے معلوم نہیں... میرے باپ اس ٹیم کے انچارج تھے...
ان کا کہنا تھا کہ ان کے والد بھی اس ٹیم کے انچارج تھے... آگے یہ
سلسلہ کہاں سے شروع ہوا تھا... یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"آپ کے ساتھی بھی اس سلسلے میں کچھ مزید نہیں بتا سکتے۔"

"نہیں... وہ بھی بس اتنا ہی جانتے ہیں۔"

"اچھا خیر... مجھے بس یہی پوچھنا تھا... مسٹر برائٹ آپ
کوشش کر لیں۔"

"یہ سارا معاملہ عجیب و غریب ہے... ان کیسٹس کی تیاری
کے لیے آخر اس گھماؤ پھراؤ والا طریقہ کیوں اختیار کیا گیا۔"

"خاندانی رازوں کو چھپانے کے لیے۔"

"اگر یہ بات ہے تو خاندانی رازوں کی فلمیں بنوانے کی بھی
کیا ضرورت ہے۔"

"آئندہ نسل کے لیے بنوائی جاتی ہیں۔" جیکل تارن نے
کہا۔

"ہوں... شکریہ مجھے اور کچھ نہیں پوچھنا..."

"تب پھر! اب ہم کیا کریں... کس رخ سے تفتیش شروع
کریں۔" ساٹا بولا۔

"ایک منٹ جناب! ابھی ہم رہتے ہیں... ہمیں بھی
سوالات کرنے کا حق ہے۔" انسپکٹر جمشید کی پرسکون آواز ابھری۔

"اوہ ہاں! کیوں نہیں... یہ تو ہم بھول ہی گئے۔"

"خیر کوئی بات نہیں... ہمارا آپ سے سوال ہے، آپ یہ فلم
بناتے کس طرح ہیں... فلم بنانے کے لیے تو سامنے کردار ہونے
چاہئیں... جب کہ آپ کے پاس تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

ان کا سوال سن کر جیکل تارن مسکرا دیا... چہرے پر حیرت بھی
ابھر آئی... پھر اس نے کہا:

"میں حیران تھا... آپ میں سے کسی نے یہ سوال اب تک

کیوں نہیں کیا... جب کہ یہ بہت اہم سوال ہے اور سب سے پہلے یہ
سوال پوچھا جانا چاہیے تھا... اس کا مطلب ہے... یہ مشرقی لوگ عقل
سے پیدل نہیں ہیں۔''

''ہائیں... تو آپ اب تک ہمیں عقل سے پیدل خیال
کرتے رہے ہیں... جب کہ آج کا زمانہ موٹر سائیکلوں کا زمانہ نہیں
بلکہ ہوائی جہازوں کا زمانہ ہے... سوری غلط کہہ گیا... آج کا زمانہ
راکٹوں کا زمانہ ہے... فرضی طور پر چاند پر جانے کا زمانہ ہے۔''
فاروق چہکا۔

''کیا کہا... یہ آپ نے کیا کہا...'' جیکل زور سے اچھلا۔

''میں نے کہا ہے... آج کا زمانہ تو فرضی طور پر چاند
جانے کا زمانہ ہے۔''

''فرضی طور پر سے آپ کی کیا مراد ہے۔'' اس نے
کے عالم میں کہا۔

''لیکن اس بات کا ہمارے موجودہ موضوعات سے کیا
ہے بھلا۔'' ہز جنگ نے جھلا کر کہا۔

''ہاں! کوئی تعلق نہیں... بس یونہی بات سے بات نکل آئی
میں معافی چاہتا ہوں... آئندہ کوشش کروں گا کہ بات سے بات
نکلے۔''

''لیکن اب نکل چکی... اور میں یہ بات سن کر بہت حیران

ہوں... مہربانی فرما کر اپنی بات کی وضاحت کر دیں۔''

''مسٹر جیکل اس طرح وقت ضائع نہیں ہوگا۔'' سانتا غرایا۔

''جی نہیں... اس میں کتنی دیر لگ جائے گی بھلا... میری
حیرت دور ہو جائے گی۔''

''مسٹر باجان... انچارج آپ ہیں... آپ بتائیں... کیا
یہ موقع ان باتوں کا ہے۔'' ہز جنگ اس کی طرف مڑا۔

''نہیں بالکل نہیں... مسٹر جیکل... آپ ان کے سوالات
کے جوابات دیں، ان سے سوالات نہ کریں... یہ میرا حکم ہے۔''

''اوہ... اوہ... اچھا۔'' وہ یک دم مایوس سا ہو گیا، چہرے پر
زردی پھیل گئی۔

''لیکن۔'' انسپکٹر کامران مرزا پر زور انداز میں پکار اٹھے۔

''لیکن... کیا لیکن۔'' باجان ان کی طرف الٹ پڑا۔

''ہم اس موضوع پر بات کریں گے۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے بھلا۔''

''ضرورت ہے... بالکل ہے... آپ کو نہیں ہے... ہمیں
ضرورت ہے... آپ کو اس لیے نہیں ہے کہ آپ کا تعلق اشاربہ سے
ہے... مسٹر سانتا کو اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ ان کا تعلق وناس سے
ہے... اور ان کا ملک بھی چاند پر جانے کی کوششیں کرتا رہا ہے یا ان
کوششوں کی خبریں اڑاتا رہا ہے... البتہ مسٹر برائٹ نے کوئی اعتراض

نہیں کیا... اس لیے کہ ان کے ملک کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں یا
کم از کم براہ راست کوئی تعلق نہیں... لہٰذا غالباً یہ بھی سننا چاہتے ہیں کہ
چاند پر جانا فرضی تھا یا حقیقی... سو آج ہم اس موضوع پر بات کر کے
رہیں گے۔"

"تب پھر آپ مسٹر باجان سے اجازت لے لیں۔" ہز ہنگ
جل گیا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ
بنایا۔

"کس کی ضرورت نہیں؟"

"اجازت لینے کی... میں مسٹر باجان کا ماتحت نہیں ہوں۔"

"لیکن یہ یہاں کے معاملات کے انچارج ہیں۔"

"ہوں گے... ہم یہاں مہمان ہیں... لائے گئے ہیں...
کیا ہمیں اتنا بھی حق نہیں دیا جا سکتا کہ ہم اپنی ایک ذہنی الجھن بیان کر
دیں۔" وہ پرجوش انداز میں بولے۔

"اچھا کریں۔" باجان نے تنگ آ کر کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر باجان۔" ہز ہنگ نے تیز لہجے
میں کہا۔

"آپ مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے۔"

"میں کر سکتا ہوں..." وہ اور تیز لہجے میں بولا۔

"اوہ سوری... آپ ٹھیک کہتے ہیں... میں غلطی پر تھا...
آپ کا عہدہ مجھ سے بڑا ہے۔" باجان بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔

"بس تو پھر ان لوگوں سے کہہ دیں... یہاں چاند پر بات نہ
کریں۔"

"سوری سر... آپ یہاں چاند پر بات نہ کریں۔"

"چاند پر تو اب بات ہو گی جناب! ہمیں کینسل کے چور تک
[illegible]ب۔"

"کیا مطلب... اس معاملے کا اس سے کیا تعلق۔"

"تعلق بھی ثابت ہو جائے گا... آپ بات تو کرنے دیں...
[illegible] مسٹر جیکل... سنیں... انشارجہ نے بہت مدت سے اس قسم کے
[illegible]انات کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا کہ چاند پر اترنے کی کوشش کر رہے
[illegible]... ادھر روس بھی اس قسم کے اعلان کر رہا تھا... لگتا تھا... دونوں
[illegible]وں میں بہت زبردست مقابلہ ہے کہ دیکھیں پہلے کون چاند پر اترتا
[illegible]، اس سلسلے میں ان کے کئی راکٹ تباہ ہونے کی خبریں بھی سنائی دیں،
[illegible] گاڑیاں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کی خبریں اخبارات میں شائع
[illegible]یں... آخر ایک دن انشارجہ نے اعلان کیا... ان کی چاند گاڑی
چاند کی سرزمین پر اتر گئی ہے... پوری دنیا میں حیرت کی لہر دوڑ گئی...
چاند پر اترنے والے پہلے شخص کی تصاویر سے ساری دنیا کے اخبارات
اور رسائل بھر گئے... ان خبروں نے دھوم مچا دی... پھر چاند پر اترنے

والے پہلے انسان بخیریت واپس بھی آ گئے اور چاند کی مٹی بھی ساتھ
لائے... اب اس مٹی کی تصاویر شائع ہوئیں... ان انسانوں کی تصاویر
بھی شائع ہوئیں... وہ چاند کے ہیرو دکھائے... پھر ایک اور اعلان
کیا... ہم چاند پر بستیاں آباد کریں گے... جو لوگ چاند پر زمین خریدنا
چاہتے ہیں... وہ رابطہ کریں... نہ جانے کتنے لوگوں نے چاند پر زمین
خرید لی... شاید کھربوں روپے اس طرح امریکہ کی حکومت
نے کمائے ہوں گے... لیکن یہ سب فراڈ تھا۔"

"کیا کہا... فراڈ تھا۔" ہربنگ نے چیخ کر کہا۔

"نہیں یہ غلط ہے... یہ فراڈ نہیں تھا۔" سانتا نے منہ بنا کر
کہا۔

"واقعی یہ فراڈ نہیں تھا۔" براٹ نے انکار میں سر ہلایا۔

"ہم کہتے ہیں... یہ فراڈ تھا، پوری دنیا کو الو بنایا گیا... زمین
کے کسی دور افتادہ علاقے میں... جہاں آبادی کا نام و نشان نہیں تھا...
بلکہ انسان اس علاقے سے واقف بھی نہیں... ایک مصنوعی چاند بنایا گیا
تھا... وہاں وہ چاند گاڑی اتری تھی... اور اس جگہ کی مٹی یہ لوگ لائے
تھے..."

"نہیں... نہیں... یہ فراڈ نہیں تھا... ایسا کچھ نہیں کیا گیا...
آپ بالکل غلط کہتے ہیں۔"

"میں غلط کہتا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا پرسکون آواز میں

بولے۔

"ہاں! بالکل... آپ غلط کہتے ہیں۔" ہربنگ بولا۔

"میرے پاس اپنی بات کا ثبوت ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ثبوت پیش کریں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... نہیں... اب اتنا عرصہ گزر گیا...
ان خبروں کو... شاید پندرہ سال... یا اس سے زیادہ... اب چاند کے
بارے میں خبریں کیوں نہیں آتیں... وہاں آبادی کیوں نہیں بنائی گئی،
جن لوگوں کو چاند کی زمین الاٹ کی گئی تھی... انہیں چاند پر آباد کیوں
نہیں کیا... اب تو کوئی خبر بھی شائع نہیں ہوتی... یہ ہے... اس بات کا
سب سے بڑا ثبوت۔"

"اوہ اوہ۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

ان کے رنگ اڑ گئے... لیکن سب سے زیادہ زرد چہرہ جیکل
نارن کا نظر آ رہا تھا... انہیں حیرت ہوئی کہ وہ کیوں اتنا زرد پڑ گیا ہے،
چنانچہ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

"مسٹر جیکل! آپ کو کیا ہوا۔"

"وہ... وہ فلمیں میں نے ہی بنائی تھیں۔"

"کیا کہا۔" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! چاند کی سرزمین کی فلمیں میں نے بنائی تھیں... اس
وقت سے لے کر آج تک میں یہی سوچتا رہا ہوں کہ کیا واقعی یہ لوگ

چاند پر اترے تھے.. ہر بار میرے دماغ نے یہی کہا کہ نہیں.. یہ چا
نہیں ہے.. یہ تو کوئی فرضی چاند ہے.. پھر میں بھی سوچا کرتا تھا کہ ا
عرصہ ہو گیا.. ان لوگوں نے پھر چاند پر اترنے کی کوشش کیوں نہیں کی
بس ایک بار اتر کر کیوں رہ گئے.. اور جن لوگوں کو زمین الاٹ کی گ
انہیں اب تک کیا ملا ہے، یہ ایسے سوالات ہیں جو ایک مدت سے میر
دماغ میں کلبلا رہے تھے.. آج ان کے منہ سے سن کر میں رہ نہ سکا۔"

"تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو ... انٹارچہ کی حکومت کو ک
ضرورت تھی، اس قدر بڑا فراڈ کرنے کی۔"

"یہ تو دیکھیں ... اس طرح اس نے کھربوں ڈالر جمع ک
ہیں۔"

"جن لوگوں نے زمین الاٹ کرائی تھی ... وہ اپنا سرما
واپس لے سکتے ہیں۔" ہربنگ نے کہا۔

"جب آپ کی حکومت کسی کو اس کا سرمایہ واپس ادا کر
ہمیں اطلاع کر دیجیے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اب چاند پر بات ہو چکی۔" سائنا نے جل بھن کر کہا۔

"بالکل ہو چکی۔"

"آپ سب لوگ اب سوالات کر چکے ہیں، کیا ہم چلیں۔"
ہربنگ بولا۔

"جی نہیں ... ہم نے تو ابھی مسٹر جیکل سے سوالات کیے

نہیں ... درمیان میں تو چاند کی بات آ گئی تھی۔"

"کریں جناب کریں۔" سائنا نے تلملائے ہوئے انداز میں
کہا۔

"مسٹر جیکل .... آپ فلم کس طرح بناتے ہیں۔" انسپکٹر
کامران مرزا بولے۔

"فلم کس طرح بنتی ہے۔" سائنا نے فوراً کہا۔

تمام لوگ ہنس پڑے ... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی نہیں
ہنسے تھے۔

"فلم اس طرح بنتی ہے کہ کردار سامنے ہوتے ہیں ... وہ
اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہیں اور ہم فلم عکس بند کرتے چلے جاتے
ہیں۔"

"ایک منٹ جناب! فلم کے کردار اپنے حصے کا کام کس طرح
کرتے ہیں۔" شوکی بول اٹھا۔

"حد ہو گئی ... اتنی بات معلوم نہیں ... ارے جناب پہلے
سکرپٹ لکھا جاتا ہے ... پھر اس کے مطابق کردار اپنے حصے کا کام
کرتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ... کیا آپ کو کوئی سکرپٹ دیا جاتا ہے۔"

"بالکل ... ہم اس کے مطابق میک اپ کرتے ہیں ... اپنا
اپنا کردار یاد کرتے ہیں، پھر اس کو فلماتے ہیں اور جب ایک کیسٹ تیار

ہو جاتی ہے....''

''ہمیں کوئی سکرپٹ دکھا دیں۔''

''مسٹر کامران مرزا... ہم یہاں کیسٹس کا سراغ لگانے آئے ہیں... وہ فلمیں دیکھنے کے لیے نہیں آئے۔''

''میں کیسٹ کی نہیں... سکرپٹ کی بات کر رہا ہوں۔''

''کیسٹس تو پہلے ہی چرائی جا چکی ہیں۔''

''لیکن سکرپٹ دیکھ کر کیا فائدہ ہوگا۔''

''اپنا اپنا کام کرنے کا طریقہ ہے جناب! ہم تو اپنے طریقے کے مطابق ہی کام کریں گے... آپ کی مرضی کے مطابق نہیں۔''

''آپ کی مرضی... ہم تو پھر چلتے ہیں... جب آپ فارغ ہو جائیں... آ جائیے گا۔''

''اچھی بات ہے... آپ پھر چلیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔''

''شکریہ! ہم جا رہے ہیں، آئیے مسٹر سانا اور مسٹر براٹ۔''

وہ جانے کے لیے مڑ گئے... انہوں نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی... ایسے میں اباجان نے الجھن کے عالم میں کہا:

''ایک منٹ جناب! رکیے... ذرا رکیے۔''

☆...☆...☆

کیسٹس کا چور

وہ چلتے چلتے رک گئے... براٹ نے حیران ہو کر کہا:

''کیا بات ہے، آپ ہمیں کیوں روک رہے ہیں... ہمارا یہاں کام ختم ہو گیا ہے... اب ہم یہاں اپنا وقت کیوں ضائع کریں... ہمیں وقت ضائع کرنے کا شوق ہے، کرتے رہیں۔'' سانا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو بھی ساتھ لے جائیں... ہم انہیں کسی فلم کا سکرپٹ نہیں دکھا سکتے... نہ کیسٹ دکھا سکتے ہیں... اگرچہ کیسٹ ہمارے پاس ایک بھی نہیں ہے... اگر ہوتیں بھی تو ہم نہیں دکھا سکتے تھے۔''

''ہاں! یہ بات تو ہے... آپ لوگ سکرپٹ دیکھنے کی ضد نہ کریں۔''

''سوری! سکرپٹ تو ہم دیکھیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

''دیکھیں گے کیسے... ہمارے پاس نہ تو کوئی سکرپٹ... نہ

کوئی کیسٹ... جب ہم کسی سکرپٹ پر کام مکمل کر لیتے ہیں، یعنی [...]
فلم بنا لیتے ہیں... تو وہ کیسٹ سکرپٹ سمیت دوسری طرف دے [...]
ہیں، اب آپ بتائیں، ہم آپ کو سکرپٹ کیسے دکھائیں۔"

"زبانی تو بتا سکتے ہیں ان کے بارے میں... یہ سکرپٹ [...]
قسم کے ہوتے ہیں۔"

"ہم ایسا بھی نہیں کر سکتے۔"

"تب ہم اس کیس پر کام نہیں کر سکتے۔"

"یہ بات آپ مسٹر باجان سے کریں۔"

"میں ماسٹر سے بات کروں گا... آپ لوگ اس وقت [...]
یہاں سے چلیں۔"

"لیکن ہمارا ابھی یہاں کام مکمل نہیں ہوا۔" انسپکٹر جمشید
جھلا کر کہا۔

"اوکے... آپ یہاں اپنا کام مکمل کریں... ہم جا [...]
ہیں... جب آپ فارغ ہو جائے... بتا دیجئے گا... آپ کو اس [...]
سے بلا لیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے آپ جائیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے
اور پھر وہ برے برے منہ بناتے چلے گئے...

"مسٹر جیکل تارن! کیا آپ اس زندگی سے خوش ہیں"
شوکی بول اٹھا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"کیا آپ اس زندگی سے خوش ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... ہمارے پاس یہاں کسی چیز کی کمی
ہے... ہر چیز ہمیں حاصل ہے۔"

"لیکن آزاد فضا حاصل نہیں... گویا آپ آزاد نہیں ہیں...
آپ کی حیثیت ایک قیدی کی ہے۔"

"نہیں ہم آزاد ہیں... اس وادی میں ہر جگہ آ جا سکتے ہیں۔"

"لیکن آپ اس وادی سے باہر نہیں جا سکتے... یہ تو ہے نا۔"

"ہاں! یہ ہے... لیکن ہمیں کہیں جانے کی کوئی خواہش ہی نہیں
ہے... ہم نے اس وادی میں آنکھ کھولی ہے... ہم اسی وادی میں پیدا
ہوئے ہیں... یہیں مر جائیں گے... ہمیں یہی بتایا گیا ہے... یہی
ہمارے ذہنوں میں بٹھایا گیا ہے۔"

"کیا آپ کو معلوم نہیں... باہر کی دنیا میں کیا کچھ ہے... دنیا
کس قدر وسیع ہے۔"

"ہمیں اندازہ ہے... صرف اندازہ... اندازہ بھی اس
طرح ہے کہ آخر یہ لوگ جو ہم فلمیں بنواتے ہیں... نہ جانے کہاں
رہتے ہیں... ہم ان کی بستی میں کیوں نہیں جا سکتے... صرف یہی کیوں
ہماری طرف آتے ہیں..."

"ہم آپ کو بتاتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"خبردار مسٹر کامران مرزا... یہ کام نہ کرنا... انہیں ان کے حال میں مست رہنے دیں۔"

"لیکن کیوں... باہر کی دنیا تو دیکھنا ان کا حق ہے... انہیں معلوم ہونا چاہیے... یہ کون ہیں۔"

"اگر آپ نے انہیں باہر کی دنیا کا ایک لفظ بھی بتایا... تب پھر آپ کو بھی تمام زندگی یہیں رہنا ہوگا... انہی کے ساتھ... اور آپ دنیا میں لوٹ کر نہیں جا سکیں گے۔" اس بات کو لکھ لیں آپ لوگ... سرد ترین آواز میں کہا گیا۔

یہ آواز باجان کی تھی... لیکن پہلی بار انہیں محسوس ہوا... یہ آواز خود ماسٹر کی اپنی تھی... یا پھر ان کی آواز سے ملتی جلتی تھی۔

"اچھی بات ہے... ہم انہیں بیرونی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے... لیکن اس وادی کا جائزہ تو لے سکتے ہیں۔"

"ہاں! ضرور... کیوں نہیں۔"

"شکریہ۔"

اور پھر انہوں نے جیکل کی طرف دیکھا۔

"چلیے ہمیں ایک ایک چیز دکھائیں۔"

انہوں نے چونک کر ان سب کی طرف دیکھا... آنکھوں میں حیرت اور ناامیدی تھی گویا وہ خود کو واقعی قیدی خیال کر رہے تھے اور ان کے اندر باہر کی دنیا کو دیکھنے کی تڑپ تھی... وہ لوگ اگرچہ مسلمان نہیں

تھے... پھر بھی انہیں ان پر ترس آنے لگا... لیکن وہ فوری طور ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے...

اب وہ ان کے ساتھ اس وادی کے ہر حصے پر گھومے پھرے... لیکن وہاں درختوں، پھولوں اور پھلوں کے پودوں کے علاوہ اور تھا ہی کیا...

"آپ ہمیں اپنے آلات دکھائیں... فلمیں بنانے کا سامان دکھائیں۔"

"مطلب یہ کہ آپ ہمارا اسٹوڈیو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"آئیے... سٹوڈیو آپ شوق سے دیکھیں۔"

جیکل تارن انہیں عمارت کے پچھلی طرف لے آیا، وہاں کافی طویل ایک اور عمارت موجود تھی... اس کی شکل صورت عجیب وضع کی تھی... کہیں سے وہ گرجے نما نظر آتی تو کہیں سے مسجد نما اور کہیں سے مندر نما بھی تو کہیں سے جھونپڑی نما... اور اس عمارت کا سلسلہ بہت دور تک چلا گیا تھا... ایسا لگتا تھا پورا ایک شہر بسایا گیا ہے... جس میں ہر طرح کی عمارتیں ہیں...

"یہ تو عجیب دنیا ہے... اس قدر بڑے انتظامات کوئی خاندان اپنے خاندانی راز چھپانے کے لیے کر سکتا ہے۔"

"آپ مسٹر روڈی کے خاندان کی بات کر رہے ہیں۔" جیکل

تارن مسکرایا۔

"ہاں! اور کس کے... ہمیں یہاں بتایا گیا ہے کہ یہاں ان کے خاندانی راز فلمائے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ آج سے نہیں نہ جانے کب سے جاری ہے۔"

"لیکن کب سے... فلمیں تو آج سے سو سال پہلے بننے نہیں لگی تھیں۔"

"سو سال پہلے قائم کیا گیا ہوگا... لیکن ایسا لگتا ہے..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیسا لگتا ہے... بتائیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ایسا لگتا ہے... جیسے فلموں کا دور شروع ہونے سے پہلے بھی یہاں کام ہوتا تھا... اس وقت فلمیں تو نہیں بنتی تھیں... ہاتھوں سے تصاویر بنائی جاتی تھیں... پھر جیسا کیمرہ ایجاد ہوا تو کیمرے کی تصاویر شروع ہو گئیں... جب مووی کیمرہ شروع ہوا تب فلمیں بننے لگیں... کہنے کا مطلب یہ کہ سٹوڈیو یہاں سو سال سے نہیں کئی سو سال سے ہے... شاید اس سے بھی پہلے سے۔"

"یہ سب کچھ پراسرار ہے... حد درجے عجیب ہے... ہم اس پورے سٹوڈیو کو تفصیل سے دیکھیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے... اس میں تو بہت وقت لگ سکتا ہے۔"

"تو کیا ہوا... ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"لیکن آپ تو کیسٹوں کے چور کا سراغ لگاتے آئے ہیں... اگر آپ یہیں آتے رہے تو دوسری تین پارٹیوں میں سے کوئی ایک پارٹی یہ بازی لے جائے گی۔"

"آپ ہمارے لیے کیوں فکر مند ہیں۔"

"آپ میں میں نے اچھے انسانوں والی بات محسوس کی ہے۔" جیکل مسکرایا۔

"آپ کو کیا پتا... اچھے اور برے انسان کیسے ہوتے ہیں، آپ تو اس وادی سے باہر جاتے ہی نہیں۔"

"لیکن اس دنیا کے لوگ ہم سے آ کر ملتے تو ہیں... ہماری کارگزاری دیکھنے کے لیے اور دوسری چیزوں کا جائزہ لینے کے لیے اکثر باجان یہاں آتے رہتے ہیں... باجان سے پہلے ان کے والد یہاں آیا کرتے تھے..."

"پھر آپ کیا محسوس کرتے رہے ہیں۔"

"باجان جیسے لوگوں سے مل کر خوف محسوس ہوتا ہے... آپ کو دیکھ کر سکون اور اطمینان کا احساس ہوا ہے۔"

"خیر... ہمیں یہ سٹوڈیو دیکھنا ہے... اگر آپ تھکن محسوس کر رہے ہوں تو آپ آرام کریں... ہم خود گھوم پھر کر دیکھ لیں گے... آپ کی ٹیم میں کل کتنے آدمی ہیں۔"

"ہم سو کے قریب ہیں۔"

"گویا ان سو آدمیوں نے اس دنیا کو نہیں دیکھا۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"آپ کا کیا ارادہ ہے... آرام کریں گے یا ہمارے ساتھ چلیں گے۔"

"میں بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں... لیکن سوچتا ہوں، مسٹر باجان ناراض نہ ہوں..." اس لیے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں۔

"تو ان سے پوچھ لیتے ہیں... مسٹر باجان... آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں... ہماری باتیں سن رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے بانگ لگائی۔

"ہاں! بالکل۔" باجان کی آواز سنائی دی۔

"ہم اس پورے سٹوڈیو کو دیکھنا چاہتے ہیں... کیا اس لیے ہمیں مسٹر جیکل تارن کو ساتھ رکھنا ضروری ہے۔"

"ہاں! بالکل بہت ضروری ہے... پہلی بات تو یہ کہ عمارت کے اس سلسلے سے واقفیت تو انہی کو ہے... آپ کو نہیں... دوسری بات آپ کو قدم قدم پر سوالات کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی... پھر آپ کیا کریں گے... تیسری بات! آخر آپ اس عمارت کو دیکھ کر کیا کریں گے... چور کو پکڑنے کے لیے اس کی ضرورت نہیں۔"

"یہ ہمارا کام ہے... اس کو ہم جانتے ہیں، کیسے کرنا ہے

اور ہم اب مسٹر ماسٹر سے دوبارہ دریافت کریں گے... ہم لوگ کام اپنے طریقے کے مطابق کرتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ عمارت کو دیکھ لیں، مسٹر جیکل ساتھ چلیں گے... یہ زیادہ تھک جائیں تو اپنے نائب کو آپ کے ساتھ کر دیں، جب تک نہیں تھکتے، اس وقت تک یہی ساتھ رہیں گے۔"

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔" ایسے میں آفتاب کی آواز گونجی۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں۔"

"جب آپ سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں تو ہمارے ساتھ مسٹر جیکل کی موجودگی کیوں ضروری ہے۔"

"جواب دینے سے پہلے ایک سوال میں بھی کیوں نہ پوچھ لوں آپ سے۔" باجان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ضرور پوچھیں۔"

"جب آپ جانتے ہیں کہ میں دیکھ اور سن رہا ہوں... تو آپ کو جیکل کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ اوہ اوہ تو جواب نہیں ہے۔"

"آپ کا سوال معقول ہے... جواب کیا دیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... ہمارے ساتھ مسٹر جیکل رہتے ہیں یا نہیں، ان کی جگہ

کوئی اور رہتے ہیں۔"

ادھر جیکل تارن کا رنگ اڑ چکا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا۔"

"شش... شاید مسٹر بامان مجھے سزا دیں گے... میں نے آپ سے قابل اعتراض باتیں کر ڈالی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر جیکل... ہمیں ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا... آپ لوگوں کی قسمت میں بس یہ وادی ہے... آپ کو یہیں رہنا ہے... یہیں مرنا ہے... آپ سے پہلے آپ کے ماں باپ بھی یہیں جیے اور یہیں مرے... ان لوگوں کے یہاں گھومنے پھرنے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوگا... ہاں کیسٹس انہیں نہیں دکھائی جا سکتی تھیں۔"

"اور وہ یہ دیکھ بھی نہیں سکتے، اس لیے کہ وہ تو پہلے ہی چلی گئی ہیں۔"

"اگر ہم نے ان کو تلاش کر لیا... تب؟" فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اس صورت میں بھی آپ کو دیکھنے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔"

"چلیے ٹھیک ہے... ہم سٹوڈیو دیکھ کر ہی گزارا کر لیں گے۔"

فرحت نے منہ بنایا۔

وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"ضرور... دیکھیں... کوئی اعتراض نہیں۔"

وہ آگے بڑھے... عمارت کے پہلے حصے میں داخل ہوئے۔

"مسٹر جیکل آپ ایک طرف بیٹھ جائیں...... کب تک ہمارے ساتھ کھڑے رہیں گے۔"

"جج... جی اچھا۔" اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"غالباً آپ کچھ زیادہ ہی نیند محسوس کر رہے ہیں۔"

"ہاں! کافی حد تک۔"

"خیر آپ اپنے نائب کو بلا لیں۔"

"اب یہی کرنا ہوگا۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے سیٹ نکالا اور اس کا بٹن دبا کر بولا:

"جوڈی تم ذرا کمرہ نمبر 1 میں آ جاؤ۔"

"یس سر۔" دوسری طرف سے فوراً کہا گیا۔

ادھر وہ کمرے کی چیزوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے... کئی کیسوں کی تفتیش کے دوران انہیں فلمی سٹوڈیو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا... وہ سٹوڈیو دیکھ کر انہیں کبھی حیرت نہیں ہوئی تھی... جب کہ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں زبردست حیرت ہوئی تھی... یہاں پرانے زمانے کی ان گنت چیزیں موجود تھیں... پرانے زمانے کی تلواریں... تیر... منجنیقوں میں رکھ کر پھینکے جانے والے پتھر... نیزے...

ہتھیارے... زرہیں... خود... غرض پرانے زمانے میں جن چیزوں سے جنگیں لڑی جاتی تھیں... وہ سب چیزیں یہاں موجود تھیں...

"اس سے پہلے کہ آپ نیند کی گود میں چلے جائیں، ہمارے سوال کا جواب دینے کے قابل نہ رہ جائیں... ایک سوال کا جواب دے دیں۔"

"پ... پوچھیے۔" وہ لڑکھڑاتی زبان سے بولا۔

"جب جنگوں کا منظر فلمایا جاتا ہے... لڑنے والے کہاں سے آتے ہیں... آپ تو صرف تین ہیں۔"

"اصل کردار تو اگلے چند افراد ہی ادا کرتے ہیں... باقی لوگوں کی تو صرف شکل صورت اور لباس دکھانا ہوتا ہے... یا تعداد کا اظہار کرنا ہوتا ہے... سو ایسے موقعوں پر یہ لوگ یہاں انسانوں کا بندوبست کرتے ہیں... یہ ان لوگوں کو کہاں سے لیتے ہیں... کیا کام کراتے ہیں... یہ ہمیں معلوم نہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"سامنے کی بات ہے۔" رفعت مسکرائی۔

"کیا مطلب؟" جیکل تارن نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی... باہر انہوں نے فلم کمپنی کا دفتر کھولا ہوا ہوگا... انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہوگی... اخبارات میں اشتہار دیا جاتا ہوگا... ان گنت لوگ انٹرویو کے لیے آجاتے ہوں گے... ا[illegible]

[illegible] کہ ایک فلم میں جنگ کا منظر فلمایا جانا ہے... یہاں

ایسے لوگوں کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تو بس تعداد دکھانے کے کام آئیں گے... اور بس۔"

"ہوں... یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔"

"ان ہتھیاروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان فلموں میں پرانے زمانے کی لڑائیوں کے سین بھی فلمائے گئے ہیں۔"

"ہاں! بہت زیادہ پرانے زمانے کی جنگوں کے بھی اور اس کے بعد والے زمانے کی جنگوں کے بھی اور موجودہ دور کی جنگوں کے بھی۔" اس نے بتایا۔

"کیا فلموں میں صرف جنگوں کے مناظر ہوتے ہیں۔" شوکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں... اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے... بلکہ بھی کچھ ہوتا ہے... کیا ہے۔"

"کاش ہم ایک آدھ فلم دیکھ سکتے... آپ ہمیں کسی فلم کا سکرپٹ زبانی بھی سنا سکتے ہیں۔"

"نہیں... اول تو پورا سکرپٹ ہمیں دیا نہیں جاتا... قسطوں میں دیا جاتا ہے... دوسرے یہ کہ کچھ باتوں کی اجازت بھی نہیں۔"

"کیا میں آ سکتا ہوں۔"

انہوں نے ایک آواز سنی... سر اٹھا کر دیکھا تو دبلا پتلا اور ہمارے چہرے والا ایک شخص نظر آیا:

"آؤ جوڈی آؤ... بھئی مجھے نیند آ رہی ہے... تم ذرا ان
لوگوں کو سٹوڈیو کی سیر کرا دو۔"

"بس... سارے سٹوڈیو کی سیر۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! سارے سٹوڈیو کی... میں جانتا ہوں... اس میں
بہت وقت لگے گا... لیکن میری طرح جب تمہیں بھی نیند آنے لگے تو
سوڈی کو آواز دے لینا۔"

"بہت بہتر..."

"میں تو چلا جناب..." جیکل تارن نے کہا اور دروازے کی
طرف مڑ گیا۔

"ایک منٹ مسٹر جیکل۔" ایسے میں فرزانہ کی آواز گونج
اٹھی۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے بغیر نہ رہ سکے
باقی لوگ ان کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ گئے...

جیکل چونک کر مڑا...

"آپ ابھی نہیں جا سکتے۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"کیسٹس کے چور آپ بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بات میں اس
لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کو نیند بالکل نہیں آ رہی ہے۔"

☆...☆...☆

ہاں جناب!

وہ بہت زور سے اچھلا، اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...
پھر اچانک وہ زور سے اچھلا... اور منہ کے بل زمین پر گرا۔

"ارے! یہ کیا ہوا۔" وہ چلائے... جوڈی کی چیخ سب سے
تیز تھی... وہ جیکل کی طرف جھپٹا...

"ایک منٹ جناب! ایک منٹ۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

لیکن اس وقت تک وہ اس تک پہنچ کر اس پر جھک چکا تھا اور
بری طرح چیخ رہا تھا...

"سر... سر... کیا ہوا آپ کو..."

اتنے میں وہ اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

"آپ انہیں چھوڑ دیں... ہٹ جائیں۔" انسپکٹر کامران
مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

جوڈی ہٹ گیا... اس کی آنکھوں میں وحشت تھی:

"اف! یہ کیا ہوا؟"

انہوں نے جیکل کو ایک نظر دیکھا... وہ مر چکا تھا... اس کی

کھلی آنکھیں انہیں گھور رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں... میرے قاتل آپ لوگ خود ہیں۔

''مسٹر بامان! آپ دیکھ رہے ہیں... سن رہے ہیں۔''

''ہاں! لیکن یہ ہوا کیا؟''

''جہاں تک ہمارا خیال ہے... مسٹر جیکل کو قتل کیا گیا ہے۔''

''یہاں جوڈی کے علاوہ کوئی نہیں ہے... اور جوڈی آپ لوگوں کے پاس تھا جب کہ جیکل دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا... جوڈی تو وار کر ہی نہیں سکتا تھا اور پھر...''

''اور پھر کیا؟''

''جوڈی تو خود جیکل کا بیٹا ہے... سوڈی اس کے دوسرے بیٹے کا نام ہے۔''

''کیا... نہیں۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''کس بات پر حیرت ہوئی۔'' بامان نے پوچھا۔

''ہمارا پہلا خیال یہی تھا کہ جیکل کا قاتل سوائے جوڈی کے کوئی نہیں ہو سکتا... لیکن جب یہ سنا کہ یہ تو خود جیکل کے بیٹے ہیں تو حیرت اس بات پر ہوئی کہ پھر جیکل کا قاتل کون ہے۔''

''آپ میں سے کوئی ایک۔'' بامان کی پرسکون آواز سنائی دی۔

''خوب! تو آپ ہمیں قاتل ثابت کرنا چاہتے ہیں... لیکن کیوں۔''

''میں کیوں ثابت کرنا چاہوں گا بھلا... مجھے کیا ضرورت اس کی... لیکن یہاں آپ کے اور جوڈی کے علاوہ کوئی نہیں تھا... ان حالات میں یا جوڈی قاتل ہو سکتا ہے یا آپ، جوڈی نے یہ کام کیا نہیں، اسے کیا ضرورت تھی باپ کو ہلاک کرنے کی... لہٰذا قاتل آپ ہیں۔''

''بہت سے بیٹے کسی وجہ سے باپ کو قتل کر دیتے ہیں... دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے... لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جوڈی ایسا کر ہی نہیں سکتا... بہرحال ابھی ہمیں اپنا کام کرنے دیں... ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے... یہ کام کس کا ہے اور یہ کیسے کیا گیا ہے۔''

''آپ احمق ہیں۔'' بامان کی آواز سنائی دی۔

''یہ احمق کا خطاب آپ نے کسے دیا؟'' آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

''آپ کو... یہاں آپ کے علاوہ اور ہے ہی کون۔''

''مسٹر جوڈی۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''وہ احمق نہیں ہے... لہٰذا آپ ہی ہو۔''

''خیر... وضاحت کریں۔''

''اب اس قتل کی تفتیش آپ سے نہیں کرائی جا سکتی... آپ پر تو خود قاتل ہونے کا بھرپور شبہ ہے... لہٰذا ہم ہزبنگ پارٹی کو بھیج

رہے ہیں... تفتیش یہ کریں گی... اور یہ جب جان جائیں گے کہ قاتل کون ہے تب، فیصلہ کریں گے کہ اب کیا کرنا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ ہم کیوں مسز جیکل کے قاتل ہونے لگے۔"

"کیا آپ اپنے اصول کی خود نفی کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" وہ چونک۔

"کیس کے دوران کیا آپ ہر کسی پر مکمل طور پر شک نہیں کرتے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔"

"تو پھر ہم کیوں نہ شک کریں۔"

"آپ شک کر لیں.... اور تفتیش بھی کرا لیں، کوئی اعتراض نہیں۔"

"بہت خوب اجڑ بنگ پارٹی آ رہی ہے۔"

"کیا اس دوران ہم لاش کا معائنہ کر لیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

اب انہوں نے لاش کا بغور جائزہ لیا... لاش اوندھے منہ پڑی تھی... وہ اچھل کر اوندھے منہ گرا تھا اور پھر اس کے جسم نے حرکت نہیں کی تھی... باقی جسم پر تو کپڑے تھے، صرف گدی ننگی تھی... انہوں نے نزدیک سے گدی کا جائزہ لیا... لیکن وہاں کوئی سوئی نہیں تھی۔

انہیں حیرت کا ایک جھٹکا لگا... کیونکہ انہیں سو فیصد یقین تھا

کہ یہ کام جوڈی کا ہے... لیکن اگر یہ کام جوڈی کا تھا تو لازمی بات ہے اس نے منہ میں لگائے سگار پائپ کے ذریعے زہریلی سوئی پھینکی ہوگی... یعنی پائپ سے بلو پائپ کا کام لیا ہوگا... لیکن گدی میں جب انہیں کوئی سوئی نظر نہ آئی تو انہیں جھٹکا لگا... اس لیے کہ اب یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ پھر جیکل کو کس نے قتل کیا اور کیسے کیا... اس کے علاوہ وہ پھر اس کمرے میں وہی تھے... گویا انہیں قاتل بنانے کا پروگرام پورا پورا تھا... انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہا...

"ہوشیار... یہ لوگ ہمیں اب پھانسنا چاہتے ہیں۔"

"دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کندھے اچکائے۔

"ہو سکتا ہے... زہریلی سوئی جیکل کی پیشانی میں ہو۔" شوکی نے خیال ظاہر کیا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" فاروق اس کی طرف جھلا کر مڑا۔

"ایسا محسوس تو نہیں ہوا۔" شوکی نے فوراً کہا۔

"کیا؟" آصف نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"یہی کہ میرا دماغ تو نہیں چل گیا۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"ارے بھائی... عقل سے پیدل انسان، وہ دروازے کی طرف جا رہا تھا، اس کی کمر ہماری طرف تھی... جوڈی کی طرف بھی اس

کی کر ہی تھی... اور اس کمرے میں کوئی ہے نہیں... اسے ہلاک کر...
کی ہمیں کوئی ضرورت تھی نہیں، لہٰذا سوائے جوڈی کے یہ کام کس کا ہو...
ہے... اس لیے یہ بلو پاپ کا خیال دل سے نکال دو، جوڈی نے کس
اور طرح وار کیا ہے... کیوں جوڈی:

"نہیں جناب! میں اپنے والد کو کیوں ہلاک کرتا بھلا۔" ا...
نے روتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے ہم میں سے کسی کو کوئی حرکت کرتے دیکھا۔"

"ہاں جناب۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کہا... ہاں جناب۔"

"ہاں جناب... میں نے یہی کہا ہے، ہاں جناب۔"

"بھائی تم ہوش میں تو ہو۔" آفتاب نے پریشان ہو کر کہا۔

"بالکل ہوش میں ہوں... میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
ہے... میرے والد دروازے کی طرف تو چلے گئے اور چند قدم اٹھائے
تھے... کہ اچانک آپ کے ان ساتھی کا بازو حرکت میں آیا اور
میرے والد گرے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پروفیسر داؤد کی طرف
اشارہ کیا۔

"ارے باپ رے... یار کیوں مجھے قاتل بنائے دے رہے
ہو... وہ بھی اپنے باپ کا قاتل... آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"
پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے... اسی وقت بھاری قدموں کی آواز
سنائی دی... ہڑ بنگ اور اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے۔

"مسٹر ہڑ بنگ... پہلے مسٹر جوڈی کا بیان لے لو... میں نے
ان کا بیان ابھی ابھی سنا ہے... آپ چونکہ اس وقت راستے میں تھے،
اس لیے سن نہ سکے۔" بامان کی آواز گونجی۔

"او کے مسٹر بامان۔"

"اور یہ بھی سن لیں... اس معاملے میں کسی کے ساتھ
ناانصافی نہ ہو... اگر جوڈی نے قتل کیا ہے... تب جوڈی کو ہی گرفتار کیا
جائے گا... اور اگر یہ کام ان لوگوں میں سے کسی کا ہے... تو ہم سب کو
نہیں... صرف قاتل کو گرفتار کریں گے۔"

یہ الفاظ سن کر وہ چونک اٹھے... گویا ان کا پروگرام پروفیسر
داؤد کو گرفتار کرنے کا تھا اور انہیں ان سے الگ کرنے کا تھا، اب تو وہ
فکر مند ہو گئے۔

"آپ فکر نہ کریں... پورا پورا انصاف ہوگا۔"

ہڑ بنگ نے کہا اور لاش کی طرف متوجہ ہو گیا... بغور اس کا
جائزہ لیا... پھر ہڑ بنگ نے کہا۔

"لاش کی کمر یا گدی پر کوئی نشان نہیں... نہ سر پر کوئی نشان
ہے، لہٰذا اب ہم لاش کو سیدھا کرتے ہیں... کوئی اعتراض تو نہیں
آپ کو۔" یہ کہتے ہوئے اس کا رخ ان کی طرف ہو گیا۔

"جی بالکل نہیں... ہم تو خود لاش کو پلٹ کر دیکھنا چاہتے تھے
لیکن اس خیال سے ایسا نہیں کیا کہ آپ لوگ کہیں گے... ہم نے اس
طرح کوئی گڑبڑ کی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
"اچھا کیا آپ نے۔"
اب اس کے ہاتھوں نے لاش کو سیدھا کیا... پورے جسم
دیکھا گیا... کہیں کوئی زخم نہیں... نہ کوئی نشان تھا...
"حیرت ہے... کہیں کوئی نشان نہیں۔"
"تب پھر یہ قتل کا نہیں، ہارٹ فیل کا کیس ہے۔" شوکی نے
فوراً کہا۔
"مسٹر جیکل کو دل کی تکلیف ہرگز نہیں تھی... ان کا دل با
صحت مند تھا... یہاں ہر تین ماہ بعد ڈاکٹری معائنہ ہوتا ہے... تین
پہلے ڈاکٹر حضرات کی رپورٹ یہ ہے کہ یہ بالکل صحت مند ہیں... ا
کوئی تکلیف نہیں۔"
"تب پھر پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ انہیں کس طرح قتل
کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔
"ہم آئے کس لیے ہیں۔" ہزبنگ مسکرایا۔
"آپ کا مطلب ہے... آپ یہ ثابت کرنے کے لیے
ہیں کہ یہ قتل کا کیس ہے۔"
"ہاں! بالکل... ادھر دیکھیں... کہ پیشانی پر کسی سوئی

نشان نہیں ہے... نہ جلد میں کوئی سوئی گھسی ہے... تاہم اس جگہ ایک
بالکل ہلکی سی خراش موجود ہے... جو غور سے دیکھنے پر ہی نظر آ سکتی
ہے... لگتا ہے... کسی طرح یہ خراش ان کی پیشانی پر ڈالی گئی... اور
اس خراش کے ذریعے زہر ان کے جسم میں داخل ہوا۔"
"لیکن کیسے۔"
"ہم آپ کے ساتھی پروفیسر داؤد کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"
انہوں نے فوراً پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا، وہ مسکرائے اور
بولے:
"فکر نہ کرو مجھے کیا ضرورت تھی جیکل تارن کو قتل کرنے کی...
انہوں نے یہ کام نہیں کیا، انہیں تلاشی لینے دیں۔"
"ٹھیک ہے جناب! آپ تلاشی لے لیں۔"
"شکریہ!" ہزبنگ مسکرایا، آگے بڑھا اور لگا ان کی تلاشی
لینے۔ وہ سب بے فکری کے انداز میں اس کارروائی کو دیکھتے
رہے... آخر ہزبنگ کو ان کی جیب میں سے ربڑ کی ایک باریک سی پٹی
ملی، اس کو دیکھ کر وہ زور سے اچھلا اور چلا اٹھا:
"مسٹر ہامان... خبردار! میں نے قاتل کو پا لیا ہے... مسٹر
جیکل تارن کے قاتل پروفیسر داؤد ہیں۔"
"کیا مذاق ہے... ہم آپ کو اس حد تک غیر سنجیدہ نہیں سمجھتے
تھے۔"

"اور میں غیر سنجیدہ ہوں بھی نہیں ..." ہزبنگ نے جب... سے کہا۔

"تو کیا آپ کے خیال میں پروفیسر صاحب نے اس ربڑ کی پٹی کے ذریعے جیکل تارن کو ہلاک کیا ہے۔"

"ہاں! بالکل... میں اس بات کو ثابت کر دوں گا۔"

"چلیے صاحب... کیجیے ثابت۔"

"ایسے نہیں! پہلے ان کی گرفتاری عمل میں آئے گی۔"

"کیا کہا... گرفتاری۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! گرفتاری... پھر ثبوت پیش کیا جائے گا... اس کے بعد انہیں یہاں سے لے جایا جائے گا... ویسے آپ بے فکر رہیں، یہاں کا قانون صرف مجرم کی گرفتاری کی اجازت دیتا ہے... مجرم کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی یہاں روایت نہیں ملتی... البتہ کسی نے اس میں مدد کی بھی تو اور بات ہے... اس کیس میں آپ لوگوں نے پروفیسر داؤد کی کوئی مدد نہیں کی، نہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کام ان کا ہے... صرف انہی کو گرفتار کیا جائے گا۔"

"اور آپ کا خیال ہے... یہ بات ہمارے لیے پریشان ہونے کی نہیں ہے... آپ کا خیال بالکل غلط ہے... حرف غلط کی طرح غلط... اگر پروفیسر داؤد کو گرفتار کیا گیا تو ہم سب خود کو گرفتار...

"وہ آپ کے محسوسات ہوں گے۔" ہزبنگ مسکرایا۔

"پہلے تو آپ ثابت کریں، ربڑ کی اس پٹی سے..."

"لیکن جمشید... یہ پٹی میری نہیں ہے... مجھے نہیں معلوم یہ میری جیب میں کہاں سے آ گئی۔" پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

"اوہ... اوہ۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، اس لیے کہ یہ بات پریشان کن تھی۔

"آپ نے سنا... پروفیسر صاحب نے کیا کہا ہے۔"

"کیا کہا۔" ہزبنگ نے منہ بنایا۔

"یہ پٹی ان کی نہیں ہے۔"

"ہر مجرم اس قسم کی باتیں کیا کرتا ہے... یہ آپ بھی جانتے ہیں۔"

"لیکن ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔"

"عدالت اس بات کو ثبوت خیال نہیں کر سکتی۔" وہ ہنسا۔

"خیر آپ کی مرضی... آپ کا جو جی چاہے کریں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کندھے اچکائے۔

عین اس لمحے مسلح دستہ نمودار ہوا اور اس نے ان سب کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"ہم پروفیسر داؤد کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں... ہمارے پاس ان کی گرفتاری کا حکم ہے... اگر آپ لوگوں نے ان کی

گرفتاری میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو پھر آپ کو بھی ساتھ گرفتار کر لیا
جائے گا۔''

''یہ... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں... ابھی انہیں مجرم
ثابت نہیں کیا گیا۔''

''مسٹر ہزبنگ جب تک ثبوت پیش نہیں کریں گے، پروفیسر کو
یہاں سے لے جایا نہیں جائے گا، بے فکر رہیں... اصل فیصلہ عدالت
کرے گی کہ انہوں نے قتل کیا ہے یا نہیں۔''

''کون سی عدالت... ہم یہاں کس ملک کے ماتحت ہیں۔''

''اس وقت آپ بنگال کی سرزمین پر ہیں۔'' دستے کے
انچارج نے بتایا۔

''کیا!!!'' وہ بری طرح چلا اٹھے۔

☆...☆...☆

جال

''ہاں جناب! اس وقت آپ بنگال کی سرزمین پر ہیں...
اور یہاں کے قانون کے مطابق ان کی گرفتاری عمل میں لائی جائے
گی... بنگال کی حکومت یوں بھی ماسٹر خاندان کی احسان مند ہے...
ماسٹر خاندان حکومت کی بہت مدد کرتا ہے... لہٰذا اس موقع پر حکومت
بھی ماسٹر خاندان کی ہر ممکن مدد کرے گی... تاہم اگر ماسٹر خاندان نے
پسند کیا تو کیس انٹارجیہ منتقل کر دیا جائے گا... اس صورت میں ان پر
وہاں کے قانون کے مطابق مقدمہ چلے گا۔''

''گویا یہ ایک جال ہے... پہلے سے بچھایا گیا ایک جال۔''

شی نے برا سا منہ بنایا۔

''آپ لوگ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں، سوچ سکتے ہیں... کوئی
پابندی نہیں... عدالت میں آپ کو اپنی صفائی کا پورا موقع دیا جائے
گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں، ہم ان شاء اللہ اپنی بے گناہی ثابت
کر دیں گے۔''

"بہت خوب! اس کی آپ کو اجازت ہے... جونہی آپ
کی بے گناہی واضح طور پر ثابت کر دیں گے، انہیں رہا کر دیا جائے
لیکن پہلے گرفتاری عمل میں لائی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے... پروفیسر صاحب آپ بے فکر رہیں
انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں جمشید... اللہ کی مہربانی
میں تمہاری موجودگی میں ہمیشہ سکون ہی محسوس کرتا ہوں۔"

انچارج کے اشارے پر چار ماتحت آگے بڑھے اور ان
نے پروفیسر داؤد کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی...

"اب پیش کریں مسٹر ہربنگ... ثبوت۔" انسپکٹر جمشید

برا سا منہ بنایا۔

"یہ ربڑ کی پٹی... خونی پٹی ہے... اس کو پھینکنے کا ایک خاص
طریقہ ہے... جب یہ اس خاص طریقے سے پھینکی جاتی ہے تو
کھڑے دشمن کے جسم کے ننگے حصے میں لگتی ہے... وہاں بہت
خراش ڈال دیتی ہے... اور انسان اسی وقت مر جاتا ہے۔"

"لیکن کیسے؟"

"یہ پٹی زہریلی ہے... اس پر زہر لگا ہوا ہے۔"

"آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"کچھ ممالک میں یہ پٹی عام چیز ہے... خاص طور پر

ملکوں میں..."

"ہو گی... یہ پٹی پروفیسر صاحب کی اپنی نہیں... ان کی جیب
میں رکھی گئی ہے... یہ ان کے خلاف بلکہ ہمارے خلاف ایک سازش
ہے، ایک جال ہے۔"

"آپ کچھ بھی کر لیں... آلۂ قتل ان کی جیب سے برآمد ہوا
ہے۔"

"مسٹر ہربنگ... کیا آپ یہ بات سوچ کر کہہ رہے ہیں۔"
شوکی نے طنزیہ کہا۔

"ہاں! کیوں... کیا آپ کے خیال میں، میں نے یہ باتیں
سوچے سمجھے بغیر کر دی ہیں۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے... وہ اس طرح کہ یہ آلۂ قتل ہے اور یہ
ایک خاص طریقے سے پھینکا جاتا ہے تو یہ آلۂ قتل تو پھر پروفیسر صاحب کی
جیب سے برآمد ہوا ہے... اس کو انہوں نے استعمال کیا ہی نہیں۔"

"بہت خوب شوکی۔" خان رحمان ہنسے۔

"ہم نے یہ کب کہا کہ ان کے پاس بھی ایک آلہ تھا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"ان کے پاس ایک سے زائد ایسے آلے تھے... ایک
انہوں نے استعمال کیا... جو ان کی جیب سے برآمد ہوا ہے... یہ دوسرا
ہے۔"

"تب پھر پہلا کہاں گیا۔" شوکی نے فوراً کہا۔
"یہیں سے ملے گا... لاش کے آس پاس سے... پہلی
تلاش کرو... ریزی کی ایسی پٹی لاش کے آس پاس ملے گی۔"
"او کے سر۔"
انہوں نے بہت سرگرمی سے تلاش شروع کی... وہ س
انہیں بغور دیکھ رہے تھے... ان کی حرکات پر برابر نظر جمائے ر
رہے... پھر اچانک ان میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا:
"یہ رہا سر... دوسرا آلہ۔"
انہوں نے دیکھا... اس کی انگلیوں میں پٹی پکڑی ہو
تھی... ہڑبنگ تیزی سے آگے بڑھا اور پٹی اس سے لے لی۔
"اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔"
"یہی کہ یہ ہمارے خلاف ایک سازش ہے... لیکن ہم ا
بیکار کر دیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"کیا مطلب؟"
"آپ خود دیکھیں... یہاں ہمارے اور مسٹر جوڈی کے
اور کوئی نہیں تھا... اگر یہ قتل واقعی اس پٹی کے ذریعے ہوا ہے
قاتل نہ پروفیسر ہیں نہ جوڈی... اس لیے کہ زخم کا نشان پیشانی پ
ہے، جب مسٹر جیکل گرے، اس وقت ان کا رخ دروازے کی طر
تھا... تو کیا پٹی گھوم کر گئی اور پیشانی پر جا کر لگی... اگر ایسا ممکن

آپ کسی ماہر کے ذریعے پہلے اس طرح پیشانی پر پٹی مار کر دکھائیں۔"
ایک لمحہ کے لیے ہڑبنگ کا رنگ اڑ گیا... لیکن پھر اس نے
فوراً خود کو سنبھال لیا اور مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولا:
"میں اس لمحے جب پروفیسر صاحب نے پٹی پھینکی... جیکل
تارن نے مڑ کر دیکھا تھا... مسٹر بامان اس منظر کو ٹی وی پر دیکھ رہے
تھے اور یہ سارا منظر ریکارڈ بھی ہو رہا تھا... لہٰذا آپ ریکارڈنگ دیکھ
سکتے ہیں۔" ہڑبنگ کے لہجے میں سکون تھا، ٹھہراؤ تھا۔
"پروفیسر صاحب... کیا آپ نے یہ پٹی پھینکی تھی۔" انسپکٹر
جمشید نے اپنے اطمینان کے لیے پوچھا۔
"کیسی باتیں کرتے ہو جمشید... بھلا میں اس بے چارے کی
جان کیوں لیتا، میرا اس نے کیا بگاڑا تھا اور پھر جمشید... ہمارا تو سنہری
اصول ہے، ہم بلا وجہ خون نہیں بہاتے۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔
"ہاں واقعی... یہ تو ہے... تو جناب ہڑبنگ صاحب...
ہمیں فلم دکھائی جائے۔"
"مسٹر بامان! فلم دکھائیں... جب جیکل نے مڑ کر ان کی
طرف دیکھا..."
"کمرے میں لگے ٹی وی پر منظر دیکھ سکتے ہیں۔" بامان کی
آواز سنائی دی۔
ساتھ ہی سکرین پر روشنی ہوئی اور پھر اس کمرے کا منظر نظر

آنے لگا... جیکل نے ان سے آخری جملے کہے اور دروازے کی طرف
بڑھتا نظر آیا... دروازے کے نزدیک پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے ا
کی طرف مڑا اور ساتھ ہی نیچے گر گیا۔

"دیکھا آپ نے۔" ہڑبنگ زوردار آواز میں بولا۔

"ہاں! دیکھا، اس میں شک نہیں کہ جیکل نے پیچھے مڑ کر دیکھا
اور اسی وقت وہ گرا ہے، لیکن..." انسپکٹر جمشید یہاں تک آ کر اچانک
رک گئے۔

"لیکن کیا؟" ہڑبنگ نے کہا۔

"منظر نامکمل ہے۔"

"منظر نامکمل ہے... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"پورا منظر دکھایا جائے... اگر جیکل تارن پیچھے مڑتا دکھا
جا سکتا ہے تو پروفیسر داؤد کے ہاتھوں کو حرکت کرتا کیوں نہیں دکھا
جا سکتا' اس وقت دوسرا کیمرہ پروفیسر داؤد پر بھی فوکس رہا ہوگا...
دکھایا جائے... انہوں نے ہاتھوں کو حرکت دی تھی، اس لیے کہ ہاتھوں
کو حرکت دیے بغیر یہ تو پٹی نہیں پھینک سکتے تھے... یا پھر پھینک سکتے
تھے؟"

ہڑبنگ نے پریشان ہو کر ٹی وی کی طرف دیکھا، پھر بولا:

"مسٹر بامان... آپ ذرا پروفیسر داؤد کو بھی دکھائیں۔"

"پروفیسر داؤد کی اس لمحے کی فلم نہیں بنائی جا سکی۔" بامان

ولا۔

"تب پھر آپ کا ثبوت نامکمل ہے... کمرے میں تو جوڈی
بھی موجود تھا... ہم بھی تھے... آپ یہ ثابت کریں کہ پٹی پروفیسر
صاحب نے پھینکی تھی۔"

ہڑبنگ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آئے... آخر اس
نے کہا:

"مسٹر بامان! انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں... ثبوت اس
وقت نامکمل ہے۔"

"کیا نامکمل ثبوت کی موجودگی میں ہم انہیں گرفتار نہیں کر
سکتے... ضرور کر سکتے ہیں..." بامان کی گرج دار آواز سنائی دی۔

"ہاں! کیوں نہیں... یہاں تو قانون ہی آپ کے گھر کا
ہے۔" آفتاب جل بھن کر بولا۔

"پروفیسر داؤد کو گرفتار کر لیا جائے۔"

"یہ ظلم ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"عدالت فیصلہ کرے گی۔"

"تب ہم بھاگے نہیں جا رہے ہیں... پہلے عدالت میں ہمیں پیش
کیا جائے۔"

"اچھی بات ہے۔" بامان کے لہجے میں سکون تھا...

وہ چونک اٹھے... انہوں نے فوراً ایک دوسرے کی طرف

دیکھا... آخر انسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں کہا:

"ہم سمجھ گئے... عدالت سے بھی ہمیں انصاف نہیں ملے

"یہ ہماری عدالت پر آپ کا الزام ہے... مسٹر ہز

آپ عدالت کو یہ بات بھی بتائیں گے کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے

عدالت سے انہیں انصاف نہیں ملے گا۔"

"یس سر۔" ہز بنگ بولا۔

"یہ سب ڈراما ہے... آپ کیا چاہتے ہیں، یہ بتائیں

پروفیسر داؤد کی گرفتاری کے بغیر بھی ہم آپ کا مطالبہ مان لیتے ہیں۔"

"بہت خوب! ان لوگوں نے تو بہت جلد ہتھیار گرا دیے

لیکن اس طرح یہ ہمارے قابو میں نہیں رہیں گے... پروفیسر داؤد کو

ضمانت قید میں رہنا پڑے گا۔"

"ہم یہ مہم ان کے بغیر سر نہیں کریں گے۔" شوکی نے

اعلان کیا۔

"تب تم سب کو جیل جانا ہوگا... تم نے اپنے ملک میں

کیا تھا کہ ہمارے کیس پر کام کریں گے۔"

"اور ہم کام کر رہے تھے... یہ قتل وغیرہ کہاں سے

پڑا۔"

"یہ آپ پروفیسر داؤد سے پوچھیں... ان کی جیب

موت کی پٹی نکلی ہے۔"

"مم... موت کی پٹی۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز

میں کہا۔

"تمہیں کیا ہوا۔" آفتاب اس کی طرف الٹ پڑا۔

"مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں انکل۔" آصف جھلا اٹھا۔

"فاروق موقع محل بھی دیکھا کرو۔"

"وہی تو دیکھ کر بولا ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"یہ دیکھیے... یہ ہے موقع اور یہ ہے محل۔"

یہ کہہ کر فاروق نے آصف پر چھلانگ لگا دی... اور اس طرح
اس سے ٹکرایا کہ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... اچھل کر دور جا گرا۔
وہاں شوکی موجود تھا لہٰذا شوکی کو زبردست دھکا لگا، وہ لڑکھڑایا اور
دھڑام سے گرا... گرتے گرتے اس نے سنبھلنے کی کوشش کی اور اس
کوشش میں آفتاب کو بھی ساتھ لے بیٹھا۔

"حد ہو گئی... خود تو گرے ہو... مجھے بھی ساتھ میں گرا دیا...
بے کوئی تک... یہ لو، اس بے تکی کا مزہ چکھو۔" یہ کہہ کر آفتاب نے
مکا گھمایا، شوکی نے خود کو اس مکے سے بچانے کے لیے لڑھکنی کھائی...
اور اس تیزی سے لڑھکا کہ فرزانہ لپیٹ میں آ گئی۔

"حد ہو گئی... بے کوئی تک، لو میری طرف سے ایک لات

چکھو۔'' فرزانہ نے جھنا کر کہا اور اس کی طرف لات گھما دی...

''مسٹر بامان! یہ آپ نے اس کیس کو حل کرانے کے لیے کن لوگوں کو بلایا ہے... انہیں تو آداب تک معلوم نہیں۔'' ہز بنگ نے چ کر کہا۔

ساتھ ہی فرزانہ کی لات اس کی کمر پر لگی، وہ اوندھے منہ گرا۔

''م... معاف کیجیے گا مسٹر ہز بونگ... نشان چوک گیا۔ میں نے لات شوکی پر گھمائی تھی۔''

''اس... اس کا مطلب ہے جب تم ان کی طرف لات گھماؤ تو مجھے خبردار رہنا چاہیے... ارے ہوف۔'' شوکی نے جلدی سے کہا اور آخر میں بوکھلاہٹ کے عالم میں اس کے منہ سے ارے ہوف نکل گیا۔

''یہ ارے ہوف کیا ہوتا ہے بڑے بھائی۔'' آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

''م... کا... فاروق کا مکا میرے جبڑے سے آ کر لگا ہے۔''

''حالانکہ اس کو جا کر لگنا چاہیے تھا۔''

''ک... کس کو۔'' پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

''آپ چپ رہیں انکل... یہ ساری مار کٹائی سے بھرپور فلم آپ کے دم سے چلی ہے۔'' آصف نے جھنا کر کہا، ساتھ میں اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

''ک... کیا یہ چیخ بھی جملے کا حصہ تھی۔'' فرحت نے

حیران ہو کر پوچھا۔

''ن نہیں... وہ محمود کا جوتا میری پنڈلی سے ٹکرایا تھا۔''

''محمود! کیا ہو گیا ہے تمہارے جوتے کو... اس کی ایڑی کو بھول گئے... اور تلے سے کام لینے لگے۔'' فرزانہ نے چلا کر کہا۔

''م... ن... ہاں۔''

''شاندار جملہ ہے۔'' خان رحمان نے تعریف کی، ساتھ ہی وہ بری طرح اچھلے... کیونکہ ایڑی کا خیال دلائے جانے پر محمود نے لوٹ لگائی تھی... اور لڑھکتے لڑھکتے جوتے کی ایڑی سرکانے کی کوشش کی تھی، اس کوشش میں اس کی لپیٹ میں آ گئے خان رحمان۔

''م... معافی چاہتا ہوں انکل۔''

''بھئی خالی معافی چاہ لو... مم معافی کہاں سے دوں۔''

خان رحمان نے منہ بنایا۔

اس وقت تک وہ چاقو نکال چکا تھا... اس نے چاقو کی نوک ہز بنگ کی گدی سے لگا دی اور سرد آواز میں بولا:

''میرا خیال ہے... اس وقت تک بڑی پارٹی کام دکھا چکی ہو گی۔''

''ہاں! اب تم ہاتھ روک لو... جو عملہ ہمیں گرفتار کرنے آیا تھا، ان سب کی رائفلیں اب ہمارے قبضے میں ہیں... لہٰذا ہم انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ یہ پرسکون رہ کر ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔''

"گگ... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"اور مسٹر ہزبونگ... آپ کی گردن میرے ایک اشارے پر کٹ سکتی ہے... موم بتی کی طرح... لہٰذا آپ ان لوگوں کو حکم دیں کوئی حرکت نہ کریں۔"

"نن نہیں... اچھا... گگ... کوئی حرکت نہ کرنا بھئی۔" ہز بنگ نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ... یہ یہاں کیا ہو رہا ہے... یہ سب کیا تھا۔" بامان کی جھلاہٹ زدہ آواز ابھری۔

"ایسی لڑائیاں ہماری زندگیوں میں جب مرضی کود پڑتی ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیسی لڑائیاں۔"

"جی بس... ایسی لڑائیاں... جیسی لڑائیاں آپ دیکھ رہے ہیں یعنی لڑائیاں لڑائیاں۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا لڑائیاں لڑائیاں لگا رکھی ہے۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"ان حالات میں میں ابا جان اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"ہاں! ٹھیک تو ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد فوراً بولے۔

"جی اچھا... آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔"

"مسٹر ہز بنگ... ان لوگوں نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے۔ کیا ہم فائرنگ کریں۔"

"آپ... یہاں... فائرنگ کریں گے۔" بامان کی حیرت زدہ آواز گونجی۔

"ہاں کیوں... اس میں کیا ہے۔"

"کریں پھر فائرنگ۔" بامان نے ہنس کر کہا۔

وہ چونک اٹھے... بامان کی ہنسی بتا رہی تھی... یہاں فائرنگ کرنا ان کے حق میں مضر ہوگا... انہوں نے مشورے کے لیے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

"ایک آدمی صرف ایک فائر کر کے دیکھے پہلے۔" وہ بولے۔

انہوں نے سر ہلا دیا، انسپکٹر جمشید نے وہاں موجود بامان کے ماتحتوں میں سے ایک کا نشانہ لیا اور اس طرح لیا کہ گولی اچٹ کر واپس آنے کی صورت میں انہیں نہ لگے، نہ ان کے کسی ساتھی کو لگے، پھر انہوں نے فائر کر دیا... گولی بلا کی تیزی سے واپس پلٹی اور دیوار میں جا لگی۔

"کیا خیال ہے انسپکٹر جمشید۔" بامان ہنسا۔

"اچھا خیال ہے... ہم ان سے ہاتھوں اور پیروں سے لڑیں گے۔"

"اس سے کیا ہوگا... تم ان سب کو ہاتھوں اور پیروں کی لڑائی لڑ کر مار ڈالو تو اتنے ہی اور آ جائیں گے... پھر مقابلہ کریں گے، وہ سب مارے جائیں گے... اتنے ہی اور آ جائیں گے... آخر تم

کب تک لڑو گے۔"

"لیکن ہم یہ بھی تو منظور نہیں کر سکتے کہ اپنے سب سے زیادہ عمر کے ساتھی کو گرفتار ہونے دیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"انہیں کچھ نہیں ہوگا... کوئی انہیں ہاتھ نہیں لگائے گا، صرف عدالتی کارروائی ہوگی... اور بس۔"

"نہیں! یہ ظلم ہے... جب انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں تو گرفتاری کیسی... اور پھر آپ لوگ ہمیں یہاں تک خود لے کر آئے ہیں... ہمیں مجبور کیا گیا... اب اور مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے... جب کہ ہم وعدہ کر چکے ہیں، اس کیس پر کام کریں گے... کیسنس کے چور کو پکڑیں گے۔"

"کیا آپ کے خیال میں ہم نے یہ چکر صرف اس لیے چلایا ہے کہ آپ لوگ اور زیادہ مجبور ہو جائیں اس کیس پر کام کرنے کے لیے۔" ہامان کی آواز گونجی۔

"ہاں! اور کیا۔"

"ایسی بات نہیں، ہم جانتے ہیں، آپ لوگ وعدے کر چکے ہیں، یہ کام کریں گے۔"

"تب پھر اس چکر کی کیا ضرورت؟"

"ہم نے کوئی چکر نہیں چلایا... چکر آپ لوگوں نے چلایا... بلاوجہ بے چارے جیکل کو مار ڈالا..."

"ہم تو بلاوجہ چڑیا کے بچے کو بھی نہیں مارتے... جیکل تو پھر انسان تھا..." شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر آپ بتائیں... جیکل کو کس نے مارا؟"

"جوڈی نے... یا آپ نے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے تڑ سے کہا۔

"کیا کہا... یا پھر میں نے۔" ہامان چیخ اٹھا۔

"ہاں اور کیا۔"

"اب مجھے آنا پڑے گا..." ہامان گرجا۔

"ہم برداشت نہیں کر سکے... اس لیے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"سچ یہی ہے... جیکل کو آپ نے خود ہلاک کیا ہے۔"

"کیا... نہیں... نہیں۔" جوڈی چیخا... اس کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی... اس کپکپی کو انہوں نے حیرت زدہ انداز میں دیکھا۔

"کیا ہوا مسٹر جوڈی۔"

"ہم مجھے بھی یہی گمان گزرا تھا کہ میرے والد کے قتل میں مسٹر ہامان کا ہاتھ ہے۔"

"لیکن کیسے... مسٹر ہامان تو یہاں تھے ہی نہیں۔" بزبنگ نے چیخ کر کہا۔

"آپ اس قدر چیخ کیوں رہے ہیں... کیا ہم میں سے کچھ

لوگ بہرے ہیں۔" عکس نے حیران ہو کر کہا اور وہ مسکرانے لگے۔
ہز بنگ کو ایک جھٹکا سا لگا، پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے
آثار نمودار ہو گئے اور اس نے کہا:
"مجھے افسوس ہے... افسوس۔"
"گویا آپ کو دو بار افسوس ہے۔" آصف نے فوراً کہا۔
"کیا مطلب؟" ہز بنگ نے اسے گھورا۔
"آپ نے کہا ہے نا... مجھے افسوس ہے، افسوس۔"
"آپ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنے کے
ماہر لگتے ہیں۔" ہز بنگ نے منہ بنایا۔
"جی ہاں! یہ تو ہے... لیکن ہم ادھر ادھر کی باتوں سے کام
کام کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔"
"ہوگا ہوگا... مجھے کیا... آپ لوگوں کو بلانے والوں نے
زبردست بے وقوفی کی ہے۔"
"یہ بات آپ انہیں بتائیں... ہمیں نہیں۔" محمود مسکرایا۔
"اچھا اب چپ رہیں... دماغ خالی محسوس ہونے لگا ہے۔"
"حیرت ہے... اس قدر جلد؟" فاروق کے لہجے میں طنز تھا
"میں پاگل ہو جاؤں گا۔"
"یہ خبر ہے یا پیش گوئی۔" آفتاب جھٹ سے بولا۔
"میں تم لوگوں سے سمجھ لوں گا۔"

"لیکن ہم آپ کو الجبرا نہیں سکھائیں گے... اس لیے کہ
فرزانہ کو الجبرے سے چڑ ہے۔"
"حد ہو گئی... چڑ صرف فرزانہ کو ہے.. باقی لوگ تو سکھائیں
گے۔"
"یہ... مسٹر بامان یہ تو بالکل پاگل لوگ ہیں... حیرت ہے،
اس قدر مشہور کیسے ہو گئے، اور ماسٹر نے انہیں کیوں بلا لیا۔" وہ چیخا۔
"ماسٹر کی ماسٹر جانے... آپ اس بات کو رہنے دیں... میں
دیکھ رہا ہوں... فکر نہ کریں۔"
"اچھی بات ہے۔"
"لیجیے جناب! ہز بونگ صاحب، آپ کو فکر کرنے کی
ضرورت نہیں... مسٹر مامان آ رہے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔
"آپ پہلے بھی میرا نام ہز بونگ لے چکے ہیں... اور اس
نے بامان کو بھی مامان بنا دیا... عجیب ہونق ہیں آپ۔" ہز بنگ نے
غصے کے انداز میں اردو میں کہا۔
"ارے باپ رے... آپ تو اردو جانتے ہیں... بلکہ شاید
اس میں ماہر ہیں۔"
"میں دنیا کی بے شمار زبانوں کا ماہر ہوں۔"
"بس... سوری سر... اب میں آپ کو ہز بنگ نہیں کہوں
گا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی... یہی تو میرا نام ہے... اعتراض تو بڑ بونگ

پر ہے۔"

"اچھا اچھا... اب ہم آپ کو بڑ بونگ نہیں کہیں گے

ویسے بھی یہ لفظ ہمارے پروفیسر صاحب کے لیے بہت پریشان

ہے۔"

"کیا کہا... پریشان کن ہے... وہ کیسے؟"

"بڑ بونگ سے انہیں بونگ کا خیال آ جاتا ہوگا... یعنی

کا گوشت۔"

"ارے باپ رے... فاروق میں تمہیں معاف نہیں

گا... کس وقت گوشت یاد دلا دیا... اب میں یہاں بونگ کا

کہاں سے لاؤں۔" پروفیسر داؤد نے تلملا کر کہا۔

"یہ ان کا فرض ہے... میرا مطلب ہے، مہمانوں کی

کا احترام کرنا ان لوگوں کا فرض ہے... یہ بونگ کے گوشت کا

خود کریں گے۔"

"نہ بھئی... ان کے ہاں کا گوشت تو ہم نہیں کھائیں

کیا خبر کہ حرام جانور کا گوشت کھلا دیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے۔"

عین اس وقت ہامان اندر داخل ہوا... انسپکٹر جمشید نے

پر نظر ڈالی... ادھر ہامان کی آواز انہوں نے سنی:

"آپ لوگ یہاں بھی اپنی حرکات سے باز نہیں آئے۔"

"کیا مطلب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کہ آپ جہاں بھی جاتے ہیں... اسی قسم کی حرکات کرتے

ہیں۔"

"آپ یہ بھی تو دیکھیں... ایسی حرکات ہمارے لیے کس قدر

مفید رہتی ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"یہاں تو مفید ثابت نہیں ہوئیں۔" ہامان ہنسا۔

"اب ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہاں گولی نہیں چلائی جا سکتی...

اگر چلائی جائے گی تو الٹا چلانے والے کو لگے گی۔"

"اب تو معلوم ہو گیا... اب اپنا کام کریں... کیپٹن کے

چور کو پکڑیں، اس سے کیپٹن برآمد کریں۔"

"آئے تو ہم اسی لیے تھے، لیکن آپ نے خود ہمیں قتل کے

کیس میں پھانسنے کا چکر شروع کر دیا۔"

"نہیں... ہم نے چکر شروع نہیں کیا... پروفیسر صاحب خود

اس بات کا اعلان کریں گے کہ جیکل کو انہوں نے قتل کیا ہے۔"

"کک... کیا... میں خود اقرار کروں گا۔" پروفیسر داؤد

کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! جناب! آپ خود اقرار کریں گے۔"

"شاید آپ کا دماغ چل گیا ہے۔"

"نہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔" ہامان نے فوراً کہا۔

"چلیے پھر ثابت کریں اپنی بات کو۔"

"ہاں! کیوں نہیں... پروفیسر صاحب! آپ نے ہی جی

قتل کیا ہے نا۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ بولے۔

"دیکھیے... سچ بول دیجیے... اسی میں آپ کی بھلائی ہے

اس بار اس کا لہجہ عجیب ہو گیا۔

"کک... کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"میں آپ سے نہیں پروفیسر آپ سے بات کر رہا ہوں۔

"لیکن آپ یہ ان سے کس انداز میں بات کر رہے ہیں

"یہ انداز ہے... سچ اگلوانے کا۔"

"نہیں... ہرگز نہیں۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"پروفیسر صاحب... بتائیں... جیکل کو آپ نے قتل کیا

یا نہیں۔" ہامان چیخا۔

"ہاں! میں نے کیا ہے۔" پروفیسر داؤد بھی چیخے۔

"کیا... یہ آپ نے کیا کہا... اور کیسے کہہ دیا۔"

وہ سب ایک ساتھ چلا اٹھے... مارے حیرت اور خوف

ان کا برا حال ہو گیا۔

☆...☆...☆

روڈی وہ ہے...

"بات ختم ہو گئی... آپ لوگوں کا اصرار تھا کہ پروفیسر داؤد
اقرار کریں کہ یہ قتل انہوں نے کیا ہے... سو انہوں نے اقرار کر لیا،
آپ ان کی گرفتاری میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے... ڈالیں گے تو
کھائیں گے... آپ لوگ یہاں دیکھ چکے ہیں... آپ کا کیا ہوا
ہم میں سے کسی کو نہیں لگ سکتا... لیکن ہمارے فوجی اگر فائرنگ
کریں گے تو آپ کو گولیاں بغیر کسی تکلف کے لگیں گی اور پھر آپ لوگ
یہاں ہوں گے۔"

"جنت میں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

باقی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

"بالکل ٹھیک کہا فاروق۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"ہائیں یہ کیا... تم میری تائید کر رہے ہو۔" فاروق نے
ان ہو کر کہا۔

"اس بات پر تو ہم سب تائید کریں گے تمہاری۔" مکھن
مسکرایا۔

''شکریہ شکریہ۔''

''دو مرتبہ شکریہ کا ڈبل شکریہ۔'' محمن گھبرا کر بولا۔

''آپ لوگ باتیں بنانا چھوڑیں... اور پروفیسر داؤد
پاس سے ہٹ جائیں۔''

''نہیں! ہم انہیں اپنے گھیرے میں لیے رہیں گے...
آپ انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو ساتھ میں ہمیں بھی گرفتار کریں۔''

''نہیں! تم لوگ معاہدے کے مطابق کیمسٹس کی چوری
سراغ لگاؤ گے... اور بس۔'' بامان کا لہجہ سخت ہو گیا۔

''لیکن اگر پروفیسر صاحب ساتھ نہیں ہوں گے تو ہم اطمی
اور سکون سے یہ کام نہیں کر سکیں گے اور میرا خیال ہے... اس کام
اطمینان اور سکون کی بہت ضرورت ہے۔''

''لیکن ہم ایک قاتل کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔'' بامان
بھنا کر کہا۔

''یہ قاتل ہیں نہیں... زبردستی بنا دیے گئے ہیں۔''

''آپ لوگ دیکھ رہے ہیں۔'' وہ ہزبنگ وغیرہ کی ط
مڑا۔

''ہاں! کیوں نہیں... ہم دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی
ہیں۔'' اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''سب کے سامنے پروفیسر داؤد نے قاتل ہونے کا اقر

چکا ہیں۔'' بامان پرزور لہجے میں بولا۔

''بالکل کیا ہے۔''

''اب یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ان سے زبردستی اقرار کروایا
کیا یہ بات عقل سے اترتی ہے۔''

''بالکل نہیں! کم از کم میرے عقل سے تو نہیں اتر رہی۔''
ہنسا۔

''لیکن میں اعلان کرتا ہوں... یہ اقرار زبردستی کرایا گیا
ہے۔'' انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

''آخر کیسے... آپ اپنی بات ثابت کریں۔'' بامان بھی بلند
آواز میں بولا۔

''ضرور! کیوں نہیں... مسٹر بامان! آپ دراصل پیناٹزم
کے بہت بڑے ماہر ہیں... آپ نے ان پر پیناٹزم کیا ہے... پھر وہ
اقرار کروایا ہے۔''

''کیا... نہیں۔'' سب نے چلا کر کہا۔

''ہاں جناب! آپ لوگ مسٹر بامان کا چہرہ دیکھیں... ان
کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا ہے تو دوسرا جا رہا ہے... ایسا ہے یا
نہیں۔''

''ہے تو ایسا ہی۔'' ہزبنگ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''اب آپ کیا کہتے ہیں مسٹر بامان...'' انسپکٹر جمشید نے

طنزیہ انداز میں کہا۔

"مجھے حیرت ہے... یہ بات آپ نے کیسے بھانپ لی"

بامان سرسراتے انداز میں بولا۔

"دراصل میں بھانپنے کا ماہر ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے

ان کے جملے پر ان کے سب ساتھی مسکرا اٹھے۔

"آپ لوگ مذاق کرنے کے شیر ہیں۔" بامان نے جل

کہا۔

"خدا کا شکر ہے... گیدڑ نہیں ہیں۔"

"مسٹر بامان... اب بات ختم کریں... یہ لوگ کیسٹس

چور کا سراغ لگانے میں ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"لیکن مسٹر جیکل کا قتل کہاں جائے گا... انہیں کس نے قتل

ہے۔"

"خود آپ نے۔" انسپکٹر کامران مرزا پکار اٹھے۔

"کیا کہا... میں نے۔" بامان چلایا۔

"ہاں ہاں... آپ نے... مسٹر جیکل کو آپ نے خود قتل

ہے... اور چاہتے یہ تھے کہ پروفیسر داؤد کو گرفتار کر کے ہمیں بالکل

کر دیا جائے... کیونکہ آپ کو خطرہ تھا..." یہاں تک کہہ کر

کامران مرزا رک گئے۔

"مجھے خطرہ تھا... کس بات کا خطرہ تھا۔" بامان کھو

کھوئے انداز میں بولا۔

"ہاں! آپ کو خطرہ تھا... کہ ہم کسی وقت بھی دھوکا دے سکتے ہیں... لہٰذا آپ چاہتے تھے... ہمیں دھوکا دینے کے قابل نہ چھوڑیں۔"

"اوہ اوہ۔" بامان لڑکھڑا گیا۔

"کیا ہوا مسٹر بامان۔" ہڑ بنگ گھبرا گیا۔

"ہم نے ان لوگوں کو غلط سمجھا... یہ بلاوجہ مشہور نہیں ہیں... ان میں کوئی بات ہے... لہٰذا اب ہم ان سے صرف درخواست کریں گے کہ یہ ہماری کیسٹس کا سراغ لگا دیں۔"

"آپ صرف ان سے کیوں کہہ رہے ہیں... بین الاقوامی سطح پر مشہور تینوں پارٹیاں آخر یہاں موجود ہیں... اور یہ چاروں پارٹیاں مل کر یہ کام کر رہی ہیں۔" ہڑ بنگ نے برا مان کر کہا۔

"ہاں مسٹر ہڑ بنگ... یہی بات ہے۔" بامان نے فوراً اپنی غلطی محسوس کر لی۔

"لہٰذا ہم چاروں پارٹیاں یہ کام کریں گی اور آپ بس دیکھتے جائیں۔"

"ٹھیک ہے... میں دیکھتا جاؤں گا۔" بامان کا انداز اب ڈھیلا ڈھالا ہو گیا۔

"لیکن میں نے کہا تھا... جیکل کے قاتل مسٹر بامان آپ خود

ہیں۔"

"نہیں... یہ تو خیر غلط ہے۔"

"تب پھر... صحیح کیا ہے۔"

"جیکل کا قاتل خود اس کا بیٹا جوڈی ہے... یہ ایک مدت سے باپ کی جگہ لینے کی کوشش کر رہا تھا..."

"نن نہیں... نہیں۔" جوڈی نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"اسے گرفتار کر لیا جائے۔" بامان نے غرا کر کہا۔

"نن نہیں۔" جوڈی چیخا۔

اس کی کسی نے نہ سنی... گرفتار کر کے گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

"اب میں بھی چلتا ہوں... آپ اپنا کام جاری رکھیں۔"

"ابھی ہم نے یہاں اپنا کام مکمل نہیں کیا... ہم سٹوڈیو کا مکمل جائزہ لیں گے۔"

"آپ جو چاہیں کریں... اب ہم آپ سے کچھ نہیں کہیں گے۔ ہمیں تو بس کیمسٹس اور ان کا چور چاہیے۔"

"چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب! یہ آپ نے کیا کہا... چاہے وہ کوئی بھی ہو۔"

"ہاں! چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں انسپکٹر جمشید۔"

"فرض کیا... چور آپ خود ہیں۔" انسپکٹر جمشید ایک ایک لفظ

چبا چبا کر بولے۔

"کیا فضول بات ہے۔" بامان چلایا۔

"یہ بات جیسی بھی ہے... آپ جواب دیں۔"

"ہاں! ٹھیک ہے... چاہے میں ہی مجرم کیوں نہ ہوں۔" آخر اس نے تنگ آ کر کہا۔

"شکریہ لیکن۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن کیا۔"

"اگر آپ خود مجرم ثابت ہوتے ہیں... تو ہم آپ کو کس کے حوالے کریں گے... پہلے ہمیں یہ بتا دیں۔"

بامان کو ایک جھٹکا لگا... آخر اس نے کہا:

"باس کے..."

"باس کے حوالے کریں گے... لیکن کیسے... باس تو ہمارے ساتھ نہیں ہے... نہ ہم جانتے ہیں... باس کون ہے۔"

"ان کیمسٹس کے مالک... مسٹر روڈی۔"

"آپ پہلے ان سے ہماری ملاقات کروائیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ ہمیں بتائیں گے... اگر مجرم مسٹر بامان نکلے تو ہمیں کیا کرنا ہوگا، ہم انہیں کس کے حوالے کریں گے۔"

"یہ جو یہاں فوجی کھڑے ہیں... ان کے حوالے کریں گے

آپ مجھے۔'' ہامان نے چیخ کر کہا۔

''یہ تو آپ کے اپنے فوجی ہیں۔''

''اوہو... یہ میرے اپنے نہیں... مسٹر روڈی کے اپنے فوجی ہیں... اس پوری جگہ پر مسٹر روڈی کی حکومت ہے... کوئی ملک ان کی اس جگہ کی حکومت چیلنج نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اشارتاً بھی نہیں کر سکتا۔'' اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''اوہو! آخر یہ روڈی کیا چیز ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بھی اس کے انداز میں بولے۔

''روڈی وہ ہے...'' وہ کہتے کہتے رک گیا... اس کا رنگ اڑ گیا... پھر اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا:

''اچھی بات ہے... میں مسٹر روڈی سے آپ کی بات کرا دیتا ہوں۔''

''ملاقات کیوں نہیں۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''انہوں نے ضرورت سمجھی تو ملاقات بھی کروائی جائے گی... فی الحال آپ بات کریں، آپ میں سے کون بات کرے گا۔''

''انسپکٹر کامران مرزا۔'' انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

انہوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... جیسے کہہ رہے ہوں:

''میرا نام تجویز کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''ضرورت تھی...'' وہ مسکرائے۔

''اچھی بات ہے..... تب پھر ہوگی ضرورت۔'' وہ بھی مسکرائے۔

''یہ آپ کیا اشاروں میں باتیں کرنے لگے۔'' شوکی گھبرا کر بولا۔

''لیکن تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''پپ... پتا نہیں۔''

''پپ... پتا نہیں... کیا پتا نہیں۔''

''ہم... معافی چاہتا ہوں... اب نہیں گھبراؤں گا۔'' شوکی نے اور گھبرا کر کہا۔

''حد ہو گئی... کہہ رہے ہیں کہ اب نہیں گھبراؤں گا اور یہ بات اور زیادہ گھبرا کر کہہ رہے ہیں، ہے کوئی تک۔''

''یار چپ رہو... تمہاری بے تکی باتیں سن سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔'' آصف چلایا۔

''اس کا مطلب ہے... باقیوں کے کان ابھی کچے ہیں۔'' آفتاب ہنسا۔

''بلکہ ہو سکتا ہے... باقی کچے کانوں والے ہوں۔'' مکھن بول اٹھا۔

"ہوائی ہیڈ کی کوز کام۔"

"خاموش... یہ لیجیے... مسٹر انسپکٹر کامران مرزا مسٹر روڈی سے بات کریں۔" بامان نے جلاتے ہوئے انداز میں کہا اور ایک ننھا سا آلہ ان کے ہاتھ میں دے دیا... اس پر ٹوں ٹوں جاری تھی۔

"ہیلو مسٹر روڈی... یہ آپ ہیں۔"

"مجھ سے بات کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" دوسری طرف سے کھردری سی آواز سنائی دی۔

"ہمیں بتایا گیا ہے... کہ ان کیسٹوں کے مالک آپ ہیں، اس پوری جگہ کے مالک آپ ہیں بلکہ یہاں آپ کی حکومت ہے... آپ کی حکومت کو کوئی بڑے سے بڑا ملک بھی چیلنج نہیں کر سکتا۔"

"یہ باتیں کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے مسٹر کامران مرزا۔" روڈی کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"میں کہنا یہ چاہتا ہوں... کیسٹوں کا چور کوئی بھی ہو... آپ اسے گرفتار کریں گے... سزا دیں گے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... وہ سزا سے بچ نہیں سکتا... بس ایک معلوم ہو جائے، وہ چرائی کس نے ہیں۔"

"یہ ہم آپ کو بتائیں گے... لیکن فرض کیا... چور آپ ہوئے۔"

"کیا!!!" روڈی پوری قوت سے دھاڑا۔

انسپکٹر کامران مرزا کا کان جھنجھنا اٹھا... آلے سے ابھرنے والی آواز وہاں موجود سب لوگوں نے سنی... بامان اور فوجی تو کانپنے لگے۔

"مسٹر روڈی... میرے کان کا پردہ بچ گیا... میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں... مہربانی فرما کر اس قدر زور سے نہ بولیں... ہم لوگوں کا ایک اصول ہے... کیس کے دوران جو لوگ بھی سامنے آتے ہیں... ہم ان سب کو مجرم خیال کرتے ہیں... اور کبھی بھی یہ نہیں سوچتے کہ فلاں شخص مجرم نہیں ہو سکتا... بلکہ ہم یہی سوچتے ہیں... کہ یہ بھی مجرم ہو سکتا ہے اور یہ بھی... ہم اس کیس میں آپ کو بھی شک سے بری نہیں کریں گے... لہٰذا میں آپ سے بھی سوالات کرتا ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے... کریں پھر سوال۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"حد ہو گئی... یہ سوالات کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"کیوں... کیا بات ہے۔"

"آپ یہاں آ جائیں... پھر ہم سوالات کریں گے... ورنہ ہم اس کیس پر کام نہیں کریں گے۔"

"اس کا آپ وعدہ کر چکے ہیں۔"

"لیکن ہم نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق

کام نہیں کریں گے... آپ کی مرضی کے مطابق کام کریں گے... یہ وعدہ ہم نے آج تک نہیں کیا... اور نہ کبھی کر سکتے ہیں، اس لیے کہ جس دن ہم نے یہ وعدہ کرنا شروع کر دیا... اسی دن سے ناکامیاں ہمارے قدم چومیں گی۔" انسپکٹر کامران مرزا روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"کک... کیا کہا کامران مرزا... ناکامیاں ہمارے قدم چومیں گی۔" پروفیسر داؤد حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"کیوں! اس میں کیا ہے... اگر کامیابیاں قدم چوم سکتی ہیں تو ناکامیاں کیوں نہیں چوم سکتیں انہیں کیا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرف حیرت زدہ انداز میں دیکھا۔

"اوہ ہاں! یہ بات تو ہے۔" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"آپ پہلے مجھ سے بات کریں۔" روڈی غرایا۔

"آپ یہاں آئیں... یا جہاں آپ ہیں... ہمیں بلا لیں۔ ہماری آپ سے ملاقات انتہائی ضروری ہے... ورنہ اس کیس میں ہماری کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے، پھر کیسے گا... ہمیں خبر نہ ہوئی۔"

"ایک منٹ... آپ یہ سیٹ ذرا بامان کو دیں۔"

"اچھی بات ہے... لیجیے مسٹر بامان۔" وہ بولے اور سیٹ اسے دے دیا۔

"یس سر... بامان بات کر رہا ہوں۔"

"ہز بنگ سے میری بات کرائیں۔"

"مسٹر ہز بنگ آہر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہم... ہم... مجھ سے۔" وہ کانپ گیا۔

"لیکن اس میں کانپنے کی کیا بات ہے۔" شوکی نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

"تمہیں اس سے کیا... اپنے کام سے کام رکھو اور بیچ میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔" ہز بنگ نے شوکی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ باقی لوگوں کو بہت حیرت ہوئی... کہ اتنی سی بات پر ہز بنگ کو اتنا غصہ کیوں آیا...

"اچھی بات ہے... آئندہ میں اپنے کام سے کام رکھوں گا آپ کے کام سے کام نہیں رکھوں گا۔" شوکی سہم کر بولا۔

باقی لوگ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"یہ کیا لغویات شروع ہو گئیں... مسٹر ہز بنگ آپ صرف صرف مجھ سے بات کریں۔"

"یس... سوری سر... فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ انشارجہ کے سب سے ذہین جاسوس مانے جاتے ہیں، بڑے بڑے کیسوں میں آپ کو بلایا جاتا ہے... آپ چٹکی بجاتے

کیس حل کرتے ہیں... کیا آپ میرا یہ کیس حل نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں... یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ نہیں کر سکتے

"تب ہم ان لوگوں کے چکروں میں کیوں آئیں۔"

"میں نے تو پہلے بھی مخالفت کی تھی کہ ان لوگوں کو نہ

جائے... یہ عجیب و غریب حرکات کرتے ہیں... سنجیدہ لوگوں وال

میں ایک بات بھی نہیں ہے... خاص طور پر ان کی بچہ پارٹی میں...

ہر وقت اوٹ پٹانگ باتیں کرتے رہتے ہیں... ابھی آپ دیکھ

لیں۔"

"ہاں! میں نے دیکھا ہے... میں تمام مناظر شروع سے

رہا ہوں۔" روڈی کی آواز سنائی دی۔

"بس تو پھر سر... معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں... انہیں واپ

دیں۔"

"واپس! ... ہاں ٹھیک تو ہے... سیٹ بامان کو دیں۔"

"بہت بہتر باس۔"

اس نے سیٹ بامان کو دے دیا۔

"یس سر۔"

"ان لوگوں کو جانے دیا جائے... میں ان کی یہ شرط

سکتا کہ یہ مجھ سے ملاقات کریں۔"

"او کے سر... آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا۔"

اس نے سیٹ بند کر دیا اور ان کی طرف مڑا:

"گاڈ کا شکر ہے... اس نے ہمیں آپ لوگوں سے نجات

دلا دی۔ آپ کو آپ کے ملک روانہ کر دیا جائے۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"مسٹر ہڑبنگ! اب آپ اس کیس کے انچارج ہیں...

مسٹر ساتا، برائٹ اور ان کے ماتحت آپ کی مدد کریں گے۔" بامان

نے کہا۔

"یہ فیصلہ سن کر خوشی ہوئی... اب ہم جلد کیسٹس کا چور پکڑ کر

دکھائیں گے اور کیسٹ بھی برآمد کر کے دکھائیں گے۔" ہڑبنگ نے

خوش ہو کر کہا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ آئیں... اور مسٹر ہڑبنگ... کیا

آپ شوڈیو کا معائنہ کرنا پسند کریں گے۔"

"نہیں... اس کی کوئی ضرورت نہیں... ہم اصل چور کی

تلاش میں نکلیں گے... یہاں کیا رکھا ہے... پرانے زمانے کی چیزیں

ہیں... جن سے فلموں کی منظر نگاری کا کام لیا جاتا ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا... یہ لوگ بلاوجہ وقت ضائع

کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔" بامان نے منہ بنایا۔

"آپ نے یہ بات بالکل ٹھیک کہی..." انسپکٹر کامران مرزا

مسکرائے۔

"اب چلیے... آپ کا اسی وقت سے اس کیس سے کوئی تعلق
نہیں رہ گیا۔" ہامان نے گویا فیصلہ سنایا۔

"الوداع اے کیسٹوں کے کیس۔" فاروق نے خوش ہو کر
کہا۔

باقی لوگ منہ بنا کر رہ گئے، پھر ان لوگوں کو وہاں سے باہر
عمارت کی طرف لایا گیا... وہاں ایک بند گاڑی تیار کھڑی تھی۔

"یہ گاڑی آپ کو اس جہاز تک لے جائے گی... جو
آپ کے اصل ٹھکانے تک لے جائے گا۔"

"اصل ٹھکانے تک۔" انسپکٹر جمشید نے اب اس کی طرف
دیکھا۔

"ہاں! اصل ٹھکانے تک... یعنی آپ کے ملک تک۔"

"شکریہ جناب۔" وہ بولے۔

پھر وہ گاڑی میں سوار ہو گئے... گاڑی بالکل بند تھی، اس کے اندر
سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا... اس کے دروازے خود بخود بند
ہو گئے... پھر چل پڑی... جلد ہی ان کا جہاز زمین سے بلند ہو
اور انسپکٹر جمشید جہاز کے عملے سے کہہ رہے تھے:

"معاف کیجئے گا... کیا اس جہاز میں پیرا شوٹ ہیں۔"

"جی بالکل ہیں۔"

"تو ہم سب کو پیرا شوٹ دے دیں۔"

"کیوں... کیا بات ہے۔" عملے کے ایک فرد نے حیران ہو
کر کہا۔

"جہاز آپ لوگوں سمیت پھٹنے والا ہے... بس ذرا جلدی
کریں... آپ لوگ بھی پیرا شوٹ باندھ لیں اور نیچے چھلانگیں لگا
دیں۔"

"نن نہیں... یہ... یہ غلط ہے۔"

"ارے بھائی... یہ غلط ہے یا درست... ؟ آپ ہمیں تو پیرا
شوٹ دے دیں نا... آپ بے شک جہاز پر سوار رہیں۔"

"لیکن ہمیں حکم ہے... آپ لوگوں کو آپ کے ملک کے
علاوہ کہیں نہ اتارا جائے... آپ کی آمد کی اطلاع آپ کی حکومت کو
دے دی گئی ہے.. لہٰذا جہاز کو لینڈ کرنے کی اجازت ملے گی۔"

"اوہ اچھا خیر... لیکن آپ پیرا شوٹ تو دے دیں... ہم
انہیں باندھ کر بیٹھیں گے۔"

"آپ کو وہم ہوا ہے... بھلا جہاز کیوں کریش ہونے لگا۔"

"جن لوگوں نے ہمیں جہاز پر سوار کرایا ہے.. وہ یہی چاہتے
ہیں کہ ہم ختم ہو جائیں۔"

"تب تو آپ لوگوں کے ساتھ ہم بھی مارے جائیں۔"

"اتنی دیر سے یہی تو آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔"

پھر تو جہاز میں ہل چل مچ گئی، نچلے حصے سے پیرا شوٹ نکالے گئے... جلدی جلدی ان کو باندھا گیا۔

"ہمارے لیے جہاز کا دروازہ کھول دیں... اب ہم یہاں نہیں ٹھہر سکتے... آپ کو جہاز پر ٹھہرنا ہے... تو آپ کی مرضی۔"

"پائلٹ صاحب... اب کیا کیا جائے۔"

"یہ لوگ بلاوجہ چھلانگیں نہیں لگا رہے... ہم بھی ان کے ساتھ چھلانگیں لگائیں گے اس لیے کہ۔" پائلٹ کی آواز سنائی دی لیکن وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"آپ رک کیوں گئے سر۔" عملے میں سے ایک نے کہا۔

"اس لیے کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہمیں۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا

"ہاں! میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے... لہٰذا آپ لوگ چھلانگیں لگائیں گے تو ہم بھی ساتھ میں لگائیں گے۔"

"بہت خوب! اب آپ اپنی آنکھوں سے اس جہاز کو تباہ ہوتے دیکھیں گے... جلدی کریں۔"

پھر وہ سب فضا میں کود گئے... اور ابھی وہ زمین تک نہیں پہنچے تھے کہ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا... انہوں نے جہاز کے ٹکڑے نیچے آتے دیکھے...

ان سب نے خدا کا شکر ادا کیا... پیرا شوٹ آہستہ آہستہ نیچے اترتے چلے گئے... زمین پر گرنے سے پہلے ہی انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ ایک گھنے جنگل میں اترنے والے ہیں... وہاں درخت ہی درخت تھے اور پھر ان کے پیر زمین پر لگ گئے... لیکن کوئی کہیں گرا تھا.. کوئی کہیں، ایسے میں انسپکٹر جمشید کو الو کی آواز کا خیال آ گیا... انہوں نے منہ سے الو کی آواز نکالی... بس پھر کیا تھا...... الو کی آوازوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور اتفاق کی بات کہ وہاں ایک دریا بہہ رہا تھا... بہت بڑا اور تیز دریا...

"پتا نہیں، یہ کون سا دریا ہے۔"

"اور جہاز کے عملے میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"ہم تو الوؤں کی آوازوں کے ذریعے ایک دوسرے تک پہنچ گئے... وہ بے چارے تو یہاں تک کیسے پہنچتے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ارے... وہ... وہ دیکھیے۔"

ایسے میں شوکی نے مارے حیرت اور خوف کے کہا۔

☆...☆...☆

انکل کی کہانی

انہوں نے دیکھا، کافی دور دریا کے کنارے ایک چٹان[...]
اس چٹان پر ایک بھوت بیٹھا تھا۔

''بھ بھوت۔'' مکھن مارے خوف کے پکار اٹھا۔

بھوت تک شاید اس کی آواز پہنچ گئی... وہ بری طرح[...]
اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''ارے باپ رے... اس نے سن لیا... برا مان گیا[...]
تو آئے گا ہماری طرف۔'' آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں[...]

''حد ہو گئی... کس قدر زوردار اندازہ لگایا... وہ[...]
آرہا ہے۔'' فاروق چیخا۔

''بھ... بھاگو۔'' اخلاق بلند آواز میں بولا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے انسپکٹر جمشید کی[...]
آواز سنی۔

''ک... کس کی ضرورت نہیں۔''

''بھ بھاگنے کی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

سب کو ہنسی آگئی... لیکن چھوٹی پارٹی کی ہنسی میں خوف شامل
تھا، اس لیے کہ وہ واقعی انہیں بھوت لگ رہا تھا۔

''بھوت صاحب تشریف لا رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں،
بھاگنے کی ضرورت نہیں... تب کیا جب یہ بالکل نزدیک آجائے گا...
تب بھاگنے کی ضرورت ہوگی۔'' فاروق جلدی جلدی بولا۔

''اس وقت تو بالکل ضرورت نہیں رہ جائے گی۔''

ایسے میں بھوت صاحب ان کے نزدیک آگئے... ان کے
پورے جسم پر کیچڑ لگا ہوا تھا... گویا سر سے لے کر پیر تک کیچڑ میں
ڈوبے ہوئے تھے...

''یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

بھوت کے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ بہت بری اچھلے... آواز
منور علی خان کی تھی...

''ارے باپ رے... یہ آپ ہیں انکل۔'' آفتاب چلا
اٹھا۔

''نہیں! میں ایک بھوت ہوں۔'' وہ ہنسے۔

''وہ تو ٹھیک ہے... لیکن یہ آپ نے حلیہ کیا بنا رکھا ہے۔''
آفتاب مارے حیرت کے بولا۔

''یہ بنایا نہیں... بن گیا ہے۔'' منور علی خان مسکرائے۔

لیکن کیچڑ کی تہوں میں وہ مسکراہٹ دنیا کی عجیب ترین

مسکراہٹ گئی انہیں۔

"یہ... یہ آپ کس انداز میں مسکرا رہے ہیں... میں خوف محسوس کر رہا ہوں... مجھے آدم خور قبیلے یاد آ رہے ہیں۔" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"کیچڑ میں ملبوس چہرے پر میں اور کس قسم کی مسکراہٹ لا سکتا ہوں۔"

"ہاں جلدی سے بتا دو... تمہارا یہ حلیہ کس نے بنایا ہے... ہم ابھی جا کر اس سے نپٹ لیتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مشکل ہے... بلکہ ناممکن ہے۔" منور علی خان بولے۔

"یہ آپ نے کیا کہہ دیا آج کی تاریخ میں انکل... ہم لوگ تو ہمیشہ یہی کہتے ہیں، کوئی کام مشکل نہیں... ناممکن نہیں۔"

"لیکن۔" منور علی خان پرزور انداز میں بولے۔

"لیکن تو بہت زوردار ہے آپ کا... لیکن اس سے آگے بھی تو کچھ کہیے نا... ورنہ بات کیسے بنے گی انکل۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"دیکھا... لیکن پر لیکن دے مارا۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود فاروق کی طرف الٹ پڑا۔

"بھئی کہیں لڑ نہ پڑنا... ابھی ہم نے انکل کی کہانی نہیں سنی۔" آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"گویا ہم لڑ پڑے تو ابو کہانی نہیں سنائیں گے۔" فرحت کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ بات نہیں فرحت... پھر کہانی سننے کی فرصت کہاں ملے گی... پھر تو یہاں وہ ہڑبونگ مچے گی... کہ خدا کی پناہ۔"

"ہاں واقعی... پہلے کہانی... کیونکہ ابھی انہیں اس کیچڑ سے پیچھا چھڑانا ہے۔"

"تو انہوں نے اب تک چھڑایا کیوں نہیں۔"

"بھئی اس چٹان پر دریا میں چھلانگ لگانے کے لیے ہی تو پہنچا تھا... کہ تم لوگوں کی آوازیں سن لیں... بس وہیں بیٹھ گیا۔"

"لیکن آپ تو ہم میں سے کسی کا جملہ سن کر اچھلے تھے۔" آصف بولا۔

"وہ میں نے ایکٹنگ کی تھی۔" منور علی خان مسکرائے۔

"حیرت ہے... اب تم یہ کام بھی کرنے لگے۔" خان رحمان بول اٹھے۔

وہ ہنس پڑے...

"خوب گزرے گی... جو مل بیٹھیں گے دیوانے کئی۔" منور علی خان بولے۔

"اب ہو جائے کہانی۔"

"کوئی خاص نہیں... یہاں قریب ہی ایک دلدل ہے..."

میں ایک ہاتھی کا تعاقب کر رہا تھا... بس بے خبری میں اس میں گر گیا... ہاتھی کو دلدل کا پتا تھا وہ کنی کترا کر نکل گیا... میں لاعلمی میں مارا گیا...

"لیکن آپ دلدل سے نکلے کیسے۔" آصف نے گھبرا کر کہا۔

"اوہو بھئی! اب تو یہ نکل آئے ہیں... اب گھبرانے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" فرحت نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ گھبراہٹ صیغہ ماضی میں ہے۔" آصف مسکرایا۔

"لیجیے... کہانی سی نہیں... گرامر شروع ہو گئی... اس کا مطلب ہے... ہو گئی کہانی گول۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اس کا مطلب ہے... پہلے کہانی چوکور تھی۔" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی... ارے بھئی... کوئی کہانی ہے ہی نہیں... چوکور اور گول کیسے ہو گئی... بس میں دلدل میں گر گیا تھا... اللہ کی مہربانی سے نکل آیا۔"

"پھر بھی... کیسے؟" فرزانہ بول اٹھی۔

"بس اللہ نے عقل عطا کر دی... میں دلدل میں گرا... دلدل مجھے نیچے کی طرف کھینچنے لگی... ایسے میں مجھے رسی کا خیال آ گیا... میں نے رسی نکالی... انکڑا اٹھایا اور کھینچ مارا۔"

"لیکن کس چیز پر... انکل دلدل میں درخت نہیں ہوتے۔" آفتاب چلا اٹھا۔

"کک... کیا... دلدل میں درخت۔" فاروق پکارا۔

"تمہیں کیا ہوا بھائی۔" آفتاب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ تو کئی بار ہو چکی ہے۔" مکھن بولا۔

"کیا چیز کئی بار ہو چکی ہے... اور کیوں؟" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بول اٹھے۔

"جی... حد اور کیا..."

"حد ہو گئی۔" پروفیسر داؤد جھلا کر بولے۔

"اوہو! سوال یہ تھا، انکل نے آنکڑا کس چیز پر پھینکا... وہاں تو صرف دلدل تھی۔"

"میں دلدل کے کنارے پر تھا نا... اور میرا انجام دیکھنے کے لیے وہ ہاتھی صاحب بھی آ گئے تھے... بس آنکڑا ان کی ٹانگ کے گرد لپٹ گیا... ادھر ہاتھی صاحب گھبرا گئے کہ یہ کیا مصیب آ پڑی... وہ جو گھبرا کر بھاگے تو میں دلدل سے اس طرح نکل آیا جیسے... جیسے بھلا۔" وہ رک گئے... کوئی جملہ نہیں سوجھ رہا تھا۔

"جیسے مکھن میں سے بال نکل آتا ہے۔"

''کیا!!!'' محسن چلا اٹھا۔

''اوہو! تم میں سے نہیں! کھانے والے محسن میں سے۔''

آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

''دھت تیرے کی... بات کیا ہو رہی تھی... پہنچ گئی کہاں۔''

محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا جو لگا آصف کی ران پر...

''اب اسے رانوں کی بھی پہچان نہیں رہی۔'' آصف نے جھلا کر کہا۔

''نظر کمزور ہو گئی بے چارے کی۔'' رفعت مسکرائی۔

''ویسے یہاں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر علامہ اقبال کا ایک شعر یاد آ رہا ہے... کیا خیال ہے ہو جائے۔'' خان رحمان کی آواز ابھری۔

''ضرور... ضرور... کیوں نہیں... ہم جانتے ہیں... آپ کو علامہ اقبال بہت پسند ہیں... ایک بار آپ نے وہ صحرا والا شعر بھی سنایا تھا نا... جو کچھ یوں تھا:

دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں گھوڑا دیے دوڑے ہم نے

''اوہ ہاں! واقعی... میں اس مرتبہ یہ شعر اسی طرح پڑھ گیا پتا نہیں کیا ہے مجھے اشعار الٹ پلٹ کر جاتا ہوں۔'' خان رحمان جھینپ گئے۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے انکل کہ اشعار آپ کو الٹ پلٹ کر دیں

ہوں۔'' فرحت مسکرائی۔

''یعنی ممکن ہے... ویسے اس شعر کا دوسرا مصرعہ دراصل یوں ہے:

''بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے''

''اور آج کا علامہ اقبال کا شعر کیا ہے۔''

''عرض کرتا ہوں...

رحمتیں ہیں تیری کاشار کے رغیانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر''

''واہ واہ... بہت خوب... یہ علامہ صاحب کے شکوے کا شعر ہے۔'' پروفیسر داؤد نے تعریف کی۔

''لل... لیکن۔'' شوکی نے گھبرا گیا۔

''اس شعر میں لیکن کی کیا گنجائش؟'' محمود نے اسے گھورا۔

''آپ لوگوں نے شعر غور سے نہیں سنا... اس کے جو الفاظ ہیں... وہ پہلے ہی چونکہ سب کے ذہنوں میں ہیں، اس لیے کسی کو فرق محسوس نہیں ہوا... ورنہ انکل زبردست گڑبڑ کر گئے ہیں۔''

''زبردست گڑبڑ۔'' سب چلائے۔

''کیا کہا... شوکی۔'' خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

''ٹھیک کہہ رہا ہوں انکل... اصل مصرعہ یوں ہے...

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر۔''

''ہاں تو پھر، میں نے یہی تو پڑھا ہے۔'' خان رحمان چلائے

''جی نہیں! آپ نے پڑھا ہے...

رحمتیں ہیں تیری کاشار کے رغیانوں پر''

''کیا!!!'' سب چلائے۔

''جی نہیں... یار تمہارے کانوں کو دھوکا ہوا ہے۔'' خان

رحمان بوکھلا اٹھے۔

''ہم... میرے کانوں کو بھی پھر دھوکا ہوا ہے۔'' اخلاق نے

کہا۔

''کیا مطلب... میں نے یہ اسی طرح پڑھا تھا۔''

''جی ہاں! بالکل۔''

''ارے باپ رے... حیرت ہے... کمال ہے... کاشار

کے رغیانوں پر۔'' خان رحمان بولے۔

''ویسے بھی... یہ اغیار کے کاشانوں پر مطلب کیا ہے...

اتنی گاڑھی اردو مجھے نہیں آتی۔'' پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

''علامہ اقبال کی شاعری ہے ہی بہت گاڑھی... اغیار جمع ہے

غیر کی... کاشانوں جمع ہے کاشان کی... یعنی غیروں کے گھروں

پر... مطلب علامہ اقبال صاحب کا یہ ہے کہ غیر مسلموں پر تیری رحمتیں

ہیں... اور بے چارے مسلمانوں پر بجلیاں گرتی ہیں... شکوے

جواب دیتے وقت وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ ہم اسلام

سے پورے عمل پیرا نہیں رہ گئے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ہم سے

اپنی رحمتیں اٹھالی ہیں۔''

''بات بھی ہوگئی... انکل دلدل سے نکل آئے اور بس...

پہلے انکل دریا میں نہالیں... پھر ہم مزید باتیں کرلیں گے...''

آفتاب نے کہا۔

''وہ نہاتے رہیں گے... ہم باتیں کرتے رہیں گے۔''

فاروق نے اسے گھورا۔

''اچھا بھائی... کرلینا... مرے کیوں جاتے ہو۔''

''مرا جاتا ہے... میرا جوتا۔''

''تب تو اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔'' آفتاب نے فوراً

''کس کے کفن دفن کا؟'' پروفیسر داؤد بے خیال کے عالم میں

''جی... جوتے کے۔''

''حد ہوگئی... حد ہوگئی۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''آپ نے دو مرتبہ کیوں کہا۔''

''اس لیے کہ حد کچھ زیادہ ہی ہوگئی تھی۔''

''میں چلا نہانے... آپ لوگ اتنی دیر تک شوق سے خیالی

پلاؤ پکاتے رہیں۔'' منور علی خان نے ہنس کر کہا۔

"ارے باپ رے..... یہ کیا ظلم کیا منور علی۔" پر...
چلائے۔

"کک... کیوں کیوں... پروفیسر صاحب... کیا ہوا..."

"اب یہاں پلاؤ کہاں سے آئے گا..." انہوں نے پہلے...
ہاتھ اور ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"اوہ... مم... میں تو بھول گیا... واقعی... آپ کے...
زیادتی ہوگئی... سوری۔"

انہوں نے کہا اور دریا کی طرف بڑھ گئے... عین اس...
انہوں نے ہاتھی کی چنگھاڑ سنی۔

"ارے باپ رے... کہیں یہ وہی ہاتھی تو نہیں...
نے سنا ہے... ہاتھیوں میں انتقام کا جذبہ بہت شدید ہوتا ہے۔"
چلایا۔

"انکل یہ بتانا بھول ہی گئے کہ اس ہاتھی کا کیا بنا تھا۔"

"وہ... وہ تو مجھے گھسیٹے لیے جا رہا تھا.. بہ آخر مجھے
شکاری چاقو سے رسی کو کاٹنا پڑا تھا... اس وقت میں ہاتھی سے...
کے قابل کہاں رہ گیا تھا۔"

"کیا یہ وہی ہاتھی ہے۔"

"فکر کی ضرورت نہیں... اب ہم اس سے نبٹ لیں گے..."
انہوں نے کہا۔ وہ واپس ہٹ آئے۔

"گویا نہانے کا پروگرام ملتوی۔" آفتاب مسکرایا۔

"بھئی پہلے ہاتھی سے دو دو باتیں کر لیں۔"

"واہ ہاتھی سے دو باتیں... حالانکہ ہونا یہی چاہیے تھا ہاتھ
سے ہاتھی۔" فاروق مسکرایا۔

"پہلی جماعت کے بچوں کو پڑھا رہے ہو کیا۔" آفتاب پٹ
سے بولا۔

"ہاں بالکل۔" فاروق نے فوراً کہا۔

سب ہنس پڑے... اسی وقت ہاتھی کی چنگھاڑ پھر سنائی دی،
اس وقت تک منور علی خان اپنا آنکڑا گھمانا شروع کر چکے تھے... پھر
گھنے درختوں کے درمیان سے ہاتھی برآمد ہوا، اس کی رفتار انتہائی تیز تھی،
وہ فوراً ادھر ادھر ہو گئے... ایسے میں منور علی خان کا آنکڑا اس کی اگلی
دونوں ٹانگوں کے گرد لپٹتا چلا گیا... وہ دھڑام سے منہ کے بل گرا۔

"واہ انکل.. کمال کر دیا، اس قدر طاقت ور اور وزنی جانور
کو چٹکی بجاتے گرا لیا..." اشفاق چلا اٹھا۔

"لیکن بھئی... ابھی اس کا کام تمام کرنا باقی ہے... یہ انتقام
کی آگ میں اندھا ہو رہا ہے۔" منور علی خان بولے۔

"تب یہ دوڑ کیسے رہا تھا۔" محسن نے منہ بنایا۔

وہ مسکرانے لگے... پھر منور علی خان نے اپنا شکاری چاقو نکالا
اور اس پر پھینک مارا... وہ اس کے پیٹ میں جا لگا... خون کا فوارا پیٹ

سے بلند ہوا... ہاتھی لگا بری طرح تڑپنے... منور علی خان نے اس وقت
تک رسی ایک درخت سے باندھ دی تھی۔

"اب اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کون کرے... میں چلا
نہانے۔"

"آج پھر وہ ضرب المثل یاد آ رہی ہے۔" آصف کی آواز
سنائی دی۔

"کک... کون سی۔" آفتاب اس کی طرف مڑا۔

"ہاتھی زندہ دو لاکھ کا مردہ سوا لاکھ کا۔"

"لیکن یہاں اس جنگل میں اس کے سوا لاکھ کون دے گا۔"

"فکر نہ کرو آ جائیں گے خریدنے والے۔" منور علی خان ہنسے

"وہ... وہ کیسے۔"

"ہم دریائے ایمزن کے کنارے پر ہیں... ان اطراف
میں شکاری لوگ آتے جاتے رہتے ہیں... لیکن ہاتھی جیسے جانور ان
کے قابو میں نہیں آتے لہٰذا وہ لوگ اس کو ہم سے خرید لیں گے۔"

"وہ خریدے بغیر اس پر قبضہ کر سکتے ہیں... ہم کون سا یہاں
بیٹھے رہیں گے... ہمیں تو آگے جانا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! میں نے تو ابھی پوچھا تک نہیں... آپ لوگوں کی
کہانی کیا ہے..."

"وہ پھر سنا دیں گے۔"

"اس کے باوجود ہم اس ہاتھی کو فروخت کر سکیں گے۔"

"آخر کیسے۔"

"میرے پاس شکار لائسنس ہے... اور یہاں کا قانون ہے،
جو شکاری جس جانور کو مارے یا پکڑے، وہ اسی کا... اس سے کوئی
زبردستی نہیں لے سکتا... ہاں خریدا جا سکتا ہے... اگر کوئی زبردستی لے گا
تو اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے... لہٰذا یہ ہاتھی
ہمارا ہے..."

"اوہ اچھا۔"

"میں چلا نہانے..."

وہ تو چلے گئے... ادھر وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ
ہوئے... اسی وقت انہوں نے بھاری قدموں کی آوازیں سنیں...
انہوں نے چونک کر دیکھا... اور پھر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔
انشارجہ کے فوجی ان کے سامنے اچانک آ گئے تھے... گویا
اس سے پہلے وہ درختوں کی اوٹ لیے آگے بڑھتے رہے تھے، جیسے
انہوں نے اپنا گھیرا ان کے گرد تنگ کر لیا... تب وہ اچانک درختوں
کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گئے۔

"تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

ان میں سے ایک گرجا... اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا...
انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً ہاتھ اٹھا دیے۔

موت کی گاڑی

"کیا جناب! ہمارا قصور؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ہمیں ہدایات دی گئی تھیں کہ اس جہاز پر نظر رکھی جائے... لہٰذا ہم ایک ہیلی کاپٹر پر اس جہاز کے پیچھے تھے... پھر جہاز پھٹ گیا... لیکن ہم نے دیکھ لیا کہ اس سے پہلے تم لوگ پیراشوٹ باندھ کر چھلانگیں لگا چکے ہو... اس لیے ہم بھی یہیں اتر آئے۔"

"لیکن ہم نے ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سنی۔"

"وہ بے آواز ہے..."

"لیکن... ایک ہیلی کاپٹر میں اتنے آدمی نہیں آ سکتے۔"

"ہمیں اندازہ پہلے ہی تھا کہ جہاز اس جگہ پھٹے گا... لہٰذا ان اطراف میں پہلے ہی فوج آ چکی تھی... ہیلی کاپٹر سے تو انہیں اشارہ دینے کا کام لیا گیا تھا۔"

"اوہ اوہ۔"

"سوال یہ ہے کہ ہمارا قصور کیا ہے۔"

"یہ تو ہمیں معلوم نہیں... ہمیں تو جو حکم ملا ہے... ہم اس پر

...عمل کر رہے ہیں۔"

"خیر... ہم یہ سوال آپ کے آفیسر سے پوچھ لیں گے..."

"...پ ظاہر ہے... ہمیں ان کے پاس لے کر جائیں گے۔"

"بالکل... گرفتار کر لیا جائے بھئی ان لوگوں کو۔"

ان کی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں... پھر انہیں وہاں ...ت ایک طرف لے جایا گیا... اس جگہ کئی گاڑیاں کھڑی تھیں...

"چلو بھئی... کوئی شرارت نہ کرنا... چپ چاپ گاڑیوں ...ں سوار ہو جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ ایک بڑی گاڑی پر سوار ہو گئے... گاڑیاں چل ...یں۔ اسی سلسلے میں شوکی کو منور علی خان کا خیال آ گیا... اس نے ہونٹ ...ختی سے بھینچ لیے، انسپکٹر جمشید کی نظر اس پر پڑی تو مسکرائے بغیر نہ رہ ...کے... وہ سمجھ گئے تھے کہ شوکی نے ہونٹ کیوں بھینچے ہیں...

ان کا سفر آدھ گھنٹے تک جاری رہا... پھر ایک بڑی عمارت ...کے سامنے انہیں اتارا گیا اور اندر لے جایا گیا... وہ ایک کمرے میں ...لے جائے گئے... وہاں ایک بہت سخت نقوش والا فوجی بیٹھا تھا...

"یہ لوگ آ گئے سر۔"

"تو یہ جہاز کے ساتھ مرے نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"جی نہیں! کچھ سخت جان واقع ہوئے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"ساری محنت جانی نکل جائے گی۔"

"لیکن سر! ہم کیوں ان کے لیے پریشانی مول لیں۔" ...
نے کہا جو انہیں لے آیا تھا، صورت سے بہت بے زار لگ رہا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو، میرے ہونہار وکیل۔"

"کیا مطلب... یہ وکیل ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر
کہا۔

"ہاں! وکیل۔" وہ ہنسا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں سر... کہ یہ جہاز کے ساتھ ...
ہو گئے اور بس... اس طرح ان کے ملک کی حکومت بھلا کیا ...
کر سکے گی... ہم نے تو انہیں باعزت جہاز پر سوار کرا دیا تھا اور ان ...
ملک کو اطلاع دے دی تھی کہ یہ لوگ آ رہے ہیں... اب اخبارات ...
ذریعے انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ جس جہاز سے یہ آ رہے تھے ...
فضا میں تباہ ہو گیا... اور ہمیں ان کی لاشیں بھی نہیں مل سکیں... ...
تلاش جاری ہے لیکن زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ نہیں ملیں گی ...
لیے کہ یہ ایمزن کے جنگل میں گرے ہیں... وہاں بڑے ...
خوفناک درندے موجود ہیں... جو انسان کا ایک لقمہ بنا لیتے ہیں۔"

"ارے باپ رے... اس قدر خوفناک باتیں نہ کرو..."
مکھن کانپ گیا۔

"کس قدر بے وقوف لوگ ہیں... جنگل میں گرے ...

تھے، کانپ اب رہے ہیں۔" فوجی ہنسا۔

"لیکن اس کے بارے میں بتایا تو آپ نے اب ہے۔"
فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے... ڈرلو... اگر ڈرنا تمہارے کچھ کام آ سکتا
ہے..." اس نے خوش ہو کر کہا۔

"تو پھر! میری بات ٹھیک ہے نا۔"

"ہاں میرے وکیل... تم وکیل ہونا، وکیلوں والی بات کرتے
ہو... میں ہوں فوجی... وکیلوں کے آداب کے بارے میں کچھ نہیں
جانتا... تم انہیں وہیں لے جاؤ... جہاں اس قسم کے مجرموں کو لے جایا
کرتے ہو... تم نے اس جگہ کا کیا نام رکھا ہوا ہے۔"

"اوہ یس سر... موت کا کنواں۔" وہ ہنسا۔

"بالکل بچوں جیسا نام ہے... ان میں بچے بھی ہیں... یہ
لوگ یوں بھی اپنے میلوں میں موت کے کنوئیں دیکھنے کے عادی ہیں..
تو آج تم انہیں سچ مچ کا موت کا کنواں دکھا ہی دو۔"

"جی بالکل... کیوں نہیں... اسی دن کے لیے تو تڑپ رہا
تھا۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... تڑپ رہے تھے... کیا آپ کی اور ہماری
کوئی پرانی دشمنی ہے۔"

"ہاں! یوں تو یہ دشمنی بہت زیادہ پرانی ہے... لیکن اب میں

تم لوگوں کو اتنی پرانی دشمنی کی جھلک کیا دکھاؤں... نزدیک کی دیکھ لو...
جوارانا میرا اچھا ہے اور وہ تم لوگوں کی قید میں ہے... ہے نا۔"

"لیکن ہمیں موت کے گھاٹ اتار کر تم جوارانا کو کیسے چھڑاؤ
گے۔"

"وہ ہم بعد میں چھڑاتے رہیں گے... پہلے تمہارا کانٹا نکال
دیں۔"

"اوکے... نکالیں پھر کانٹا۔" آفتاب نے دانت نکالے۔

"لگتا ہے... بہت شوق ہے انہیں کانٹا نکلوانے کا... جاؤ
وکیل! لے جاؤ انہیں۔"

"آؤ بھئی... چلیں۔"

"اپنے وکیل سے مل تو لیں... شاید پھر ان سے آپ کی
ملاقات نہ ہو سکے۔" آصف بول اٹھا۔

"کیوں... یہ کہاں جا رہے ہیں۔"

"ہمارے ساتھ... اس کا مطلب ہے... یہ موت کے سفر پر
جا رہے ہیں۔"

"مم... موت کا سفر..." فاروق ہکلایا۔

"یار تمہیں کیا ہوا۔"

"مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا
ہے۔"

"انہیں ان حالات میں بھی ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں،
جب کہ ہم موت کے سفر پر جا رہے ہیں۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اسی لیے تو سوجھ رہے ہیں۔" آصف مسکرایا۔

"چلو... باتیں نہ بناؤ... عالم بالا میں بناتے رہنا... سنا ہے
نیک لوگوں کے لیے بڑی اعلیٰ جنت تیار ہے وہاں۔"

"اللہ کی مہربانی سے۔" اشفاق نے فوراً کہا۔

پھر وہ انہیں اس عمارت سے نکال لائے... اسی بڑی گاڑی
میں بٹھایا گیا اور ایک بار پھر ان کا سفر شروع ہوا... آدھ گھنٹے کے سفر
کے بعد انہیں ایک گرم عمارت میں لے جایا گیا... وہاں چاروں طرف
بہت زبردست پہرہ تھا... وکیل کو دیکھ کر ان لوگوں نے اسے سیلوٹ
کیا...

"شاید آپ یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔"

"ہاں! حکومت کی طرف سے میری ڈیوٹی یہی ہے... جن
غیر ملکیوں پر حکومت مقدمہ نہ چلانا چاہے... انہیں یہاں لا کر دوسری دنیا
کی طرف روانہ کر دو... تاکہ ہم مقدمات کے جھنجھٹ سے بچ جائیں...
یہاں عام طور غیر ملکیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے... ہماری حکومت کا
خیال ہے کہ غیر ملکیوں پر اپنا وقت اور پیسہ ہرگز برباد نہ کیا جائے...
انہیں شارٹ کٹ سے پار کر دیا جائے..."

"کہیں یہ شارٹ کٹ آج آپ کے کام نہ آ جائے۔"

"ہوائی قلعے تعمیر کرنا اور خیالی پلاؤ پکانا تم لوگوں کا مشغلہ
میں جانتا ہوں۔"

"کم بخت نے پلاؤ بھی کہاں یاد دلایا۔" پروفیسر داؤد...
سامنے بنایا۔

"یہ کون بولا... کیا کہا گیا ہے۔" وکیل چونکا۔

"یہ میں بولا ہوں... تم نے پلاؤ کا ذکر کر کے میری...
بڑھا دی ہے۔" پروفیسر داؤد نے انگریزی میں کہا۔

"اوہ... پلاؤ... وہ تمہیں ملے گا کھانے کو... فکر...
اس نے ہنس کر کہا۔

"آپ اتنے مہمان نواز لگتے تو نہیں۔" شوکی نے برا...
بنایا۔

"پہلے ہی بتا چکا ہوں... میرا فارمولا یہ ہے کہ خیر...
کچھ خرچ نہ کرو... نہ وقت نہ پیسہ... اب ظاہر ہے... پلاؤ...
میں وقت بھی صرف ہوگا اور پیسہ بھی... لہٰذا دوسری دنیا میں آ...
دیتے ہیں... وہاں پلاؤ تیار ملے گا۔"

"یہ بات تو خیر آپ نے درست کہی۔"

اور پھر انہیں ایک گول کمرے میں لایا گیا... اس کمرے...
فرش لکڑی کا تھا... اس کے بھی درمیان میں گول ٹکڑا تھا... ...
رائفلوں کی زد میں لیا جا چکا تھا... پھر ان میں سے ایک آگے...

...اس گول ٹکڑے کو اوپر اٹھا دیا...

"یہ کنواں اس قدر گہرا ہے کہ نچلے پانی تک چلا گیا ہے...
...کی بھی نیچے کی تمہیں ہیں نا... اب آپ باری باری اس میں چھلانگ
...یں اور جنت میں جا کر پلاؤ کھا لیں۔"

"افسوس۔" محمود نے سرد آہ بھری۔

"کیا ہوا... موت کے وقت افسوس کیا۔"

"آپ کی موت پر افسوس ہو رہا ہے... نہ کوئی مقدمہ چلے گا
نہ کوئی تاریخ لگے گی اور آپ دوسری دنیا میں جہنم کے مزے لے
رہے ہوں گے... اور آپ کے ساتھی بھی۔" محمود کی آواز میں شوخی
...

"شاید تم لوگ جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہو۔"

"عادی تو خیر نہیں... ہاں کبھی کبھار ایسا کر لیتے ہیں۔"
...نے خوش ہو کر کہا۔

"اس وقت کس خوشی میں خواب دیکھ رہے ہو۔"

"اس خوشی میں کہ تم لوگ ہمارے ایک..."

"خبردار آصف۔" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"جی انکل... میرا نام خبردار آصف نہیں ہے۔" آصف نے
...ا کہا۔

"اچھا چپ۔" وہ غرائے۔

آصف کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا... ادھر وکیل چونک اٹھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو تم۔"

"اب کیا خاک کہوں گا... دیکھا نہیں... وکیل مجھے کس
گھور رہے ہیں۔"

"یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"حد ہو گئی... جب یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو تم کیا بگاڑ لو گے"
آصف نے منہ بنایا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" آصف نے فوراً کہا۔

باقی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

"بتاؤ۔" وکیل گرجا۔

"نہیں بتاتا... کیا کر لو گے تم... زیادہ سے زیادہ یہ
کہ اس کنوئیں میں گرا دو گے... وہ تو پہلے ہی پروگرام ہے تم
آصف نے جھلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک آصف۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ لوگ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں سر۔"

"میں سمجھ رہا ہوں... چلو چھلانگ لگا دو ایک ایک کر کے"
عین اس لمحے وہاں گولیوں کی گویا برسات شروع ہو گئی
وکیل اور اس کے ساتھی تڑ تڑ گرتے چلے گئے... آن کی آن میں

سب لمبے لیٹے نظر آئے... مرتے وقت ان کی آنکھوں میں اس قدر
حیرت تھی کہ بیان نہیں کی جا سکتی تھی... ان میں سے صرف وکیل زندہ تھا
اس کی آنکھوں میں بھی حیرت کا سمندر موجود تھا... اگرچہ جان کنی کی
تکلیف بھی تھی... گولیاں اس کی صرف ٹانگوں میں لگی تھیں...

"میں نے جان بوجھ کر اس کی ٹانگوں میں گولیاں چلائی ہیں،
تاکہ مرنے سے پہلے یہ اپنا انجام بھی دیکھ لے۔" انہوں نے منور علی
خان کی آواز سنی۔

انہوں نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا... وکیل بھی تکلیف کے
باوجود ان کی طرف مڑا... وہ اس وقت وکیل کے ساتھیوں میں سے
ایک کے لباس میں تھے... اور کہہ رہے تھے۔

"میں جب ڈبکی لگا کر ابھرا تو آپ لوگوں کو ان کے گھیرے
میں دیکھا... بس پھر سیدھا اس گاڑی کی طرف رینگ گیا... اور اس
کے نچلے حصے میں ایک جگہ جا کر چپک گیا جب آپ لوگ ایک عمارت
کے سامنے اترے... اور یہ آپ سب کو لے کر اندر گیا... تب میں
پیچھے سے نکل کر گاڑی میں آ گیا... وہاں چند فوجیوں کی وردیاں لگی ہوئی
تھیں، میں نے ایک وردی پہن لی... گاڑی میں فالتو رائفلیں بھی
تھیں... میں نے ایک رائفل بھی ہاتھ میں لے لی... پھر نیچے اتر کر
گاڑی میں وہیں چپک گیا... جب یہ پھر آپ کو لے کر چلے... تب میں
گاڑی میں نیچے چھپا ہوا تھا... پھر اس عمارت کے پاس یہ اترے تو

میں چپکے سے اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا... یہ ہے کل کہانی۔
کیا آپ کو پسند آئی مسٹر وکیل۔"

اب وکیل کیا کہتا... اس پر تو موت ویسے ہی طاری تھی۔
ان کے کپڑے اتارے گئے، پھر باری باری ان سب کو اٹھا کر کنوئیں
میں گرا دیا، آخر میں باری آئی وکیل کی...

"اب آپ جائیں مسٹر وکیل اور جہنم میں جا کر ہم لوگوں کے
خلاف مقدمہ لڑتے رہیں، ہمارے رب کو منظور ہوا تو ہم جنت کی کھڑ[کی]
سے ایک دن آپ کو اپنے خوش باش چہرے ضرور دکھائیں گے۔"

"نن نہیں... نہیں۔" وہ مارے خوف کے چلا اٹھا۔

"حیرت ہے... آپ اس قدر خوف زدہ ہیں... جب کہ [...]
جانے کتنے لوگوں کو آپ نے اس کنوئیں میں دھکیلا ہو گا... کیا آپ
نے سنا نہیں... جو دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے... وہ خود اس میں
گرتا ہے۔" منور علی خان کہتے چلے گئے۔

"لیکن انکل... یہ کنواں انہوں نے تو نہیں کھودا تھا۔" فاروق
کے لہجے میں حیرت تھی۔

باقی لوگ مسکرا کر رہ گئے... ساتھ ہی وکیل کو دھکا دے [دیا]
گیا۔ اب انہوں نے جلدی جلدی ان کی وردیاں لپیٹیں اور عمارت
سے نکل کر گاڑی میں آ بیٹھے... عمارت کی حفاظت کرنے والوں کو
کا احساس تک نہیں ہوا کہ کیا تبدیلی آ چکی ہے۔ اب گاڑی انسپکٹر جمشید

[...] چلا رہے تھے۔

"اب ہم کہاں جائیں... راستوں کا ہمیں پتا نہیں... لہٰذا
[...]ہارا، کہا جائیں گے، کسی مقامی آدمی کو پکڑ لیتے ہیں... راستہ پوچھنے
کے بہانے کسی کو روک لیتے ہیں... پھر اسے گاڑی میں بٹھا لیں گے۔"
[...]روق نے ترکیب بتائی۔

"یہ ٹھیک رہے گا... معلومات بھی لیں گے اس سے۔"
[...]ت نے فوراً کہا۔

وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے کہ وہ جگہ کوئی چھوٹا سا قصبہ تھی... اس
[...] بس انہوں نے وہ موت کا کنواں بنا دیکھا تھا، اس لیے ان لوگوں
[...] یہاں اترنا پڑا تھا... پھر جونہی ایک راہ گیر ان کے پاس سے گزرا،
[...]کٹر جمشید نے بریک لگائے اور اسے رکنے کا اشارہ کیا...

راہ گیر کی آنکھوں میں فوراً خوف نمودار ہوا... وہ ان کے
[...]منے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا:

"میں نے کوئی غلطی نہیں کی... آپ کے راستے میں آنے کی
[...] کوشش نہیں کی... پھر بھی میں معافی چاہتا ہوں۔"

انہوں نے وکیل کی آواز اور لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا:

"کوئی بات نہیں... نزدیک آ جائیں۔"

نرم لہجے نے اسے حوصلہ دیا، فوراً نزدیک آ گیا...

"پچھلے حصے میں بیٹھ جائیں۔"

"نگ... کیا مطلب... کیا آپ مجھے گرفتار کر رہے ہیں
میں عرض کر چکا ہوں۔"

"وہ میں سن چکا ہوں.. ہمیں آپ سے کچھ کام ہے، آپ
مدد کی ضرورت ہے، اس لیے ذرا دیر کے لیے گاڑی میں بیٹھ جائیں۔"

"ہم... مجھ سے کام ہے اور آپ کو۔" اس کے لہجے
زمانے بھر کی حیرت در آئی۔

"ہاں! آپ سے کام ہے، آپ آ رہے ہیں یا آپ کو
گاڑی میں بٹھایا جائے۔"

"نن نہیں... میں آ رہا ہوں۔"

اس نے گاڑی میں سوار ہونے میں اس قدر تیزی دکھائی
موت کا فرشتہ نظر آ گیا ہو۔

"آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا
اسے ضرورت سے زیادہ خوف زدہ محسوس کر کے کہا۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" اب اس نے حیران ہو کر

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔" شوکی نے منہ بنایا۔

"یہ کہ مجھے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہ ہو... جب کہ
گاڑی میں سوار ہوں... جو موت کی گاڑی کہلاتی ہے۔"

"موت کی گاڑی... کیا مطلب؟"

"جی ہاں... موت کی گاڑی..."

"کیا کہنا چاہتے ہو۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

اب اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... پھر باری باری
ان سب کے چہروں کو دیکھا... اچانک انہوں نے محسوس کیا... جیسے
اس کا سارا خوف دور ہو گیا ہو۔

"آپ... آپ لوگ وہ نہیں ہیں... ہرگز وہ نہیں ہیں۔"

"یہ تو خیر بالکل ٹھیک ہے... کہ ہم وہ نہیں ہیں... بلکہ ہم تو
...سے وہ بھی نہیں ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

باقی لوگ مسکرانے لگے۔

"تب تو میں بچ گیا... ورنہ اس گاڑی میں جو سوار ہوا... پھر
اس کو زندہ نہیں کیا مردہ بھی نہیں دیکھا گیا... اس عمارت میں جو گیا...
پھر باہر نہیں آیا... سوائے اس گاڑی کو چلانے والوں کے... یا اس
کے محافظوں کے۔"

"یہ کیا چکر ہے... یہ گاڑی کن لوگوں کی ہے۔"

"ہمارے ملک کے جلادوں کی۔"

"کیا مطلب... ہم سمجھے نہیں۔" اس بار انسپکٹر جمشید زور سے
...اٹھے۔

"آپ کو کیا ہوا؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں تم جلادوں کی بات تو نہیں کر رہے۔" انسپکٹر جمشید
نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

وہ بہت زور سے اچھلا... یہاں تک کہ اس کا سر گاڑی
چھت سے ٹکرایا اور دھم سے نیچے گر پڑا۔

☆...☆...☆

شش شاید

چند لمحے تک گاڑی میں موت کا سناٹا طاری رہا، آخر انسپکٹر
کامران مرزا نے کہا:

"ایسا لگتا ہے... جیسے آپ کی سٹی گم ہو گئی ہے۔"

"سٹی کیا چیز ہوتی ہے... میری تو ہر چیز گم ہو گئی ہے۔" انسپکٹر
جمشید مسکرائے۔

"اور یہ جلاد سکواڈ کیا بلا ہے۔"

"بنگال کے جلادوں کا ایک دستہ... اس سے پورا ملک کانپتا
ہے... یعنی خود اس ملک کے لوگ بھی... اس لیے کہ وہ حکومت کو
جواب دہ نہیں ہے۔"

"تب وہ کس کو جواب دہ ہے۔"

"یہ مجھے نہیں معلوم... ویسے تو ظاہر ہے... کسی نہ کسی کو ضرور
جواب دہ ہو گا... کاش ہم ان سب کو ہلاک نہ کرتے۔"

"عمارت کی حفاظت کرنے والے ابھی زندہ سلامت موجود

"وہ کچھ نہیں بتا سکیں گے... لیکن اس گاڑی والے شاید بتا سکتے تھے۔"

"وہ موت کے کنوئیں کی سیر کر رہے ہوں گے۔"

"ہم... موت کا کنواں... کیا مطلب؟" وہ آدمی چونکا۔

"اس عمارت میں موت کا ایک کنواں ہے... نچلے پاتال کی گہرائی تک... یہ لوگ جن لوگوں کو گاڑی میں لے کر آتے تھے، انہیں اس کنوئیں میں گراتے تھے... ہمیں بھی اسی سلسلے میں لے جایا گیا تھا۔"

"تب پھر... آپ کو ان لوگوں نے گرایا کیوں نہیں۔"

"ہماری بجائے، وہ خود جو گر گئے۔" آفتاب مسکرایا۔

"اوہ... کیا واقعی۔" وہ چلا اٹھا... آواز میں خوشی تھی۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم اس گاڑی میں کس طرح آ[ت]ے آتے۔"

"اوہ... خیر... اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"راستا جاننا چاہتے ہیں... کیا آپ بنگالی ہیں۔"

"نہیں... لیکن ہماری حیثیت بنگال کے غلاموں کی سی ہے۔"

"غلاموں کی سی... کیا مطلب؟"

"بس ہم پیدائشی غلام ہیں ان لوگوں کے..."

"اچھا خیر... آپ کا مذہب کیا ہے..."

"ہم لوگ آتش پرست ہیں۔"

"گویا اہل کتاب نہیں ہو۔"

"اہل کتاب تو یہ لوگ خود کو کہتے ہیں... کہتے ہیں... ان کے نبی کا نام موسیٰ تھا اور یہ انہی کے دین پر ہیں۔"

"یہ بات درست نہیں.. ان لوگوں نے تورات میں تبدیلیاں کر دی تھیں، جس طرح عیسائیوں نے انجیل میں تبدیلیاں کر دیں... لہٰذا وہ درست دین پر ہیں نہ عیسائی... اور تم لوگ تو ہو ہی آتش پرست.. آگ کو پوجنے والے.. اس آگ کو... جس پر اگر پانی ڈال دیا جائے تو بجھ جاتی ہے... جو چیز ذرا سے پانی سے بجھ جائے... ختم ہو جائے... تم اس کو خدا سمجھتے ہو... حیرت ہے۔"

"ہمارے معبد میں آگ کبھی نہیں بجھتی۔" اس نے ہنس کر

"کیا پانی ڈالنے سے بھی نہیں۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"پانی ڈالنے سے وقتی طور پر بجھ جاتی ہے... پھر بھڑک اٹھتی ہے..." اس نے کہا۔

"وہ تمہارے مذہبی پیشوا اس پر تیل وغیرہ ڈالتے ہوں گے.. عبادت کے لائق تو بس وہ اللہ ہے.. جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا، آگ کو بھی اسی نے پیدا کیا، لہٰذا اسی ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔"

''میں ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھتا... ہمارے مذہبی پیشوا سے بات کریں۔'' اس نے براسامنہ بنایا۔

''خیر... وقت ملا تو ایسا بھی کریں گے... ہماری آپ سے کوئی لڑائی نہیں ہے... لہٰذا آپ ہمیں اس علاقے کے بارے میں بتائیں... یہ کہاں واقع ہے۔''

''یہ بیگال کا دور دراز کا ایک علاقہ ہے... اس قدر دور کہ پوری دنیا سے کٹا ہوا ہے... یہاں تک کہ خود بیگال سے بھی۔''

''کیا کہا... پھر بیگال کا حصہ کیسے ہوا؟''

''اس طرح کہ یہاں حکومت بیگال کی ہے.. آج تک یہاں بیگال سے باہر کا کوئی آدمی نظر نہیں آیا.. آپ لوگ غالباً پہلے لوگ ہیں جو باہر کے یہاں نظر آرہے ہیں۔''

''تب پھر یہ لوگ اس کنوئیں میں کن لوگوں کو گراتے رہے ہیں۔''

''میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا... ہم تو گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگ دیکھتے رہے ہیں... جب گاڑی واپس جاتی تھی تو اس وقت اس کے اندر وہ لوگ نہیں ہوتے تھے۔'' اس نے بتایا۔

''کیا آپ ہمیں بیگال سے باہر نکلنے کا راستا بتا سکتے ہیں۔''

''یہ راستا اگر ہمیں معلوم ہوتا تو یہاں سے کب کے نکل چکے ہوتے۔''

''کیا مطلب؟''

''میں بتا چکا ہوں... یہ پوری بستی غلاموں کی ہے... ہمیں ہمارے ملک سے اغوا کر کے لایا جاتا ہے... جب یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں... کچھ لوگوں کو پکڑ لیتے ہیں... مثلاً ہم میں سے چند آدمی فوت ہو جاتے ہیں... تو یہ ان کی جگہ پر کرنے کے لیے اور لے آتے ہیں۔''

''اوہ اچھا خیر... یہ آپ لوگوں سے کام کیا لیتے ہیں۔''

''عمارت کے محافظوں کی خدمت کرنا ہمارا کام ہے... ان کے لیے کھانا تیار کرنا، ان کے کپڑے، برتن دھونا اور ان کی ہر طرح کی خدمت بجا لانا... بس یہ کام ہے ہمارا... اور ان کا کام ہے اس عمارت کی حفاظت کرنا۔''

''اس کا مطلب ہے... بہت جلد ان لوگوں کی تلاش شروع ہونے والی ہے... جن کو ہم نے کنوئیں میں گرایا ہے... جب وہ واپس نہیں پہنچیں گے تو اس طرف فوج بھیجی جائے گی۔''

''ارے باپ رے... پھر تو آپ کے ساتھ میں بھی مارا گیا، کم از کم آپ مجھے تو جانے دیں۔''

''بھئی تم فکر نہ کرو... ایسے وقت میں تو ہم نہیں جانے دیں گے یا پھر ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔''

''آپ چند آدمی... جن میں بچے بھی شامل ہیں... بھلا

میری حفاظت کر سکیں گے.. وہ جلاد سکواڈ کے مقابلے میں... جس سے
ملک تھراتا ہے۔"

"خیر... ہم آپ کو جانے دیں گے... لیکن ایک شرط پر...
آپ ہمارے بارے میں ان لوگوں کو کچھ نہ بتائیں۔"

"میں نہیں بتاؤں گا۔"

"کیا آپ لوگ اپنے ملک جانا پسند کرتے ہیں۔"

"بھلا ہم اور ایسا نہیں چاہیں گے... کیا بات کرتے ہیں۔"

"تب پھر یہ کام بھی آپ کے لیے کریں گے... آپ کو آپ
کے ملک پہنچائیں گے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے بارے
میں انہیں کچھ نہ بتائیں۔"

"اس صورت میں بھلا ہم کیوں بتانے لگے۔"

"اور آپ تو ان کے سامنے ہی نہ آئیں... کہیں وہ چہرے
کے تاثرات سے نہ بھانپ لیں کہ آپ کچھ جانتے ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"وہ سب کو بلا کر ایک لائن میں کھڑا کر دیں گے... اور باری
باری سوالات کریں گے.. اب جن لوگوں کو آپ کے بارے میں معلوم
نہیں ہوگا... وہ تو بے خوف چہرے لیے کھڑے ہوں گے لیکن میرے
چہرے پر بس خوف ہی خوف ہوگا... اس صورت میں میں مارا جاؤں

گا۔"

"ہوں، اچھا خیر.. اس کا ہم کچھ کرتے ہیں.. کیا انہیں آپ
لوگوں کی تعداد معلوم ہے۔"

"یہ تو سب سے پہلی بات ہے... صبح سویرے ہر روز ہماری
حاضری لگتی ہے۔"

"ہوں اچھا... اس وادی میں چھپنے کی کوئی جگہ ہے۔"

"ان کی نظروں سے چھپنا ممکن نہیں... میں آپ لوگوں سے
خود کو چھپا سکتا ہوں... ان سے نہیں... وہ اس وادی کے چپے چپے سے
واقف ہیں... فوراً آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

"گویا فرار کی کوئی صورت نہیں۔"

"صرف اور صرف ایک۔" وہ ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ آپ پہاڑ دیکھ رہے ہیں... اس کی دوسری طرف سمندر
ہے.. اگر آپ اس پر چڑھ کر چوٹی پر پہنچ کر دوسری طرف سمندر میں کود
جائیں... تو اس وادی سے آپ نکل جائیں گے... لیکن پھر سمندر کی
مچھلیاں آپ کو کھا جائیں گی۔"

"اوہ... ارے باپ رے... تب تو وہ بچ گئے۔" انسپکٹر
جمشید چلا اٹھے۔

"کیا!... وہ بچ گئے۔"

"وہی جلاد سکواڈ۔"

"کیا مطلب... میری بات سے آپ نے نتیجہ کیسے نکال لیا۔" اس کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت تھی... اسی کے چہرے پر کیا، خود ان کے ساتھیوں کا مارے حیرت کے برا حال تھا... کیونکہ یہ بات ان کے پلے بھی نہیں پڑی تھی... البتہ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا رہے تھے... گویا صرف وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ سکے تھے۔

"اس کنوئیں کے نیچے ضرور سمندر کا ہی پانی ہے... وہ لوگ تیر کر سمندر کی طرف نکل چکے ہوں گے اور اب اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے... ارے باپ رے... بھاگو چوٹی کی طرف۔" وہ پوری قوت سے چلائے۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا... ہم پہلے ہی بہت وقت ضائع کر چکے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بھی چلا اٹھے۔

اور پھر وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف دوڑ پڑے...

"ارے ارے... یہ کیا..." وہ چلا اٹھا۔

لیکن وہاں اس کی کون سنتا... ان پر تو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کا گویا بھوت سوار ہو چکا تھا۔

یہ چڑھائی زیادہ مشکل نہیں تھی... وہ کوشش کر کے شاید آسانی سے چوٹی پر چڑھ سکتے تھے... لیکن دوسری طرف سمندر دیکھ کر چھلانگیں نہیں لگاتے ہوں گے۔

"اگر وہ ہم سے پہلے چوٹی پر پہنچ گئے تو ہم مارے گئے... اور اگر ہم چوٹی پر پہلے پہنچ گئے تو وہ مارے گئے..." انسپکٹر جمشید پوری قوت سے دوڑ رہے تھے... انسپکٹر کامران مرزا ان کے ساتھ ساتھ تھے... باقی لوگ بھی سرپٹ دوڑ رہے تھے اور پھر وہ چڑھائی پر چڑھنے لگے۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... وہ اتنی اونچائی سے گرنے کے بعد زندہ کس طرح بچ سکتے ہیں۔"

"اگر وہ تیرنا جانتے ہیں... تب وہ ضرور بچ گئے ہوں گے... اور میرا خیال ہے... جلاد سکواڈ میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو تیرنا نہ جانتا ہو۔"

"بالکل... وہ ضرور زندہ سلامت ہیں اور چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

"عجیب صورت حال ہے۔" شوکی بڑبڑایا۔

پھر وہ چوٹی کے نزدیک پہنچ گئے... چڑھائی زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوئی تھی... سب سے پہلے تو منور علی خان پہنچے... شاید اس لیے کہ ان کے لیے یہ ایک کھیل تھا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ لوگ تو بس آیا ہی چاہتے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پہاڑ کی چوٹی پر سے پتھر اٹھ

اٹھا کر دوسری طرف پھینکنے شروع کر دیے... ساتھ ہی انہوں نے
چیخوں کی آوازیں سنیں... اتنی دیر میں باقی لوگ بھی چوٹی پر پہنچ گئے اور
انہوں نے بھی پتھر باری شروع کر دی... ایسے میں انہوں نے دیکھا،
ان لوگوں کا انچارج خود کو پتھروں سے بڑی مہارت سے بچاتا اوپر آ رہا
تھا، اور وہ بڑی حد تک خود کو بچانے میں کامیاب ہو رہا تھا، اچانک اس
نے چیخ کر کہا:

"ٹھہرو... نہ مارو... میں بہت کام آؤں گا... میری مدد کے
بغیر تم یہاں سے نہیں نکل سکو گے۔"

اس وقت تک اس کے تمام ساتھی پتھر کھا کر دوسری طرف
گرتے چلے جا رہے تھے۔

"میرا خیال ہے... اس کی بات سن لیتے ہیں۔" شوکی نے
جلدی سے کہا۔

"لیکن یہ وہیں رک کر بتائے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں! واقعی۔" وہ بولے۔

"وہیں رک جاؤ... ایک قدم آگے نہ بڑھانا... اور
کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میرے تمام ساتھی سمندر میں گر چکے ہیں... میں اکیلا تمہارا
کیا بگاڑ لوں گا... لہٰذا مجھے اوپر آنے دو۔"

"نہیں! وہیں رہ کر بات کرو۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"آخر مجھ سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ ڈرنا نہیں ہے... ذہانت ہے۔" رفعت مسکرائی۔

"خیر... آپ لوگوں کی مرضی... اس وادی سے آپ کو
صرف میں نکال سکتا ہوں۔"

"اس عمارت میں ابھی محافظ موجود ہیں... تم کسی وقت بھی
انہیں بلا کر ہمارے خلاف لڑ سکتے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف
غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ ان کی بات سن کر زور سے چونکا...

"اس کا مطلب ہے... تمہارا پروگرام یہی ہے۔"

"میں نے اب اس کو بھی ذہن سے نکال دیا ہے۔"

"اچھا خیر... اگر تم واقعی ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو تو
ہم تمہیں سمندر میں نہیں دھکیلیں گے۔"

"لیکن یہ بات یہاں نہیں ہو سکتی۔"

"اس کی پھر ایک اور صورت ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"تم ہاتھ بلند کر کے ہم تک آ جاؤ... ہم تمہارے ہاتھ باندھ
دیتے ہیں... تم ہمارے ساتھ نیچے اتر چلنا... پھر تم بتانا کہ تم کیا کہنا
چاہتے ہو؟ اس وقت ہم غور کریں گے... ہمارا اطمینان ہو گیا تو ہم
تمہارے ہاتھ کھول دیں گے... نہ ہوا تو گولی مار دیں گے۔"

"مجھے گولی مار کر آپ زندگی بھر اس وادی سے نہیں نکل سکیں گے۔"

"کیا تم ہمیں لے کر یہاں نہیں آئے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ضرور آیا تھا... لیکن آپ اس راستے سے جا نہیں سکیں گے۔"

"تب پھر پہلے ہم تمہیں اس راستے کے ذریعے وادی سے نکل کر دکھائیں گے..."

"اگر ایسا ہوا تو میں خود اپنے آپ کو گولی مار لوں گا۔"

"ہم تمہیں اس کی زحمت نہیں دیں گے... ایک گولی چلانے میں اتنی طاقت صرف نہیں ہوتی۔" آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"یونہی سہی۔"

"عمارت کے محافظوں کے بارے میں کیا سوچا ہے۔"

"انہیں ختم کیے بغیر آپ لوگ یہاں سے نکل نہیں سکتے۔"

"میں سمجھ گیا۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ سمجھ گئے... لیکن کیا؟" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"جو تمہارے انکل سمجھ گئے۔" انہوں نے مسکرا کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہے تھے۔

"یہ کیا چکر ہے... یہاں سمجھنے سمجھانے کا مقابلہ تو شرو

کیا ہو گیا۔" پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"اب میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اس وادی سے نکل سکتے ہیں۔"

"یہ نا ممکن ہے۔"

"آخر کیوں۔"

"میرے سوا کوئی نہیں جانتا، اس سے کیسے نکلا جا سکتا ہے۔"

"لیکن ہم بھی بتا سکتے ہیں... اگر یقین نہیں تو تجربہ کر لیں۔"

"وہ تو خیر اب کرنا ہو گا۔"

"تب پھر سن لو... وادی سے نکلنے کے دو راستے ہیں۔"

وہ اور زور سے چونکا... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"آپ... آپ لوگ کیا شے ہیں... شش شاید..."

"یہ شش شاید کہاں سے لے آئے بھائی۔"

"میں کہنا چاہتا ہوں... شاید آپ لوگوں کے بارے میں ان لوگوں نے غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"پتا نہیں کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔"

"جو لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں... ان کی۔"

"ان کا ہمارے بارے میں کیا خیال تھا۔"

"چکر دے کر اپنا کام نکالنے کا پروگرام تھا... اصل مقصد
کیپسٹس اور اس کے چور کی تلاش ہے اور بس... آپ لوگوں کے
یعنی جاسوس پارٹیوں کو بلایا گیا... ان کے بارے میں اگر انہیں
ہوتا کہ وہ یہ کام کر سکیں گے.. تو وہ آپ کو ہرگز نہ بلاتے... اس لیے
وہ آپ لوگوں کو خطرناک ضرور مانتے ہیں..."

"کیا مطلب۔" وہ چونکے۔

"ان پارٹیوں کو تو صرف آپ لوگوں میں جوش پیدا کرنے
کے لیے بلایا گیا تھا۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆...☆...☆

دوسرا راستہ

چند لمحے تک وہ سب خاموش بیٹھے رہ گئے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"آپ کا مطلب ہے... ان لوگوں کو تو جاسوسی کرنا ہی نہیں تھی۔"

"نہیں... بس وہ تو دکھاوے کے لیے لائے گئے تھے۔"

"کیا وہ اپنے ملکوں کے مشہور اور معروف سراغرساں نہیں ہیں۔"

"ایسا تو ہے.. لیکن ان کیپسٹس کو یہ لوگ پہلے ہی تلاش کرنے
کی ہر توڑ کوشش کر چکے ہیں... یہ تینوں پارٹیاں ایک ماہ تک مسلسل اس
سلسلے میں مصروف رہی ہیں... لیکن کچھ نہیں کر سکیں... نہ کیپسٹس ملیں...
نہ چور کا پتا چلا... تب آپ لوگوں کو بلانے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔"

"اوہ اوہ۔" وہ مارے حیرت کے بولے۔

"تب پھر آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ شاید ان لوگوں نے
ان کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔"

"ہاں! یہ تو میں اب بھی کہتا ہوں۔"

"اپنی بات کی وضاحت کریں۔"

"ان کا خیال ہے... آپ لوگ کیسٹس تلاش کر کے ان دیں گے اور چور کو بھی ان کے حوالے کریں گے۔"

"تو کیا ان کا یہ خیال غلط ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! بالکل۔"

"کیوں... آخر کیوں غلط ہے... اور کیا ہوگا۔"

"آپ کیسٹس تلاش کر لیں گے... چور کو بھی پکڑ لیں گے۔ لیکن دونوں چیزیں ان کے حوالے نہیں کریں گے۔"

وہ بہت زور سے اچھلے، اس لیے کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات واقعی موجود تھی۔

"میرا اندازہ درست ہے نا۔"

"ہاں... شاید۔" انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر آپ لوگوں کے بارے میں میرا اندازہ درست ثابت ہو گیا۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی... کہ جب وہ ہم سے یہ کام لینا چاہتے ہیں... اور ان کا خیال بھی یہی ہے کہ ہم ان کے لیے یہ کام کر دیں گے... کیسٹس اور چور ان کے حوالے کر دیں گے۔

پھر وہ ہمیں کیوں ادھر ادھر الجھا رہے ہیں، کیوں مار ڈالنے پر تل گئے ہیں۔"

"شاید... شاید۔" وہ ہکلایا۔

"اب آپ دو عدد شاید اٹھا لائے۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کک... کیا جائے... مجبوری ہے" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے... اب وہ بھی اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں جس پر میں پہنچا ہوں... یعنی آپ کیسٹس اور چور تلاش نہ کر لیں... لیکن ان کے حوالے نہیں کریں گے لہٰذا انہوں نے سوچا... وقت سے پہلے ہی آپ لوگوں سے پیچھا چھڑا لیا جائے۔"

"بالکل ٹھیک! میرا بھی یہی خیال ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"خیر... یہ تو تھیں ان کی باتیں... اب ہم اپنی طرف آتے ہیں... ہم آپ کو اس وادی سے نکل کر دکھاتے ہیں... جس راستے سے آپ ہمیں لے کر آئے تھے کہ پہلے اس راستے سے کوشش کریں گے۔"

"اور پھر؟" اس نے کہا۔

"اور پھر دوسرے راستے سے کوشش کریں گے۔"

"چلیے صاحب... دکھائیں نکل کر۔" اس نے کاندھے اچکائے۔

وہ اسی گاڑی میں اس راستے پر روانہ ہوئے... راستہ ان کے ذہنوں میں پوری طرح موجود تھا... اور وہ راستے پر جا رہے تھے... لیکن... ایک گھنٹے کے سفر کے بعد بھی وہ وہاں نہ پہنچ سکے... جہاں سے ان کا سفر شروع ہوا تھا... بلکہ وہ یہی محسوس کرتے رہے کہ وہ وہیں... یعنی اسی وادی میں چکراتے پھر رہے ہیں... ان کے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے... ان میں سبزہ ہی سبزہ تھا، لانبے اونچے درخت تھے اور ان پہاڑوں کے درمیان وہ سڑک تھی اس پر وہ چکرا رہے تھے۔

"اب کیا خیال ہے۔"

"ٹھیک ہے... شاید ہم اس سڑک کے راستے سے باہر نکل جا سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے اپنی شکست کا اعلان کیا۔

"تب پھر دوسرا کون سا ہے۔"

"وہ عمارت۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہ اوہ... آپ لوگ واقعی کمال کے لوگ ہیں۔"

"اب بس کریں... یہ بات سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔" رفعت نے برا سا منہ بنایا۔

"اس میں شک نہیں کہ دوسرا راستا عمارت سے نکلتا ہے۔"

"پھر اب کیا پروگرام ہے۔"

"آپ لوگ بتائیں... آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"اس میں آپ واقعی ہمارے بہت کام آ سکتے ہیں... لہٰذا موت کے محافظوں کو ختم کرنا ہوگا... ورنہ وہ ہمیں یہاں آرام اور سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب... یعنی ہم ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔"

"ہاں! اب میں آپ لوگوں کا ساتھ دوں گا..."

"آپ کا نام کیا ہے۔"

"راکیل۔" اس نے کہا۔

"شکریہ مسٹر راکیل... کیا آپ کو اپنے ساتھیوں کی موت کا صدمہ نہیں ہوگا۔"

"اگر ہم انہیں نہیں ماریں گے تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے..."

"کیوں... کیوں مار ڈالیں گے... ہم اس راستے سے نکل جاتے ہیں... آپ کو تو راستا معلوم ہی ہے۔"

"جب ہم اس راستے سے نکلیں گے تو قدم قدم پر ہماری چیکنگ ہوگی... اور پہلا سوال مجھ سے یہ پوچھا جائے گا کہ میرے ساتھی کہاں ہیں... میں انہیں کیا بتاؤں گا... یہ آپ لوگ بتا دیں۔"

"اور اگر ہم عمارت کے راستے سے جاتے ہیں۔"

"اس صورت میں ہم ایک جزیرے پر پہنچیں گے... وہاں ایک لانچ موجود ہے... اس کے ذریعے ہم اپنی نئی منزل کی طرف جا سکتے ہیں..."

"خوب!! اگر اس میں کوئی چکر ہوا تو۔"

"اب میں کیا چکر چلاؤں گا... میرے تو سارے بچے ہو گئے۔" اس نے منہ بنایا۔

"اوکے... اب یہ بھی بتا دیں... عمارت کے محافظوں کو کس طرح ختم کریں۔"

"ہمارے لیے یہ کام مشکل نہیں... لیکن ہم جاننا چاہتے ہیں.. اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"انہیں عمارت سے باہر لانا ہوگا۔"

"بالکل ٹھیک کہا... خان رحمان... یہ کام تم کرو گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں سمجھ گیا۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"آپ کیا سمجھ گئے۔" راکیل نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ میں کس طرح انہیں نکال سکتا ہوں۔"

"آپ جیسے بھی نکالیں گے... انہیں شک تو ہو جائے گا۔" راکیل نے کہا۔

"نہیں ہوگا... چلو عمارت کی طرف... اب ہم پہلے یہی کام کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا ان لوگوں کو جان سے مارے بغیر کام نہیں چل سکتا جمشید۔" پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

"انہیں کیا ہوا؟" راکیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دراصل ہم لوگ بلاوجہ دوسروں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارتے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں..."

"ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"لیکن یہ لوگ آپ کو عمارت کے راستے ہرگز نہیں جانے دیں گے۔"

"پروفیسر صاحب... مجبوری ہے۔"

"چلو پھر..." انہوں نے منہ بنایا۔

وہ مسکرا دیے... پھر وہ عمارت کی طرف آ گئے... گاڑی اتنے فاصلے پر روکی کہ وہ انہیں دیکھ نہ سکیں... پھر سب لوگ درختوں کی اوٹ لیے عمارت سے نزدیک ہوتے چلے گئے... خان رحمان سب سے آگے تھے... عمارت کے بالکل سامنے پہنچ کر انہوں نے ایک گھنے درخت کی اوٹ لے لی... خفیہ جیب سے ایک ہیرا نکالا اور سورج کی روشنی اس پر لا کر عمارت کی طرف شعاع پھینکی... ایک محافظ چونکا...

اس کی آنکھیں چکا چوند پیدا ہو گئیں... وہ فوراً درخت کی طرف لپکا...
اس کے ساتھ دوسرا بھی لپکا...

"ہم... میں نے ہیرے کی چمک دیکھی ہے۔"

"اور میں نے بھی۔"

وہ درختوں کے درمیان آ کر ہیرا تلاش کرنے لگے...

اچانک ان میں سے ایک کو ہیرا نظر آ گیا... اس نے وہ ہیرا اٹھالیا...
دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی:

"ارے ارے... یہ کیا۔" پہلا بولا۔

"ہیرا مجھے دے دو۔"

"نہیں دوں گا... اس کو پہلے میں نے دیکھا... لہٰذا یہ می
ہے۔"

"بے وقوف انسان! میں تم سے زیادہ طاقت ور ہوں...
اب دنیا میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس کا حق ہے... یہ دیکھا جاتا ہے...
طاقت کس کے پاس ہے... اب طاقت اگر میرے پاس ہے تو یہ ہ
میں لوں گا... اس لیے کہ میں نے اگر تمہارے منہ پر ایک مکا دے...
تو تم دور جا گرو گے اور ہیرے کا خیال دل سے نکل جائے گا۔"

"نہیں! اب یہ نہیں ہوگا... رائفل اس وقت میرے پا
ہے۔" دوسرا خوفناک ہنسی ہنسا۔

"کیا مطلب... تم مجھے اس ہیرے کے لیے گولی...

ے۔" دوسرا کانپ گیا... وہ اگرچہ اس سے بہت زیادہ ڈیل ڈول والا
تھا... لیکن یہاں آتے وقت اپنی رائفل وہیں چھوڑ آیا تھا اور اب اپنی
ں بھول پر آخری مرتبہ پچھتا رہا تھا۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا... اس
ت تک اس کا ساتھی اس پر رائفل تان چکا تھا اور اس کی انگلی ٹریگر دباؤ
النے لگی تھی۔

"خبردار... ایسا نہ کرو... اچھا ٹھیک ہے... ہیرا تم لے لو۔"

"یہ سبق تم نے ہی دیا ہے..." دوسرا ہنسا۔

"کیسا سبق... یہ کہ طاقت اس وقت تمہارے پاس ہے...
ا ہیرا تمہارا ہے..." اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"وہ تو میں مذاق کر رہا تھا... ہیرا پہلے تم نے دیکھا... اس لیے
مہارا ہی ہے۔"

"میں جانتا ہوں... جونہی ہم یہاں سے ہٹیں گے... تم موقع
مجھے مار ڈالو گے... اور میری جیب سے ہیرا نکال لو گے... لیکن
تمہیں یہ موقع نہیں دوں گا... لہٰذا تم فوراً دوسری دنیا کے سفر پر روانہ
و جاؤ۔"

"نن نہیں!!!" پہلا چیخا۔

ساتھ ہی فائر ہوا... وہ تڑپ کر گرا اور تڑپنے لگا...

"ارے! یہ کیا ہوا۔" عمارت کی طرف سے آواز آئی۔

گولی چلانے والا گھبرا گیا... اس نے دیکھا... عمارت سے

اس کے کئی ساتھی چیختے چلاتے چلے آ رہے تھے... اس نے فوراً ایک
درخت کی اوٹ لے لی... پھر جونہی وہ اس کی زد میں آئے، وہ ان
گولیاں چلانے لگا... اس کے ساتھی گرتے چلے گئے... یہاں تک
سب کے سب ڈھیر ہو گئے.. ساتھ ہی ایک درخت کے پیچھے سے آ
ابھری:

''خوب! ایک ہیرے کے پیچھے تم نے اپنے تمام ساتھیوں
مار ڈالا... اب تمہیں بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔''

''کک... کون!!!''

''وہ جس نے ہیرا پھینکا تھا... یہی دیکھنے کے لیے کہ تم ا
دوسرے کے ساتھی ہو یا ہیرے کے ساتھی۔''

''کک... کیا کہا... انکل... ہیرے کے ساتھی۔'' نا
چونکا۔

''کیوں... کیا بات ہے۔'' خان رحمان اس کی طر
آئے۔

''مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو
ہے۔''

''دھت تیرے کی...'' خان رحمان نے جھلا کر کہا اور
ہی انہوں نے فائر کر دیا... اب جس نے سب کو مارا تھا، خود
لگا... اس کی آنکھوں میں بے حد حیرت تھی...

''مسٹر رائکل... بھلا کتنے آدمی اس عمارت کی حفاظت پر
ہیں۔'' فرزانہ بولی۔

''بیس میں گن چکا ہوں... بیس کے بیس آ چکے ہیں۔''

''اوہ اچھا... تب تو ٹھیک ہے...'' محمود نے کہا۔

''کیا ٹھیک ہے۔''

''یہ کہ عمارت میں بیس آدمی تھے، بیس کے بیس مارے
گئے۔''

''یہ ان کی غلط بیانی بھی ہو سکتی ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''وہ... وہ دیکھیے.. اور اس کی کیا ضرورت ہے انہیں۔''

''ہو سکتا ہے... یہ ابھی تک اندر سے ہمارے دشمن ہوں اور
موقعے کی تلاش میں ہوں۔''

''ایسا لگتا تو نہیں... خیر... تم انہیں گن لو۔''

لاشوں کو گنا گیا... پوری بیس تھیں... خان رحمان اس وقت
آگے بڑھ کر اپنا ہیرا اٹھا چکے تھے... ان کے منہ سے نکلا:

''قاتل ہیرا۔''

''واہ... یہ بھی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔'' فاروق چہکا۔

''مسٹر رائکل... اب آپ آگے آگے چلیں اور ہمیں وہ
لائیں... جو ہمیں اس جزیرے تک لے جائے گا۔''

''ضرور... کیوں نہیں۔''

اب وہ اس عمارت میں داخل ہوئے... پھر اس کمرے میں
آئے، جس میں کنواں تھا... اس نے دیوار کے ساتھ آتش دان کی
راکھ ہٹائی... اس کے نیچے لوہے کا دروازہ نظر آیا، اس کو اٹھایا گیا تو
سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔

"یہ سیڑھیاں ہمیں نیچے سمندر تک لے جائیں گی۔" راکیل
نے کہا۔

"اور وہاں سے ہم تیر کر اس جزیرے تک جائیں گے۔"
فرحت نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں! ان سیڑھیوں کے اختتام پر سیڑھیوں کے ساتھ
ایک لانچ بندھی ملے گی... دراصل وہ آب دوز ہے... ہم اس میں
بیٹھ کر سمندر میں سے ہوتے ہوئے اس جزیرے پر پہنچ سکتے ہیں اور..."
وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اور کیا۔"

"اس جزیرے کا تعلق بنگال کی حکومت سے ہے... وہاں
اس قسم کے آلات نصب ہیں کہ اپنے لیے مدد منگوائی جا سکتی ہے۔"

"لیکن وہ مدد ہم نہیں منگوا سکتے۔" آصف نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا! میں ساتھ ہوں..."

"بات کچھ جچی نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں۔" راکیل نے حیران ہو کر کہا۔

"یا تو آپ ہمیں چکر دے رہے ہیں... یا پھر یہ بات غلط
ہے... آخر اس عمارت سے نکل کر اس جزیرے میں جانا کیا تک
ہے۔"

"یہ دوسرا راستا ایمرجنسی راستا ہے... جب پہلے راستے سے
نکلنے کے حالات نہ رہ جائیں اور وادی میں ٹھہرنا بھی ممکن نہ رہے...
اس صورت میں یہ راستا اختیار کیا جائے گا۔"

"اور وادی والا راستا کہاں جاتا ہے۔"

"بنگال کی اس وادی میں... جہاں سے آپ لوگوں کو یہاں
لایا گیا ہے... اس کے علاوہ یہ راستا اور کہیں نہیں لے جائے گا۔"

"تب تو پھر جزیرے سے بھی اسی وادی تک لے جایا جاتا
ہوگا۔" انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

"ہاں! یہی بات ہے... ہم لوگ اس وادی سے صرف اس
وادی تک آ سکتے ہیں... اور کہیں نہ آ سکتے ہیں، نہ جا سکتے ہیں۔"

"اب بات کچھ واضح ہوئی ہے... اب ہمیں کیا کرنا ہے...
بتائیں۔"

"میں نے صورت حال بتا دی ہے... ان لوگوں کا پروگرام
اب آپ سے اس سلسلے میں کام لینے کا نہیں ہے... کیونکہ انہوں نے
جان لیا ہے... گیسنس اور چور تک تو آپ ضرور پہنچ جائیں گے...
لیکن گیسنس جوں کی توں ان کے حوالے ہرگز نہیں کریں گے۔"

"تب پھر ان کے خیال میں ہم کیا کریں گے۔"

"ان کیپسٹس کو چھینے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"بہت خوب! یہ انہوں نے بالکل درست اندازہ لگایا۔ اب انہیں ہماری ضرورت نہیں ہے، تو ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں، لیکن ہم ان کیپسٹس کو حاصل کیے بغیر نہیں جائیں گے۔"

"ان محافظوں کے مارے جانے کے باوجود... آپ لوگ بیگال کے قیدی ہیں... ان دونوں وادیوں سے کہیں نہیں جا سکتے... ہاں ان دونوں کے درمیان ضرور چکرا سکتے ہیں۔"

"اور آپ... آپ کیا کریں گے۔"

"آپ کا ساتھ دینے کے بعد اب وہ لوگ میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے... لہٰذا اب میں آپ کا ساتھی ہوں... جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا... صرف آپ ہمیں اس وادی سے باہر لے جا سکتے ہیں۔"

"اس وادی سے دوسری وادی تک... میں نے یہ نہیں کہا کہ بیگال سے باہر۔" وہ مسکرایا۔

انہوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا... پھر سوچ میں ڈوب گئے... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ٹھیک ہے... ہم جزیرے تک جائیں گے۔"

"لیکن جمشید!"

ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز نے انہیں چونکا دیا، ان کی آواز میں نہ جانے کیا بات تھی... سبھی پریشان ہو گئے۔

☆... ...☆

معاملے کی بلی

اب وہ سب پروفیسر داؤد کی طرف دیکھ رہے تھے:

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر رائیکل نے بتایا ہے.. جزیرے پر آلات نصب ہیں،
ان کے ذریعے مدد منگوائی جا سکتی ہے..."

"جی ہاں تو پھر؟"

"پھر یہ کہ اس جزیرے پر ہماری تمام حرکات اور سکنات
دیکھی جا رہی ہوں گی۔"

"اوہ ہاں! واقعی۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا... ساتھ ہی
انہوں نے رائیکل کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا کہتے ہیں۔"

"ان صاحب کا خیال بالکل درست ہے۔" اس نے پر سکون
انداز میں جواب دیا۔

"اور یہاں... یہاں کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ۔"

"اس جگہ شاید آلات نصب نہیں ہیں۔"

"گویا آپ یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے۔"

"نہیں! جزیرے پر آلات نصب ہیں... کیونکہ وہاں وہ
ے رابطے کے بغیر کچھ نہیں کرتے... اس وادی سے جزیرے تک
نے والے وہاں پہنچ کر ان سے مدد کی درخواست کریں گے... پھر وہ
ں لانچ یا ہیلی کاپٹر بھیجیں گے۔"

"خیر... ہم اس جزیرے پر جائیں گے، کیونکہ آلات تو
ن ہے یہاں بھی نصب ہوں اور وہ یہاں بھی ہماری حرکات اور
ت دیکھ رہے ہوں۔"

آخر وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے... نیچے گھپ اندھیرا تھا...
ں کی شڑاپ شڑاپ کی آوازیں انہیں خوف میں مبتلا کر رہی
ں، یہ وہ لوگ تھے جو عام حالات میں کیا، خاص حالات میں بھی
ڈرتے تھے... لیکن اس کنوئیں میں اترتے وقت انہیں واقعی
محسوس ہو رہا تھا... رائیکل کو انہوں نے درمیان میں رکھا تھا...
وہ کوئی چال نہ چل سکے، اس کی طرف سے ابھی ان کا سو فیصد
ان تو ہوا نہیں تھا.. آخر وہ آخری سیڑھی تک پہنچ گئے... اندھیرے
ی انہیں وہاں کھڑی لانچ کا احساس ہوا... ایسے میں فاروق کو اپنی
خیال آ گیا... اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور آخر ایک ننھی سی
نکال ہی لی... جونہی اس نے ٹارچ روشن کی... انہیں لانچ نظر
... وہ جلدی جلدی اس پر سوار ہو گئے... ڈرائیونگ سیٹ انسپکٹر

جمشید نے سنبھال لی... اب وہ سمندر میں تھے۔

"وہ کس سمت میں چلتا ہے۔"

"یہ لانچ اس جزیرے کے سوا کہیں نہیں جائے گی... ہم ...
انجن سٹارٹ کرلیں اور بس... یہ اپنا راستا خود بخود پکڑے گی۔"

انہوں نے انجن اسٹارٹ کر دیا... لانچ چل پڑی...
گھنٹے تک وہ سمندر میں سفر کرتے رہے' آخر لانچ ایک جزیرے
کنارے رک گئی... اس وقت دن طلوع ہو رہا تھا... ان کے چاروں
طرف سمندر تھا... سمندر کی خوفناک موجیں تھیں... پانی کی
تھیں... ان کی خوفناک آوازیں تھیں اور وہ تھے... جزیرے
انہوں نے دیکھا... اس پر ناریل کے بے شمار درخت تھے...
قسم کا درخت وہاں نظر نہ آیا... درختوں پر ناریل لٹک رہے تھے...
زیادہ بڑا نہیں تھا... انہوں نے پانچ منٹ کے اندر سارا جزیرہ
لیا...

"یہاں ان لوگوں سے رابطہ کس طرح کیا جائے گا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ جب اس جزیرے پر کوئی اترتا ہے
طرف الارم بجتا ہے اور وہ خود ہی دیکھ لیتے ہیں... جزیرے
ہے... لہٰذا انہیں ضرورت ہوتی ہے تو خود رابطہ کر لیتے ہیں۔"

"گویا ہم رابطہ نہیں کر سکتے۔"

"ہم کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر کریں... ہم مسٹر بامان یا مسٹر روڈی سے بات کرنا
چاہتے ہیں۔"

اس نے کچھ نہ کہا... ایک درخت کی طرف بڑھ گیا... انہوں
نے دیکھا... پورے جزیرے پر اس رنگ کا درخت ایک ہی تھا... اس
کا تنا بالکل سیاہ تھا... باقی درختوں کے تنے بھورے رنگ کے تھے...
اس درخت پر اس نے تین بار انگلی سے ٹھک ٹھک کی... فوراً ہی اس
ایک سیاہ رنگ کا بٹن نمودار ہوا... اس نے انگلی سے اس کو دبایا تو
ہی آواز ابھری:

"ہاں! کیا بات ہے۔" ادھر سے آواز سنائی دی۔

راکیل نے انہیں اشارہ کیا... انسپکٹر جمشید آگے بڑھے اور
بولے:

"ہم مسٹر بامان یا روڈی سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ انہیں بتا دیں۔"

"کیا نام بتاؤں آپ کے۔"

"انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ۔"

"ایک منٹ جناب۔" دوسری طرف سے کہا گیا... پھر
خاموشی چھا گئی... ایک منٹ بعد آواز ابھری:

"آپ میں سے صرف ایک صاحب بات کر لیں... اس

طرف مسٹر بامان موجود ہیں۔"

"مسٹر بامان! میں انسپکٹر جمشید آپ سے بات کر رہا ہوں۔"

"میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔"

"آخر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"اب کچھ نہیں۔"

"تب آپ ہمیں ہمارے ملک جانے دیں۔"

"کیا واقعی۔" بامان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا مطلب... آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا واقعی آپ اپنے ملک جانا چاہتے ہیں۔" اس کے
میں حیرت تھی۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمارا خیال تھا... آپ اپنے طور پر ان کیپٹنوں کا سرا
لگائیں گے۔"

"کیا آپ ایسا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... آپ ان کا سراغ لگا لیں اور ہم
بات کر لیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا... ہاں باقی تین پارٹیاں
اپنے طور پر کوشش کر رہی ہیں... ہو سکتا ہے، وہ آپ سے پہلے سرا
لگا لیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہڑبنگ، ساشا اور برائٹ وغیرہ..."

"ہاں!"

"لیکن یہ تینوں پارٹیاں تو بہت پہلے یہ کوشش کر کے دیکھ چکی
ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا!!!" وہ چلایا۔

"ہاں... آپ نے پہلے صرف ان تین کو بلایا تھا... ہمیں
مہم میں شامل نہیں کیا تھا... جب یہ تینوں پارٹیاں سر توڑ کوشش
کر کے ناکام ہو گئیں... تب آپ لوگوں نے ہمیں بلانے کا فیصلہ کیا...
طریقہ یہ اختیار کیا... کہ ان لوگوں کو بھی ساتھ رکھا جائے گا...
ہم پر ان کی نظر بدستور رہے... اور ہم کوئی گڑبڑ نہ کرنے
یں..."

"آپ... آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تینوں پارٹیاں پہلے
ناکام ہو چکی ہیں۔"

"یہ میرا اندازہ ہے... اور عام طور پر میرا اندازہ غلط نہیں
۔"

"کمال ہے... حیرت ہے۔"

"ان کا کیا ہے... یہ تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔" آصف بول
۔

"کیا مطلب! کیا ہوتے رہتے ہیں۔" بامان نے حیران
ہو کر کہا۔

"یہی کمال اور حیرت... اور کیا۔"

"پتا نہیں آپ کیسی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اس کا مطلب ہے... میرا اندازہ سو فیصد درست ہے۔"

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس میں شک نہیں۔"

"تب پھر اب آپ ہم سے یہ کام کیوں نہیں کرانا چاہتے۔"

"آپ کی نیت انہوں نے بھانپ لی ہے... آپ گر کیپسٹس تلاش کر لیتے ہیں تو ان کو دیکھے بغیر تو کسی صورت ان کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"یہ اندازہ لگانے میں آپ لوگوں نے کمال کر دیا... یہ اندازہ کن صاحب کا ہے۔"

"مسٹر ہز بنگ کا۔"

"یہ صاحب ہماری سمجھ میں نہیں آئے... پہلی مرتبہ یہ جب ہمارے سامنے آئے تو نہایت بدحواس قسم کے آدمی محسوس ہوئے تھے... یعنی اس طرح لڑکھڑاتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے جیسے کسی نے دھکا دیا ہو حالانکہ ان کے ماتحتوں میں سے کوئی انہیں دھکا دے سکتا تھا۔ لہٰذا یہ خود لڑکھڑائے تھے... اب پتا نہیں... وہ اداکاری تھی یا سچ مچ لڑکھڑائے تھے۔"

"میرا خیال ہے... موجودہ صورت حال میں ہز بنگ پر اس بات کو ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں..."

"او ہاں! یہ تو ہے..."

عین اس وقت جزیرے پر آواز گونجی، وہ آواز غالباً اس جگہ سے آئی تھی جہاں اس وقت بامان موجود تھا، اس نے چونک کر کہا:

"ایک منٹ! کوئی ضروری ترین پیغام آیا ہے... پہلے میں وہ سن لوں۔"

"ضرور کیوں نہیں... بلکہ بہتر ہو گا کہ ہمیں بھی سنا دیں۔"

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ وہ آپ کو سنانے کے قابل ہے یا نہیں۔" بامان ہنسا۔

"آپ کی مرضی۔"

جزیرے پر خاموشی طاری ہو گئی... ان کا رخ دائیں طرف تھا... یہ۔

"کیا خیال ہے... کس کا پیغام آیا ہے اور کیا؟"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"خیر... مسٹر بامان بتا دیں گے۔"

"مشکل ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"کیا مشکل ہے..."

"یہ کہ وہ آپ کو بتا دیں..."

"کوئی پروا نہیں... ویسے آپ ایک بات لکھ لیں۔" آ...
نے پرزور انداز میں کہا۔

"لکھے بغیر کام نہیں چل سکتا..." اس نے جیب کو ہاتھ لگا...
ہوئے کہا... جیسے کہہ رہا ہو، پین تو ہے نہیں... لکھوں کیسے...

"آپ کی مرضی... لکھے بغیر کام چلا سکتے ہیں تو چلا لیں۔"

"اب ہم یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک کہ کیسٹس...
سراغ نہ لگا لیں۔"

"اور کیسٹس کے چور کا۔"

"بھئی جب کیسٹس مل جائیں گی تو چور تو خود بخود س...
آ جائے گا۔"

"فرض کیا آپ سراغ لگا لیتے ہیں... تو کیسٹس کو دیکھیں...
نا۔"

"یہ کام ہم اپنے ملک میں جا کر کر سکتے ہیں... کیونکہ...
بہت سی کیسٹس کو دیکھنا بھی تو آسان کام نہیں... بے تحاشا وقت...
جائے گا۔"

عین اسی وقت بامان کی آواز گونجی:

"لیجیے صاحبان... بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔"

"بلی... کون سی بلی۔" فرزانہ چونکی۔

"اس سارے معاملے کی بلی.... چور نے ہم سے رابطہ...

...ہے، وہ پوری دنیا کا سب سے زیادہ مال دار آدمی بننا چاہتا ہے... اور
...اس بات کی ضمانت کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔"

"اس نے کتنی رقم مانگی ہے۔"

"تین کھرب ڈالر۔"

"اوہ... تن... نہیں۔"

"ارے باپ رے... وہ اتنی دولت کا کیا کرے گا۔"

"دنیا کو بتائے گا... میں ہوں دنیا کا سب سے مال دار
...آدمی۔"

"کیا آپ کی حکومت کے پاس اس قدر دولت ہے۔"

"نہیں ہے... لیکن ہم جمع کر سکتے ہیں، انشاءاللہ، برطانیہ اور
دوسرے ممالک سے رقم لے کر ہم یہ رقم جمع کر سکتے ہیں۔"

"چلیں پھر تو جھگڑا ختم... رقم دے دیں... تحریر لکھ کر دیں
...اپنی کیسٹس لے لیں۔"

"ہم نے مسٹر روڈی سے بات کی ہے... وہ اس طرح
...کیسٹس لینے سے پہلے یہ چاہتے ہیں کہ اپنے طور پر کیسٹس کا سراغ لگایا
...جائے۔"

"تب پھر مسٹر بامان... آپ مسٹر روڈی کو بتا دیں... ہم یہ
...کر سکتے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ مصیبت یہ ہے... آپ ان کیسٹس کو دیکھے

بغیر نہیں مانیں گے۔"

"اور جس نے وہ چرائی ہیں... کیا وہ ان کو نہیں دیکھے
گا۔"

"اس کے دیکھ لینے سے شاید کوئی فرق نہیں پڑتا... اس
فون پر جس لہجے میں بات کی ہے... وہ لہجہ کم از کم کسی مشرقی آد
نہیں ہو سکتا... اور مغربی آدمی اگر ان کیسٹس کو دیکھ لے تو کوئی
نہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... کوئی مسلمان نہ دیکھے بس۔"
جمشید کے لہجے میں ہلکا سا جوش تھا۔

"ہاں! ایسی بات ہے۔"

"پھر اب آپ نے کیا سوچا ہے۔"

"مسٹر روڈی... اس سے پہلے آپ سے سودا کرنا چ
ہیں... آپ اپنے ملک کی بھلائی کے لیے ہم سے ایک کروڑ ڈا
لیں... بس کیسٹس کو نہ دیکھیں اور ہمارے حوالے کر دیں۔"

"پیش کش بری نہیں... میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ
بتاتا ہوں... آپ ذرا انتظار فرمائیں اور مہربانی کر کے ہماری
سننے کی کوشش نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"گویا آپ نہیں سنیں گے۔"

"نہیں! آپ مشورہ کر لیں۔"

پھر جونہی انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے... زور سے

☆...☆...☆

مزے کی بات

سب نے انہیں چونکتے صاف دیکھا:

"خیریت؟" انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہماری باتیں نہ سنیں۔"

"ہاں! وہ باتیں سنیں گے... وہ نہیں رہ سکتے۔"

"لیکن ہم خفیہ مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"تب پھر ہم اشاروں میں بات کر لیتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک... اشاروں میں مشورہ شروع۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

راکیل نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا... اب وہاں گہری خاموشی طاری تھی... لیکن ان کے ہاتھ اور جسم کے دوسرے حصے عجیب و غریب انداز میں حرکت کر رہے تھے... یہ حرکات پورے پندرہ منٹ جاری رہیں... پھر انسپکٹر جمشید نے پکار کر کہا:

"مسٹر بامان... ہم مشورہ کر چکے ہیں۔"

"خوب! پھر کیا طے ہوا۔"

"ہم پچاس کروڑ ڈالر لیں گے اور۔"

"میری ایک کروڑ کی پیش کش کے جواب میں یک دم پچاس کروڑ... اتنی لمبی چھلانگ۔"

"ابھی اس جملے کے بعد ایک عدد اور بھی لگا ہوا ہے... آپ نے اس کی طرف غور نہیں کیا۔"

"اس کی طرف بعد میں غور کر لیں گے پہلے رقم طے کر لیں... پچاس کروڑ بہت ہیں۔"

"آپ یہ بھی دیکھیں... مقابلے میں چوروں کی پیش کش تین عرب ڈالر کی ہے۔"

"اس کے پاس تو کیسٹس ہیں۔"

"اگر ہم نے کیسٹس کا سراغ لگا لیا... تب وہ ہمارے پاس ہوں گی۔"

"خیر... ہم پچاس کروڑ دیں گے۔"

"نہیں... پچاس کروڑ... اور اس کے ساتھ ایک عدد اور۔"

"اچھا پہلے اور کی بات ہو جائے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... ہم ان میں سے کم از کم ایک کیسٹ اپنے پاس رکھیں گے۔"

"کیا کہا... کم از کم ایک کیسٹ۔" وہ چلا اٹھا۔

"ہاں! ایک کیسٹ۔"

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا ہے... آپ ایک کیسٹ بھی نہیں [...] سکتے۔"

"کیا کہا! یہ نہیں ہو سکتا... یعنی ہم صرف ایک کیسٹ بھی [...] دیکھ سکتے۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔" ہامان چیخا۔

"یہ جان کر حیرت ہوئی... آخر ان میں ہے کیا۔"

"اگر یہ بتانا ہوتا پھر تو کیسٹس ہی دکھائی جا سکتی تھیں۔"

"یہ تو بہت عجیب بات ہوئی... ہمارا خیال تھا... آپ [...] اٹھیں گے... ٹھیک ہے... ایک کیسٹ دکھا دی جائے گی... [...] آپ تو اس پر بھی تیار نہیں ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے... ہم اس پر تیار نہیں ہیں... بلکہ [...] روڈی تو اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں... آپ کو ان [...] میں سے کسی ایک کیسٹس کا ایک ذرا سا حصہ بھی نہیں دکھایا جا سکتا۔" [...] نے پرزور انداز میں کہا۔

"یہ جان کر اور حیرت ہوئی... ان حالات میں ہمیں [...] مشورہ کرنا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کہیں مشورہ کرتے کرتے عمر نہ تمام ہو جائے۔" فا[...] نے سرد آہ بھری۔

انسپکٹر جمشید نے اسے گھور کر دیکھا... باقی لوگ مسکرانے [...]

[...] ہامان نے کہا:

"ضرور مشورہ کریں۔"

ایک بار پھر جزیرے پر خاموشی چھا گئی... ان کے اشارے [...] ہوئے... ڈانگیل اب بھی انہیں حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

[...] انہوں نے اعلان کیا:

"مسٹر ہامان! ہم ایک بار پھر مشورہ کر چکے ہیں۔"

"تب پھر... کیا فیصلہ ہوا۔"

"ہماری زبان میں اس فیصلے کو کہتے ہیں، ڈھاک کے وہی [...]ت۔"

"اس کا کیا مطلب؟" ہامان بولا۔

"نتیجہ وہی... صفر... یا پہلے والا... ہم کیسٹس دیکھنے کی شرط [...] اس کیس پر کام کریں گے۔"

"تب پھر موت قبول کرلو۔"

"ہمارے ملک کو کیا جواب دیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا [...]

[...] بنایا۔

"یہ کہ آپ لوگ اپنی غلطی سے سمندر میں ڈوب گئے۔"

"اچھی بات ہے، اب آپ اپنا کام کریں گے... ہم اپنا۔"

"ہمارا کام شروع ہو رہا ہے... یہ جزیرہ نہیں..."

"کیا کہا... یہ جزیرہ نہیں۔"

"ہاں! یہ جزیرہ نہیں... تاہم اس کو مصنوعی جزیرہ ...
ہیں۔"

"مصنوعی جزیرہ..." ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں مصنوعی جزیرہ... یہ اب سمندر کی تہ میں جا رہا ...
اب کیا کریں گے۔"

"اپنے رب سے دعا... اسی نے پیدا کیا... وہی ہمیں ...
گا، اور ایک دن پھر زندہ کرے گا... وہ دن قیامت کا دن ہوگا
دن وہ اپنے بندوں سے حساب لے گا۔"

"یہ سب فرضی باتیں ہیں۔"

"آپ کے نزدیک... ہمارے نزدیک نہیں۔"

"ہمیں اس سے کیا... ہم تو یقین سے کہتے ہیں...
کے بعد کوئی زندگی نہیں..."

"معلوم ہو جائے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔" ہامان کی آواز گونجی۔

"اچھی بات ہے... آپ اپنا کام کریں... ہم اپنے ...
پکارتے ہیں... مالک مدد فرما رحم فرما... کرم فرما۔" انسپکٹر ج...
پر زور انداز میں کہا۔

باقی سب بھی دعا کرنے لگے... ادھر جزیرہ پانی میں ...
لگا... پانی پہلے جزیرے کے کناروں پر آتا نظر آیا... پھر ان ...

...نے لگا... گویا جوں جوں وہ نیچے ہو رہا تھا... پانی اس کے درمیان
...ں آ رہا تھا...

"انکل منور علی خان... محمود... جلدی کرو۔" فرزانہ چلائی۔

"کیا... کیا... جلدی کریں... لیکن کس چیز کی۔"

"حد ہو گئی... اپنے چاقو نکالیں... اور ناریل کے چند
...رخت کاٹ ڈالیں... یہ پانی میں نہیں ڈوبیں گے... ہم ایک ایک دو
...ر کے ان میں سوار ہو جائیں گے۔"

"اوہ... بہت خوب... ان حالات میں اس سے بہترین
...ایک ہو ہی نہیں سکتی..." منور علی خان پوری قوت سے چلائے۔

اور پھر محمود کا چاقو بجلی کی طرح درخت کاٹنے لگا... منور علی
...ان بھی اپنے شکاری چاقو کو کام میں لا رہے تھے... لیکن ان کی رفتار
...وہ نہیں تھی جو محمود کے چاقو کی تھی، ظاہر ہے وہ... وہ تو اس مقصد کے
...یے خاص چیز تھا...

اب جو درخت کٹ کر گرتا رہا... ان میں سے دو دو آدمی اس
...بیٹھتے رہے... ادھر پانی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا تھا... جزیرہ
...یچے جا رہا تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پکار کر کہا:

"مسٹر ہامان... کیا آپ میری آواز سن سکتے ہیں۔"

"ہاں! اس جزیرے کے پانی میں اترنے تک میں آپ
...لوگوں کی آواز سن سکتا ہوں۔"

"تب پھر سن لیں... ہم نہیں ڈوب رہے۔"

"میں آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں... اور حیرت زدہ ہوں آپ لوگ ہیں کیا... ان حالات میں میں نے ایک لمحے کے لیے نہیں سوچا تھا کہ آپ لوگ پانی سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر لیں گے۔"

"یہ تدبیر ہم نے نہیں کی... ہمارے رب نے ہمارے ذہن میں ڈالی... بس یہی فرق ہے آپ لوگوں میں اور ہم میں... آپ کام کے بارے میں گمان کرتے ہیں... یہ آپ نے خود کیا ہے... ہم ہر کام اپنے رب کی مہربانی خیال کرتے ہیں۔"

"میں حیرت زدہ ہوں۔"

"آپ کو ہونا چاہیے، جی بھر کر ہو لیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

محمود کا چاقو اب انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں تھا... وہ بڑی مہارت سے اس کو درختوں پر چلا رہے تھے۔

"اور یہ کس قدر مزے کی بات ہے مسٹر بامان۔"

"کون سی بات مزے کی ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ ان درختوں کے ساتھ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کا سامان بھی باندھ رکھا ہے... ہم سمندر میں ہوں گے اور بھوک پیاس کی پروا تک نہیں ہوگی... اس لیے کہ یہ ناریل

تو ہیں.. ان کو کھائیں گے اور ان کا پانی پئیں گے۔"

"لیکن کب تک۔"

"جبھی کوئی جہاز مل جائے گا۔"

"خوش فہمی ہے۔" بامان ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"ان اطراف سے کوئی جہاز نہیں گزرتا... یہ علاقہ خوف کا مشہور ہے... اس طرف آنے والے جہاز ڈوب جاتے ہیں... یہ بات دراصل ہم نے مشہور کرا رکھی ہے۔"

"کوئی بات نہیں... اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کوئی جہاز مل جائے گا۔"

"بہت جلد خوش فہمی دور ہو جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں، ہم اس ہوا سے کام چلا لیں گے۔" آفتاب [illegible] نے بتایا۔

سب لوگ مسکرا دیے...

پانی اب جزیرے کے عین درمیان تک آ چلا تھا... جونہی وہ مرکز تک پہنچتا، جزیرہ ڈوب جاتا... ادھر انہیں ابھی دو تین درختوں کی ضرورت تھی... ہر درخت پر دو سے زیادہ آدمی نہیں بیٹھ سکتے تھے... ابھی انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ایک درخت دو آدمیوں کو اٹھا کر تیر سکے گا یا نہیں...

اور پھر تین چار درخت اور کٹ گئے... اب سب الٹ

درختوں پر بیٹھے تھے... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے...

منظر عجیب تھا...

"مجھے حضرت نوح علیہ السلام یاد آ رہے ہیں... جب ان کی

قوم نے اللہ کا انکار کیا اور ان سے کہا... اے نوح علیہ السلام تو لے

اپنے رب کا وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے... تو اللہ تعالیٰ نے

ان سے کہا... آپ ایک کشتی تیار کریں... اس میں اپنے ساتھیوں کے

ساتھ سوار ہو جائیں اور ہر طرح کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا

کشتی میں سوار کر لیں... سو کشتی تیار کی گئی... حضرت نوح علیہ السلام

اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے... اس کشتی میں سوار ہو گئے

ان کا بیٹا ان پر ایمان نہیں لایا تھا... حضرت نوح علیہ السلام نے

سے کہا... اے بیٹے! اللہ پر ایمان لے آ... اور ہمارے ساتھ اس

میں سوار ہو جا... اس نے ہنس کر کہا... جس طوفان کی تو بات کرتا

کہ وہ آنے والا ہے... اور ہم سب کو غرق کرنے والا ہے... وہ

کیا بگاڑ سکتا ہے... میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔

تب اللہ نے زمین کو حکم دیا... کہ وہ پانی اگل دے... آسمان

کو حکم دیا کہ پانی برسائے... زمین نے اپنا پانی اگلا... آسمان نے

برسایا... پانی اوپر اٹھنے لگا... کشتی پانی پر تیرنے لگی... بیٹا پہاڑ

چڑھتا چلا گیا... ادھر پانی بدستور اوپر ہو رہا تھا... جن لوگوں نے

لایا... وہ ڈوب رہے تھے... ایسے میں نوح علیہ السلام نے

...پانی اس پہاڑ کی چوٹی پر بھی پہنچنے والا ہے جس پر ان کا بیٹا کھڑا

...انہوں نے پکار کر کہا...

'اے رب! یہ میرا بیٹا ہے... اسے بچا لے...'

اللہ نے فوراً کہا...

'یہ تیرا بیٹا نہیں ہے... خبردار! جو اس کے لیے درخواست

یہ ظالموں میں سے ہے... غرق ہو گا۔'

بیٹا ڈوب گیا.. پانی پہاڑ کے اوپر سے گزر گیا.. صرف وہ

بچے جو ان کی کشتی پر سوار تھے... وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی... پھر

نے حکم دیا... اے آسمان تھم جا... اے زمین پانی پی لے... اور تم

بچے ہو، ہم بھی اللہ کی مہربانی سے درختوں پر تیر رہے ہیں... جزیرہ

چکا ہے۔"

وہ چونک اٹھے... ان باتوں کو سننے میں اس حد تک محو ہو چکے

ذرا خیال ہی نہ رہا...

درخت مزے سے تیر رہے تھے... انہوں نے اپنے پاؤں

اوپر کی طرف اٹھا رکھے تھے... جیسے گدھوں پر بیٹھتے ہیں... اس طرح وہ

درختوں پر بیٹھے تھے... اگرچہ ان سب کی ٹانگیں پانی میں تھیں اور

کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

"لیکن جمشید۔" منور علی خان چلائے۔

"یہ لیکن کہاں سے لے آئے.. ویسے یہ ہے کافی خوفناک۔"
آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"پانی کی چھالیں ہمیں ایک دوسرے سے مختلف سمتوں میں لے جائیں گی۔" منور علی خان نے کہا۔

"نہیں لے جائیں گی۔"

"کیا کہا... نہیں لے جائیں گی۔"

"ہاں! نہیں لے جائیں گی... اپنی رسی نکالیں... سب اس رسی کو پکڑ لیتے ہیں... اس طرح ہم ایک دوسرے سے بچھڑ نہیں سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"واہ.. آج تو ترکیبیں بھی انکل کے ذہن میں آ رہی ہیں... بے چاری فرزانہ، رفعت اور فرحت کا کیا بنے گا۔"

"وہی بنے گا جو خدا کو منظور ہوگا۔" فاروق مسکرایا۔

"حد ہوگئی... بے کوئی تک۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"ارے بھائی.. اب کہیں ان درختوں پر لڑنے نہ لگ جانا۔" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"جی اچھا... آپ کی ہدایت سر آنکھوں پر۔" آصف نے کہا۔

"یہ ہدایت کا سر اور آنکھوں سے کیا تعلق۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"چولی دامن کا تعلق ہے بھئی۔" شوکی چہکا۔

"چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے..... تعلق نہیں۔" اخلاق نے منہ بنایا۔

"توبہ ہے... تم لوگوں سے۔" خان رحمان ہنسے۔

"جی نہیں... توبہ اللہ سے۔"

"اوہ ہاں... واقعی۔" وہ چونکے۔

"ایسے میں کوئی جہاز نظر آ جائے تو کیا ہی بات ہے۔"

"اللہ نے چاہا... اوہ... وہ دیکھو... دور ہا جہاز۔" منور علی خان چلائے۔

ان سب نے اس سمت میں دیکھا... دور بہت دور ایک جہاز سمندر میں رواں دواں تھا...

"اوہ... جہاز کے عملے کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوگا۔"

ان لوگوں نے کپڑے ہلانا شروع کر دیے... فاروق نے جیب سے لائٹر نکالا اور ایک قمیص کو آگ لگا کر اس کا دھواں لہرانا شروع کر دیا... اس طرح آخر کار جہاز کا رخ ان کی طرف ہو گیا... گویا ان لوگوں نے دھواں دیکھ لیا تھا...

رفتہ رفتہ جہاز نزدیک ہوتا چلا گیا... وہ بھی ہاتھوں کی مدد سے اس وقت تک جہاز کی طرف چپو چلاتے رہے تھے.. آخر جہاز ان کے بالکل قریب آ گیا... اس کے عرشے پر بہت سے لوگ کھڑے تھے...

ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی... آخر ایک آواز ابھری:

"یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں... کٹے ہوئے درختوں پر انسان۔"

"بلکہ آپ یہ کہیں... تیرتے درختوں پر انسان۔" فاروق کی آواز ابھری۔

"لیکن اتنے درخت آپ لوگوں کو سمندر میں کہاں سے مل گئے۔"

"آپ نے یہ کیوں نہیں پوچھا... ان درختوں کو اتنے بہت سے انسان کہاں سے مل گئے۔" آفتاب پکارا۔

"اوہ ہاں... واقعی... یہ سارا معاملہ ہی عجیب ہے... لیکن ہمیں افسوس ہے... ہم آپ کو جہاز پر سوار نہیں کر سکتے... ہاں اس کی ایک صورت ضرور ہے۔"

"پہلے آپ صورت بتا دیں... صورت کے بغیر بات بعد میں کر لیں گے۔" محمن نے کہا۔

"تم لوگوں کے بڑے گونگے ہیں کیا۔" جہاز پر سے ہنس کر کہا گیا۔

"جب ضرورت ہوگی، بڑے بھی بات کریں گے..."

"ہاں تو اس کی صورت یہ ہے... آپ جہاز پر قیدیوں کی حیثیت سے سفر کر سکتے ہیں... اس سے بھی پہلے ہم آپ کی کہانی سنیں گے۔"

"ٹھیک ہے... آپ ہمیں عرشے پر آنے کی اجازت دیں... پہلے ہم اپنی کہانی سنائیں گے... پھر آپ ہمیں قیدی بنا لیجیے گا... ویسے یہ جہاز جا کہاں رہا ہے۔"

"کہانی سننے سے پہلے آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"شکریہ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم لنگر ڈال رہے ہیں، اس کے بعد سیڑھی لٹکائیں گے... آپ اوپر آ سکیں گے۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

آخر وہ جہاز پر پہنچ گئے... ان درختوں کو چھوڑتے ہوئے بھی انہیں دکھ سا ہوا... ان کا اور ان کا خوب ساتھ رہا تھا۔

"پہلے کہانی... اگر ہم آپ لوگوں کو قیدی بنا کر بھی نہ لے سکے... تب ہم آپ سب کو سمندر میں دھکا دے دیں گے۔"

"ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"گویا ہمارا اندازہ درست نکلا۔" نیلے رنگ کے سوٹ والا شخص جو اب تک ان سے بات کرتا رہا تھا... اب بھی یہ جملہ اس نے کہا تو...

وہ چونک اٹھے۔

"کون سا اندازہ۔"

"یہ کہ تم لوگ مسلمان ہو۔" اس کے لہجے میں نفرت در آئی
تھی۔

"اللہ کا شکر ہے... ہم مسلمان ہیں۔"

"تب پھر آپ بھی سن لیں... ہم مسلمانوں کو اپنے جہاز پر
نہیں لے جاسکتے۔"

"قیدی بنا کر بھی نہیں لے جاسکتے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے
پوچھا۔

"ہاں! لیکن تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے... ہم قیدیوں کا کیا
کرتے ہیں... انسانوں کی منڈی میں بیچ دیتے ہیں۔"

"انسانوں کی منڈی۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! انسانوں کی منڈی، جن لوگوں کو غلاموں کی ضرورت
ہوتی ہے... وہ وہاں جا کر اپنے لیے غلام خرید لاتے ہیں... ہم آپ کو
وہاں فروخت کر دیں گے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں... لیکن آپ ہمیں کون سے ملک
میں لے جا رہے ہیں۔"

"یہ جہاز بنگال جا رہا ہے.. اور ہم بنگال سے نزدیک ہیں۔"

"کیا آپ لوگ خود بھی بنگالی ہیں۔"

"ہاں! ہمارا جہاز مال لے کر شارجہ سے آ رہا ہے۔"

"خوب! آپ ہمیں فروخت کرنا چاہتے ہیں... کیا راستے

میں کہیں اتار کر فروخت نہیں کر سکتے۔"

"کیا مطلب؟"

"بنگال لے جانے کی بجائے... آپ راستے کی کسی بندرگاہ
پر ہمیں فروخت کر دیں۔"

"انسانوں کی منڈیاں اس طرح نہیں لگتیں... ایسی منڈی بنگال
میں ضرور لگتی ہے... اور اس منڈی میں صرف اور صرف مسلمانوں کو
فروخت کیا جاتا ہے۔"

"کیا... نہیں۔"

"یہی بات ہے... لہٰذا جتنے پیسے ہمیں اپنے ملک میں آپ
کے مل جائیں گے... کسی اور جگہ نہیں مل سکتے۔"

"اوکے... آپ ہمیں وہیں لے چلیں... لیکن اگر آپ کو
وہاں سے زیادہ قیمت ہم دے دیں۔"

"آپ لوگ... اپنی قیمت خود ادا کریں گے۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"آپ لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا... سمندر میں درختوں
پر تیر رہے تھے... ہم دیکھ رہے ہیں... آپ کے پاس کوئی سامان بھی
نہیں ہے... ہاں ایک کے کندھے سے ایک بیگ ضرور لٹک رہا ہے...
کیا اس بیگ میں ہیرے ہیں جو آپ لوگ ہمیں دیں گے۔"

"اس بیگ میں تو خیر ہیروں سے زیادہ قیمتی چیزیں ہیں..."

یوں اگر آپ کو ہیروں کی ضرورت ہے تو وہ ہم آپ کو دے سکتے ہیں...
ہم میں سے ہر ایک کے بدلے ایک ہیرا ہم سے لے لیں، پر او
عہدی نہ کریں۔"

"بدعہدی نہ کریں، کیا مطلب؟" کپتان نے چونک کر
"جو معاہدہ کریں، اس پر کاربند رہیں۔"
"اگر ہم ایسا نہ کریں تو آپ لوگ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔
اب آپ اس جہاز پر قیدی ہیں۔" وہ ہنسا۔

"اگر آپ نے وعدہ کی خلاف ورزی کی تو آپ دیکھ ہی لیں
گے۔" انسپکٹر جمشید سرد اور خشک لہجے میں بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چونک اٹھے... اس لیے ک
لہجے میں کوئی بات تھی... جو ان سب نے محسوس کی تھی۔

"میں نے کہا ہے... اگر آپ بدعہدی کریں گے تو ہم
کو دیکھ لیں گے۔"

"لیکن کیسے دیکھ لیں گے۔" کپتان ہنسا۔
"یہ وقت بتائے گا۔"
"اچھی بات ہے... ہم وقت سے پوچھ لیں گے...

"اب ہمارا فیصلہ سنیں، آپ ہمیں بنگال سے پہلے کسی بند
پر اتار دیں.. ایک ایک ہیرا فی کس لے لیں... یا پھر بنگال لے جا
اور ہمیں فروخت کر دیں... لیکن ہمیں کسی بندرگاہ پر اتار کر آپ

ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"چلیے کچھ بھی نہیں... چلے ہیں ہمیں دھمکیاں دینے... ذرا
وہ ہیرے دکھائیں... جو آپ ہمیں دیں گے۔"

"ایسے نہیں... جب آپ کسی بندرگاہ پر اتاریں گے... اس
وقت ہم آپ کو ہیرے دیں گے۔"

"پہلا سوال تو یہی ہے... ہیرے ہیں کہاں۔"
"ہمارے پاس اور کہاں۔"

"اچھا تو پھر سنیں... تم لوگ اگر قیدی بن کر بنگال جانا پسند
کرتے ہو تو ہم تمہیں لے جا سکتے ہیں اور اگر یہ منظور نہیں تو واپس سمندر
میں چھلانگیں لگا دو... اور پھر ان درختوں پر چڑھ جاؤ... رہی یہ بات
کہ اب آپ لوگوں کو درخت کہاں سے ملیں گے... یہیں کہیں دائرے
میں پھر رہے ہوں گے... مل جائیں گے۔"

"یار خان رحمان۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔
"یس سر۔" وہ مسکرائے۔

"یہ کیا... تم نے مجھے سر کہا... واپس لو... اور جمشید کہو...
بلکہ یہ کہو، ہاں! جمشید کیا بات ہے۔"

"ہاں جمشید کیا بات ہے؟"
"یار انہیں ایک عدد ہیرا دکھا دو۔"
"پہلے کیوں نہیں کہا... میں تو انہیں دکھا دیتا دس ہیرے۔"

"نہ نہ... صرف ایک... ورنہ یہ تو ہو جائیں گے چوڑے۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے کہا اور اپنی جیب سے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر کپتان کی طرف بڑھا دی۔

"آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں... ہمیں ہیروں کی پہچان نہیں ہے... پہچان ہے.. اور پھر اس وقت تو جہاز پر ایک بہت بڑے جوہری بھی موجود ہیں... وہ تو ہیرے کو دور سے دیکھ کر بتا سکتے ہیں... ہیرا کتنے پانی میں ہے۔"

"آپ کا جملہ پسند آیا... واہ ہیرا کتنے پانی میں ہے۔"

"ویسے تو میں خود ہیروں کی پہچان رکھتا ہوں... اس لیے کہ ہیروں کا بہت بڑا شوقین ہوں اور میرے پاس کم از کم گیارہ ہیرے تو ضرور ہوں گے۔"

"ان گیارہ کے گیارہ سے زیادہ قیمتی یہ ہیرا ہے... یعنی ان گیارہ ہیروں کی قیمت ایک طرف... اس ایک کی طرف۔"

"حد ہوگئی... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"آپ پہلے اس کو دیکھ لیں..." انہوں نے منہ بنایا۔

اب اس نے انگوٹھی میں جڑے ہیرے کو دیکھا... چند لمحے تک وہ اس کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا... پھر بولا:

"اس میں شک نہیں... کہ یہ ہیرا اصلی ہے... پھر بھی میں اپنے جوہری دوست کو ضرور دکھانا پسند کروں گا۔"

"میں یہیں موجود ہوں اور یہ ساری گفتگو سن چکا ہوں... ہیرا مجھے دیں۔"

"ضرور! کیوں نہیں... یہ لیں۔"

اس نے انگوٹھی لے لی... اور غور سے اس کو دیکھا... اچانک اس کے چہرے پر انہوں نے حیرت کی بجلی چمکتی دیکھی... پھر فوراً اس نے خود پر قابو پا لیا۔

"کیوں... کیا رہا۔" کپتان بولا۔

"ہے تو یہ ہیرا ہی... لیکن اتنا قیمتی نہیں۔"

"کیا کہا۔" خان رحمان دھاڑے۔

"میں نے ٹھیک کہا ہے... یہ ہیرا تو ضرور ہے... لیکن اتنا قیمتی نہیں... کیا ایسے آپ کے پاس اور ہیرے ہیں۔"

"ہاں بالکل ہیں۔"

"ذرا دکھائیں۔"

"پہلے اس کے بارے میں تو فیصلہ کر لیں۔"

اچانک ایک چیخ کی آواز ابھری...

☆...☆...☆

خبردار

انہوں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا، لیکن کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ کون چیخا تھا:

"یہ کس کی چیخ تھی؟" منور علی خان نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں! آپ کو کیا ہوا... بہت گھبرائے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔" کپتان نے منہ بنایا۔

"میں نے پوچھا ہے چیخ کس کی تھی۔" منور علی خان غرائے۔

ان کی غراہٹ نے خود ان کے ساتھیوں کو دہشت میں ڈال دیا، اس قدر خوفناک غراہٹ ان کے منہ سے نکلتے انہوں نے کبھی نہیں سنی تھی۔

"ایک قیدی کی چیخ تھی... وہ ہمارے جہاز کا مجرم ہے۔ اس نے جہاز پر ایک مسافر کے کیبن میں چوری کی تھی... لہٰذا اسے جہازوں کے قانون کے مطابق قید کر دیا گیا ہے... جب جہاز [illegible] بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگا... تب اسے قانون کے حوالے کر دیا جائے گا... عدالت اسے جو سزا دے، اسے کاٹنا ہوگی... اس کے بعد وہ

ملازمت نہیں کر سکے گا... کہیں مزدوری ضرور کرتا پھرے گا۔"

"کیا وہ آپ کے عملے میں شامل ہے۔" منور علی خان نے پوچھا۔

"ہاں! صفائی کے عملے میں شامل ہے۔"

"ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" کپتان نے منہ بنایا۔

"میں نے کہا ہے، ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ چلائے۔

"جہاز کا کپتان میں ہوں... آپ نہیں... اور پھر آپ تو اس جہاز کے مسافر بھی نہیں ہیں، آپ نے تو خود جہاز پر پناہ لی ہے... ابھی تک تو ہم نے یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ آپ کو پناہ دی جائے یا نہیں۔"

"یہ فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا... پہلے آپ ہمیں اس قیدی سے ملوائیں..." منور علی خان نے بلند آواز میں کہا۔

ان کے ساتھیوں کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی... ایسے میں چیخ ایک بار پھر گونجی، اس بار تو انسپکٹر کامران مرزا بھی بہت زور سے اچھلے۔ ان کی آنکھوں میں خوف چھا گیا...

"اف مالک! اس وقت میں دھیان نہ دے سکا تھا... میں اصل کپتان کی طرف پوری طرح متوجہ تھا۔" انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب... یہ چیخ کس کی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران

ہو کر کہا۔

"تم بھی نہیں جان سکے... کمال ہے... حیرت ہے۔ لیکن اس میں تمہارا بھی کیا قصور... شاید ہم نے ایک مدت سے انہیں نہیں دیکھا اور نہ ان کی آواز سنی۔"

"یہ تم کیا باتیں کرنے لگے... یہاں تمام تر گفتگو انگریزی میں کرو... ورنہ میں تم لوگوں کو سمندر میں پھنکوا دوں گا۔"

"مجھے افسوس ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کس بات پر افسوس ہے۔"

"اس بات پر کہ ہم اردو میں بات کرنے لگ گئے تھے اب تمام بات انگریزی میں ہو گی... اور انگریزی میں پہلی بات یہ کہ آپ ہمیں اس قیدی سے ملوا دیں... اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" کپتان غرایا۔

"مسٹر کپتان... آپ کا نام کیا ہے۔"

"کیپٹن مور۔"

"ہمارے منہ سے تو مور نکلے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ایک منٹ فاروق... میں اس وقت حد درجے سنجیدہ ہوں۔" منور علی خان بے تابانہ بولے۔

"جی جی ہاں! یہ تو خیر ہم محسوس کر چکے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں تو آپ ہمیں قیدی سے ملوا رہے ہیں یا نہیں۔"

"نہیں! آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تعلق ہے... اسی لیے تو کہہ رہے ہیں۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے..."

"کیوں... ممکن کیوں نہیں ہے۔"

"اسے تو ہم نے آج سے پندرہ دن پہلے گرفتار کیا تھا۔"

"پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اور پھر وہ ہمارے جہاز پر نہ جانے کب سے ملازم ہے... آپ کا اس سے تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جیسے ہمارا تعلق اس جہاز سے قائم ہو گیا... اسی طرح اس [illegible]نا سے بھی تعلق ثابت ہو جائے گا... آپ فکر نہ کریں اور دیر نہ [illegible]یں۔"

"سوری! میں یہ مطالبہ نہیں مان سکتا... جہاز پر ٹھہرنے کے [illegible]ے آپ کے پاس اور ہیرے ہیں تو ہم آپ کو بنگال تک لے جا سکتے [illegible]... ورنہ آپ لوگوں کو یہیں سمندر میں اترنا ہو گا۔"

"وہ کیسے... کیا آپ ہمیں کوئی لانچ دیں گے۔"

"نہیں... آپ کو سمندر میں چھلانگیں لگانا ہوں گی۔"

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ اتنا سخت فیصلہ سنائیں [illegible]ے۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"انسپکٹر جمشید... میرا خیال ہے... گھی سیدھی انگلیوں سے
نہیں نکلے گا۔" منور علی خان نے کہا۔

"آپ نے پھر اردو میں بات کی۔"

"اوہ... سوری... بھول گیا... لیکن میں نے جو بات اپنے ساتھی سے کی ہے... مجھے اس کی انگریزی نہیں آتی... دراصل وہ ایک ضرب المثل ہے.. یا پھر شاید محاورہ ہے.. مجھے آج تک ضرب المثل اور محاورے کا فرق معلوم نہیں ہو سکا... اس لیے معافی چاہتا ہوں۔" منور علی خان نے جلدی جلدی کہا... اب ان کا لہجہ خوش گوار ہو چلا تھا۔

"اس میں شک نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کس میں شک نہیں۔" کپتان نے کہا۔

"جو میرے ساتھی نے کہا ہے۔"

"تم لوگ کچھ عجیب سے ہو۔"

"صرف عجیب نہیں... بہت زیادہ عجیب کہہ لیں... شاید اس طرح آپ کا گزارہ ہو جائے۔" آفتاب بول اٹھا۔

"وہ دیکھیے... آپ کو ایک اور عجیب چیز دکھاتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کپتان مور کے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

پھر جونہی اس نے پیچھے دیکھا... انسپکٹر جمشید بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور دوسرے ہی لمحے اس کی گردن ان کے شکنجے میں تھی... ساتھ ہی وہ سرد آواز میں کہہ رہے تھے:

"خبردار! اگر حرکت کرو گے تو ان کی ہڈی ٹوٹ جائے گی... تمہارے کسی ساتھی نے مجھ پر حملہ کیا تو میرے جسم کو حرکت ہو گی اور اس صورت میں بھی تمہاری گردن کی ہڈی ٹوٹ کر رہے گی... پہلے اس صورت حال پر غور کر لو... پھر اپنے محافظوں کو حکم دو کہ وہ اپنی رائفلیں گرا دیں۔"

"یہ... یہ... یہ کیا۔" جہاز پر موجود پولیس والے بوکھلا کر بولے۔

"خبردار... تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے... پہلے مجھے سوچنے دو۔" کپتان نے انتہائی تکلیف دہ آواز میں کہا۔

سب لوگ ساکت رہ گئے... ایک پل میں یہ کیا ہو گیا تھا، ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا... آخر کپتان نے کہا:

"میری گردن طرح اس شخص کے شکنجے میں ہے... اگر اس کے جسم کو ذرا بھی حرکت ہوئی... تو میری گردن کی ہڈی واقعی ٹوٹ جائے گی... لہٰذا میں اس جہاز کا کپتان تم لوگوں کو ہدایت دیتا ہوں... رائفلیں گرا دیں... اور جو یہ کہیں، وہ کریں۔"

"اس طرح تو جہاز پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔"

"لیکن یہ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے... اس لیے کہ جہاز اب بنگال کی سمندری حدود میں داخل ہونے والا ہے... جونہی وہاں داخل ہوا... بنگال کے فوجی جہاز کو گھیرے میں لے لیں گے۔"

"اس وقت بھی آپ کی گردن میرے ہاتھ میں ہوگی۔"

"کیا مطلب... اتنی دیر تک... یعنی مسلسل کئی دن تک۔" ... کانپ گیا۔

"ہاں! اگر تم نے ہدایات پر عمل نہ کیا تو ایسا ہوگا۔"

"نن نہیں... نہیں۔" وہ چیخا۔

"کیا ہوا۔"

"لیکن آپ مجھے مسلسل کئی دن تک کیسے پکڑے رہ سکتے ہیں۔"

"یہ ہمارا کام ہے... آپ کو نہیں بتا سکتے کہ کس طرح کریں گے۔"

"خیر... تم لوگ رائفلیں گرا دو۔"

رائفلیں گرتی چلی گئیں...

"اوپر سے ایک عدد رائفل نیچے نہیں آئی۔" محمود بولا۔

"تم بھی گرا دو۔" منور نے منہ بنایا۔

مستول پر بیٹھے ہوئے محافظ نے بھی رائفل گرا دی... وہ اس وقت تک رائفلیں سمیٹ چکے تھے... خان رحمان حفاظت کے لیے رائفلوں کے ڈھیر پر کھڑے ہو گئے...

"مسٹر کپتان... آپ ہمیں اس قیدی تک لے کر چل رہے ہیں یا نہیں۔"

"لے چلتا ہوں... چلیے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"شکریہ... اس کے ساتھ صرف میں جاؤں گا... باقی لوگ ...ہیں اور پوزیشنیں سنبھالے رہیں۔"

"او کے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

انسپکٹر جمشید کپتان کو اس سمت میں لے چلے جس سمت میں اس نے اشارہ کیا تھا... آدھ گھنٹے بعد وہ ایک خستہ حال شخص کو ساتھ لائے، ... پر نظر پڑتے ہی آصف چلا اٹھا:

"ابا جان! اف مالک! آپ ہیں۔"

"ہاں! میرے دوست یوسف۔" انسپکٹر کامران مرزا دکھ بھرے انداز میں بولے۔

"میں حیران ہوں... آپ سب یہاں کیسے پہنچ گئے۔"

"اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا... ورنہ ہم کہاں پہنچ سکتے تھے ...ں... لیکن یہ چکر کیا ہے۔"

"میں نے تجارتی سامان اس جہاز پر لدوایا تھا... راستے میں ایک بندرگاہ پر سامان لے کر اترنا تھا... اس ملک میں اس مال کی بہت ...ت ہے... یہی میرا کام ہے... بس تجارتی سفر پر رہتا ہوں... نہ جانے ان لوگوں کے ذہنوں میں کیا بات آئی... ایک دن اچانک جہاز پر اعلان کیا گیا فلاں مسافر کی قیمتی چیزیں غائب ہیں... لہذا سب کی تلاشی لی جائے گی... چنانچہ تلاشی لی گئی تو سامان میرے کمرے سے

نکلا ہوں.. بس ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا... اور قید کر دیا... آج سے ...
... مجھے اسی بندرگاہ پر اترنا تھا... گویا یہ لوگ وہاں سے آ
گئے ہیں... اور یہ میرے سامان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن آپ چیخ کیوں رہے تھے۔"

"یہ مجھ پر بہت ظلم کرتے رہے ہیں... مجھ سے پوچھتے تھے
میں نے اپنی دولت کہاں جمع کرا رکھی ہے.. کون سے بنک میں...
میں بتا نہیں رہا تھا... بس یہ ظلم کر رہے تھے۔"

"آپ پر کیے جانے والے ہر ظلم کا حساب لیا جائے گا۔"
انسپکٹر کامران مرزا سرد آواز میں بولے۔

"جہاز کو یہیں لنگر انداز کر دیا جائے... فی الحال ہم یہیں
ٹھہریں گے۔"

"اس طرح ہم لیٹ ہو جائیں گے اور بیگال کی لانچیں ہماری
تلاش میں نکل کھڑی ہوں گی۔" کپتان نے فوراً کہا۔

"بیگال تک کا سفر اب کتنے دن کا ہے۔"

"کم از کم تین دن لگیں گے۔"

"تم فکر نہ کرو... ہم کر لیں گے... یہ ہمارا کام ہے... آپ
کا نہیں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا کر لیں گے۔"

"یہی کہ بیگال سے لانچیں اس جہاز تک نہ آ سکیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"آپ کو اس سے کیا... آپ جہاز کو لنگر انداز کرنے کا حکم
دیں۔"

"جہاز کو روک دو بھئی..." کپتان نے تنگ آئے ہوئے
انداز میں کہا۔

آخر جہاز رک گیا...

"اب جہاز پر عدالت لگے گی... یہ جہاز مسافر جہاز بھی ہے
اور تجارتی بھی... پہلے عملے کے سب لوگوں کو باندھ دیا جائے۔" انسپکٹر
جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب؟" کپتان اور اس کے ساتھی چلائے۔

"میں نے کہا ہے... آپ سب کو باندھ دیا جائے۔"

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں، یہ کیا انصاف ہے۔"

"یہی انصاف ہے... آپ پر باقاعدہ مقدمہ چلے گا... اگر
یوسف خان پر چوری کا مقدمہ درست ثابت ہوا تو آپ سب کو رہا کر دیا
جائے گا... اور اس جہاز کو بیگال کی طرف روانہ کر دیا جائے گا اور
اگر جھوٹا ثابت ہوا تب آپ کو سزا دی جائے گی۔"

"آپ کو یہ عدالت لگانے کا اختیار کس نے دیا۔" کپتان
بولا۔

"یہ اختیار ہم نے خود ہی اپنے آپ سے لیا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ جھلا اٹھا۔

"یہ بالکل ایسی ہی بات ہو گئی... جیسے آپ نے کی تھی...
سوال یہ ہے کہ اگر یوسف خان نے چوری کی تھی اور آپ نے انہیں
جہاز کے قانون کے مطابق گرفتار کر لیا تھا تو ان پر ظلم ڈھانے کی کیا
ضرورت تھی... یہ بات ذرا مجھے سمجھا دیں۔"

کپتان لگا ادھر ادھر دیکھنے... اس سوال کا اس کے پاس کوئی
جواب نہیں تھا...

"آپ کو ان پر ظلم ڈھانے کا کوئی اختیار نہیں تھا... گویا
یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ نے اپنے قانون سے بھی تجاوز کیا... کیوں
بات ہے نا۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا... پھر ان سب کو باندھ لیا گیا۔

"اب بتایا جائے... کس مسافر کے کمرے میں چوری ہوئی
تھی۔"

"مسٹر مارگن... آگے آئیں... اور انہیں بتائیں۔"

"مم... میں... میں۔" ایک آدمی ہکلاتا نظر آیا۔

"ہاں! آپ.. آگے آئیں... ان سے ڈرنے کی ضرورت
نہیں۔" کپتان نے بلند آواز میں کہا۔

"انسپکٹر جمشید نے اب اس کی گردن چھوڑ دی تھی... اور اسے
بھی رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔

"تب پھر آپ کیوں ڈر رہے ہیں۔"

"میں... نہیں تو... میں تو خوف زدہ نہیں ہوں۔" اس نے
[illegible] کہا۔

لیکن وہ سب صاف دیکھ رہے تھے کہ وہ خوف زدہ ہے...
[illegible] کر رہ گئے... آخر مارگن آگے آ گیا...

"ہاں! اب بتائیں... آپ کے کمرے سے کیا کیا چیز چوری
[illegible] تھی۔"

"کچھ نقدی اور میری ایک قیمتی گھڑی، سونے کی ایک
[illegible]... جس میں ہیرا جڑا ہوا تھا... بس۔"

"پھر آپ نے یہ چیزیں غائب پا کر کیا کیا۔"

"جہاز کے قانون کے مطابق میں نے کپتان صاحب سے
[illegible] کیا... انہیں بتایا۔"

"خوب! انہوں نے کیا کیا۔"

"انہوں نے فوراً کہا... ہو نہ ہو... یہ چوری فلاں مسافر نے
[illegible] ہے... ان کا اشارہ مسٹر یوسف خان کی طرف تھا... یہ مجھے اور
[illegible] ساتھیوں کے ساتھ لے کر ان کے کمرے کی طرف گئے... انہیں
[illegible] اور بتایا کہ ان کے کمرے کی تلاشی لی جائے گی... انہوں نے
[illegible] ظاہر کی اور کہا... ضرور لیں تلاشی... میں کوئی مجرم نہیں ہوں...
[illegible] نے کوئی جرم کیا ہے... میں تو سیدھا سادا سا تاجر ہوں... پھر

تلاشی لی گئی.. اور میری چیز یہاں ان کے کمرے سے برآمد ہوئیں... تو
انہوں نے مسٹر یوسف خان کو باندھ لیا اور لے گئے... یہ چلاتے رہ
گئے۔"

"خوب! مسٹر کپتان... آپ نے چھوٹتے ہی یہ کیسے
کہہ دیا کہ یہ کام ضرور ان کا ہے۔"

"یہ مجھے شروع سے مشکوک دکھائی دیتے تھے۔"

"تب تو آپ کو جہاز کی روانگی سے پہلے ہی اچھا اطمینان کر لینا
چاہیے تھا... کہ آپ نے اس بندرگاہ پر یہ کام کیا... جہاں سے یہ جہاز
چلا ہے۔"

"جی نہیں... بس یہ مجھے مشکوک لگے تھے... جب چوری کی
واردات ہوئی... تب میرا شک پختہ ہو گیا۔"

"اور ظلم کیوں کیا تھا ان پر..."

وہ پھر خاموش ہو گیا۔

"آخر آپ اس سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے۔"

"اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے، اس لیے"
فاروق نے فوراً کہا۔

"یوسف خان آپ بتائیں... یہ آپ سے کوئی مطالبہ تو نہیں
کر رہے تھے۔"

"نہیں... اس پر مجھے حیرت تھی... بس یہ ظالم مجھے

مارتے اور پیٹتے تھے... میری چیخیں سن کر یہ خوش ہوتے تھے۔"

"مسٹر کپتان آپ کو وجہ بتانا ہو گی۔"

"میں نے اپنے ساتھیوں کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔"

"لیکن چیخوں کی آوازیں تو آپ تک آتی تھیں... آپ نے
پھر کیوں نہیں پوچھا... یہ کون چیخ رہا ہے۔"

وہ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا...

"آپ کتنے جھوٹ بولیں گے... سچ اگل دیں... اور ذرا
جلدی... ہمارے پاس وقت ذرا کم ہے... ادھر سے جہاز کی تلاش میں
نہ روانہ ہو جائیں۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تب پھر... کیا میں وجہ بتاؤں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر
کہا۔

"کیا مطلب... مارا پیٹا یہ کرتے تھے اور وجہ آپ بتائیں
گے۔" آفتاب بول اٹھا۔

"ہاں! بالکل... میں بتاؤں گا... وجہ صرف یہ ہے کہ یہ
مسلمان ہیں اور یہ جہاز یہودیوں کا ہے... یہودی مسلمانوں سے شدید
نفرت کرتے ہیں۔"

"اور آپ... کیا آپ نفرت نہیں کرتے۔"

"ہم بھی کرتے ہیں... لیکن بلاوجہ وہ ظلم نہیں ڈھاتے... ت

ناحق خون بہاتے ہیں، نہ کسی بے گناہ کو چور ثابت کر کے اس کا [illegible]
غصب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے [illegible]
انداز میں کہا۔

''آپ کا مطلب ہے... ہم نے زبردستی انہیں چور ثابت [illegible]
صرف اس وجہ سے کہ یہ مسلمان ہیں۔''

''ہاں! پورے جہاز پر یہی مسلمان ہیں... آپ میں اور [illegible]
مسلمان نظر نہیں آیا۔

کپتان ایک بار پھر لاجواب ہو گیا۔

''اب بھی سچ اگلتے ہیں یا میں ہی کچھ بتاؤں۔''

''آپ سچ بتائیں گے... بھلا کیا۔''

''مسٹر مارگن کے کمرے سے سامان خود آپ نے چوری [illegible]
تھا... یہ آپ کا منصوبہ تھا... اور آپ نے وہ سامان یوسف خان [illegible]
کمرے میں رکھ دیا... اس طرح آپ نے فوراً کہہ دیا کہ چور [illegible]
ہے ہیں... یہی ہوا ہے نا۔''

''نن نہیں...'' وہ چیخا۔

''آپ کے نن نہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے۔''

''یہ صرف آپ کا خیال ہے... آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔''

''ہم ثابت کریں گے ان شاء اللہ۔'' وہ مسکرائے۔

''تب پھر ثابت کریں۔''

''مسٹر! آپ آگے آ جائیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے اس
کے ساتھیوں میں سے ایک کو اشارہ کیا۔

''جی... میں... میں۔'' وہ ہکلایا۔

''ہاں! آپ۔''

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا... کپتان کے چہرے
[illegible] حیرت نظر آئی۔

''تو کپتان نے مسٹر مارگن کے کمرے میں چوری آپ کے
ذریعے کرائی تھی اور آپ کو ہدایت دی تھی کہ سامان یوسف خان کے
کمرے میں رکھ دیا جائے۔''

''نن نہیں... آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں... یہاں اور بھی
بہت سے لوگ ہیں۔''

''لیکن اس پوری کارروائی کے دوران... حیرت اور خوف
صرف آپ کے چہرے پر نظر آتا رہا ہے۔''

''یہ آپ کا خیال ہے۔''

''آپ ایک غلطی کر گئے مسٹر۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟''

وہ بری طرح اچھلا۔

☆...☆...☆

دوسری بات

چند لمحے تک وہاں موت کا سناٹا چھایا رہا... آخر اس

نے چلا کر کہا۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''کپتان نے آپ کو حکم دیا... مسٹر مارگن کے کمرے سے

چیزیں چرا کر یوسف خان کے کمرے میں چھپا دو... آپ نے ایسا ہی

چیزیں چرائیں... اور جب آپ یوسف خان کے کمرے میں

کے لیے گئے تو سب چیزیں وہاں نہیں رکھیں... ایک چیز اپنی جیب

بھی رکھ لی۔''

''کیا... کیا کہا۔'' وہ بری طرح اچھلا۔

''نن نہیں۔'' کپتان مارے حیرت کے بولا۔

''ہاں! جناب ایسی ہوا ہے۔''

''لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں... آپ تو جہاز پر تھے

نہیں۔''

''یہ میں اپنے مشاہدے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں... اس کا

دوران جہاں یہ صاحب خوف زدہ نظر آتے رہے... وہاں یہ بار

ہاتھ جیب میں لے جاتے رہے... گویا وہ چیز اس وقت بھی ان

جیب میں ہے... مسٹر مارگن آپ نے اپنی چیزوں کا جائزہ نہیں لیا

واپس ملنے والی چیزیں اور کمرے میں رہ جانے والی چیزوں کا

ب نہیں لگایا تھا۔''

''میں نے ایسا کیا ضرور تھا... اور میں نے کپتان صاحب

ہا بھی تھا کہ ہیرے کی ایک انگوٹھی غائب ہے... انہوں نے کہا تھا

چیک کروائیں گے... لیکن پھر انہوں نے چیک نہیں کروایا...

بار بار ان سے کہتا رہا... اور یہ ہر بار کہتے رہے کہ چیک کروائیں

''تب پھر وہ انگوٹھی ان صاحب کی جیب سے نکال لیں۔''

''کیا واقعی۔''

''تجربہ کر لیں... ویسے اس وقت ہم اردو میں بات کر رہے

تو کہتے... ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔'' فاروق نے شوخ آواز میں

پھر اس کی جیب کی تلاشی لی گئی... اس میں سے انگوٹھی مل

... کپتان کا رنگ سفید پڑ گیا...

''اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

اس نے کچھ نہ کہا۔

"اب یہ بے چارہ کیا کہے گا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"مسٹر کپتان... آپ کو اس دھوکا دہی کی کیا سزا دی

جائے... آپ خود اپنی سزا کا اعلان کریں۔"

"مجھے بنگال کی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔"

"یہ تو کوئی سزا نہ ہوئی... جب وہ سنیں گے، آپ نے یہ حرکت

کچھ ایک مسلمان کو ستانے کی غرض سے کیا تھا... تو بہت خوش ہوں گے

لہٰذا سزا ہم دیں گے، مسٹر کپتان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے اعلان کیا۔

"نن... نہیں... یہ ظلم ہے۔"

"اور جو آپ یوسف خان کے ساتھ کرتے رہے؟"

"میں نے انہیں جان سے تو نہیں مروایا تھا۔"

"آپ کا پروگرام یہی تھا۔" وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب..."

"بنگال کی بندرگاہ آنے سے پہلے آپ انہیں سمندر میں پھینک

دیتے... اور ان کا سامان خود ہڑپ کر لیتے۔"

"نن نہیں۔"

"یہ تو یونہی کرتا رہے گا... نہیں نہیں... اب اس کی نہیں

ہم کب تک سنیں گے... گرا دو اسے سمندر میں۔"

منور علی خان اور خان رحمان نے مل کر اسے اٹھایا اور

...سمندر کی طرف...

"ایسا نہ کرو... ایسا نہ کرو۔" وہ چیخا۔

"ایسا ہی ہوگا... ایسا ہی ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور پھر اسے پھینک دیا گیا... وہ چلاتا رہ گیا... اس کی آخری

چیخ لرزہ خیز تھی...

عملے کا رنگ سفید پڑ گیا۔

"یوسف خان... ظلم کرنے میں کون کون شامل ہے۔"

"یہ، یہ اور یہ۔" وہ اشارہ کرتے چلے گئے۔

"انہیں بھی اٹھا کر پھینک دو۔"

"نہیں نہیں۔" وہ چلائے۔

"لیکن ان کی ایک نہ سنی گئی... پھینک دیا گیا... اس کے بعد

جہاز کے مسافروں کی طرف متوجہ ہوئے:

"آپ لوگ اب کیا کہتے ہیں۔"

"نن نہیں۔" وہ چلائے۔

"بھئی صرف نن نہیں کہنے سے تو کام نہیں چلے گا۔" آفتاب

نے منہ بنایا۔

"تب پھر؟" وہ بولے۔

"تم لوگ اب کیا چاہتے ہو... یہ جہاز تو اب پاک لینڈ کا

رخ کرے گا۔"

"چپ پاک لینڈ... اور سمندر کے راستے... یہ سفر تو ایک
مہینے میں بھی ختم نہیں ہوگا۔" ایک نے کہا۔
"پھر اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔"
"آپ کیا چاہتے ہیں۔"
"ہم نے بڑی مشکل سے ان لوگوں سے نجات حاصل کی
ہے... لہٰذا اب ہم اپنے ملک ہی جائیں گے... ان لوگوں نے تو
اڑتے جہاز میں ہم سے اڑانے کی کوشش کی تھی، لیکن اللہ کو منظور
تھا... لہٰذا ہم بچ گئے... اب ان کے کچھ آدمی اور ایک عدد
ہمارے قبضے میں آیا ہے تو ہم کیوں چھوڑیں... اب ہم اپنی شرائط
اس کیس پر کام کریں گے۔"
"کیس... کیسا کیس۔"
"اس بات کا تعلق آپ لوگوں سے نہیں... یہ بات تو یونہی
منہ سے نکل گئی... یہ ہمارا اور بیگال کا معاملہ ہے۔"
"لیکن آپ ہم بے گناہوں کو کیوں پھانسنا چاہتے ہیں۔"
"اس لیے کہ بیگال کی حکومت نے ہمارے ان گنت بے
لوگوں کو قیدی بنا رکھا ہے... آپ کے بدلے میں ہم انہیں چھڑ
گے اور اپنی چند شرائط بھی منوائیں گے۔"
"ہم پھر کہیں گے کہ آپ ہمیں یہیں سے ہمارے ملک بھ
دیں اور آپ اپنے ملک کا رخ کر لیں۔"

"کس چیز میں... اس جہاز میں یا پانی میں تیر کر۔" انسپکٹر
جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔
وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:
"خان رحمان اور منور علی خان... جہاز کو اپنے ملک کی طرف
موڑ دو۔"
"تہلکہ مچ جائے گا جمشید... پورا اشارجہ اور پورا بیگال ہی
... دنیا کے تمام غیر مسلم ممالک حرکت میں آجائیں گے... وہ
ہماری حکومت پر دباؤ ڈالیں گے تو ان لوگوں کو رہا کر دیا جائے گا۔"
خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔
"اور ہم انہیں ان کے حوالے کریں گے... اپنے قیدی چھڑا
کر اور اپنی باتیں منوا کر... اس دوران یہ لوگ ہمارے مہمان ہوں
گے۔"
"نن نہیں۔"
"پھر وہی نن نہیں... اس نن نہیں سے نہ کبھی کام چلا ہے نہ
آج چلے گا۔"
اور پھر جہاز وہاں سے تیز رفتاری سے روانہ ہوا... تیسرے
دن اس سمندر میں کئی جہازوں اور لانچوں نے گھیر لیا اور مائیک پر کہا
گیا:
"اس جہاز کا رخ بیگال کی طرف کر دیا جائے... ورنہ ہم

جہاز اڑا دیں گے۔''

''اس سے اچھی بات نہیں ہوگی۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے
ہنس کر کہا۔

''کیا مطلب۔'' چونک کر کہا گیا۔

''آپ اپنی بات کا مطلب خود نہیں سمجھے... حیرت ہے۔''

''آپ خود وضاحت کریں۔''

''آپ جہاز کو اڑانا چاہتے ہیں... اڑا دیں۔''

''کیا آپ کو معلوم نہیں... جہاز کے ساتھ ساتھ آپ خود بھی
مریں گے۔''

''ہمیں ایک دوسری بات معلوم ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''اللہ ہی زندہ کرتا ہے... اللہ ہی مارتا ہے... جب تک
ہماری موت نہیں آجاتی، کوئی ہمیں نہیں مار سکتا... اور اگر موت آ چکی
ہے تو کوئی ہمیں بچا نہیں سکتا... کیا سمجھے۔''

''سمجھ گئے... آپ کیا چاہتے ہیں۔'' جھلا کر کہا گیا۔

''آپ ہماری بات چھوڑیں... اپنی کہیں۔''

''ہم تو یہی چاہتے ہیں... اس جہاز سمیت آپ ہماری ملکی
بندرگاہ تک چلیں... خود کو ہمارے حوالے کر دیں... آپ نے ہمارے
جہاز کے عملے کو ہلاک کیا ہے... ہم اپنے ملک میں آپ پر مقدمہ

ئیں گے۔''

''اور عملہ ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اس سے پہلے آپ کی
حکومت نے اس ہوائی جہاز کو اڑانے کی کوشش کی تھی... یہ دو مقدمات
ہماری عدالت میں چلیں گے... ذرا اس کی بھی وضاحت کر دیں۔''

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی... پھر کہا گیا:

''آپ کیا چاہتے ہیں... یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا۔''

''یہ جہاز ہمارے ملک جائے گا... ان مسافروں کو ہم بطور
مہمان اپنے پاس رکھیں گے...... دونوں ملکوں سے معاملہ ہوگا، آپ
ہمارے قیدی چھوڑیں گے... ہم آپ کے... اور ہم اپنی ایک دو
شرائط آپ سے منوائیں گے۔''

''ہم آپ کے قیدی چھوڑ رہے ہیں... آپ ان کو چھوڑ
کر اپنی شرائط بتائیں۔''

''کیسٹس کے چور کا ہم سراغ لگائیں گے... چور کو پکڑیں
گے کیسٹس اس سے برآمد کریں گے... لیکن آپ کے حوالے اس
وقت کریں گے... جب ہم چند کیسٹس کو دیکھ لیں گے... ضرورت ہوئی
تو ہم ان کیسٹس کو اپنے ملک میں لے جا کر اپنے لوگوں کو دکھائیں
گے۔''

''نن نہیں... نہیں... اس معاملے کا تعلق براہ راست ہماری
حکومت سے نہیں ہے... یہ مسٹر روڈی کا معاملہ ہے۔''

"جس کا بھی ہے... آپ خود ان سے بات کریں۔"

"اچھا آپ جہاز کو یہیں لنگر انداز کر لیں... ہم مشورہ کر لیتے ہیں۔"

"جہاز کا سفر جاری رہے گا... آپ مشورہ کرتے رہیں... جب آپ مشورہ کر لیں تو ہمیں اپنا فیصلہ سنا دیجیے گا... اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"آپ بہت ضدی ہیں۔"

"آپ لوگوں سے بہت کم... آپ کو معلوم نہیں... ہم لوگوں کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے گئے ہیں... اب آپ لوگ قابو میں آئے ہیں تو ہم ضدی... واہ... کیا خوب۔"

اور پھر وہاں خاموشی چھا گئی... ہوائی جہاز لوٹ گئے... لانچیں ان کے آس پاس سمندر میں سفر کرتی رہیں... آخر دوسرے دن پھر آواز سنائی دی:

"ہمیں آپ کی تمام شرائط منظور ہیں... ہم آپ کے ملک کے قیدی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں... اور مسٹر روڈی سے بھی بات ہو گئی ہے... وہ کیمسٹس والے کیس پر آپ سے کام کروانے کے لیے تیار ہیں۔"

"حیرت ہے... انہوں نے یہ بات اس قدر آسانی سے کس طرح مان لی۔"

"جہاز پر مسٹر روڈی کا ماموں بھی سوار ہے۔"

"اوہ اوہ..." ان کے منہ سے نکلا۔

"پھر اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"پہلے آپ ہمارے قیدی ہمارے ملک بھجوائیں... پھر ہم آپ کے قیدیوں کو چھوڑیں گے۔"

"آپ لوگ بہت ضدی ہیں۔" کہا گیا۔

"بہت بہت شکریہ اس تعریف کا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ اپنے قیدی واپس پہنچ جانے کی خبر سن لینے کے بعد ہمارے ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے۔"

"ہم مسلمان ہیں مسٹر... مسلمان معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔"

"ایسی بات سننے میں تو نہیں آتی۔"

"اب سن لینا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے... ہم آپ کے ملک کے لوگ ادھر بھجوا رہے ہیں... اس کام میں چوبیس گھنٹے لگ جائیں گے... آپ جہاز کا رخ موڑ دیں اور بنگال کی طرف کر لیں۔"

"نہیں... جب تک ملک کا صدر مجھ سے خود فون پر یہ نہ کہہ دے... اس وقت تک ہم جہاز کا رخ نہیں بدلیں گے۔"

"آپ بہت ضدی ہیں۔"

"اس میں شک نہیں۔" وہ مسکرا کر بولے۔
باقی لوگ بھی مسکرا دیے... اور پھر دوسرے دن ان کی صدر سے بات کرائی گئی...

"جمشید! یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو..."

"آپ کو اب تک معلوم تو ہو چکا ہے سر۔"

"لیکن یہ درست طریقہ نہیں ہے۔"

"کیا ان لوگوں نے درست طریقہ اختیار کیا ہے سر۔"

"نہیں... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بھی غلط طریقے اختیار کریں۔"

"جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے سر تو ٹیڑھی انگلیوں سے نکالنا پڑتا ہے۔"

"گھی... کون سے گھی کی بات کر رہے ہو۔"

"جی دیسی گھی... بناسپتی گھی تو مشینوں سے نکالنا پڑتا ہے...
اس کا انگلیوں سے کیا تعلق۔" وہ بولے۔

"حد ہو گئی... چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں، بڑے میاں سبحان اللہ۔"

"جی... جی نہیں تو..."

"اچھا چھوڑو... ہمارے قیدی ادھر پہنچ گئے ہیں... اب تم ان کے قیدی چھوڑ دو۔"

"جی ضرور... ان قیدیوں میں ایک قیدی عبدالباری ہے... اس کا نمبر 404 ہے... آپ ذرا اس سے میری بات کرائیں۔"

"کیا مطلب... کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں..." صدر صاحب چلائے۔

"یہ بات نہیں سر... میں اس سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن جمشید... اس طرح تو دیر لگ جائے گی۔"

"پروا نہیں۔"

"تم بہت ضدی ہو جمشید۔"

"شکریہ سر... یہ بات تو یہ لوگ کئی بار کہہ چکے ہیں۔"

"اچھا خیر... بات کراتے ہیں... انتظار کرو۔"

تین گھنٹے بعد ان کے صدر کی آواز سنائی دی...

"وہ بیمار ہے جمشید... بات نہیں ہو سکتی۔"

"سوری سر... جب وہ صحت مند ہو جائے گا... تب ہم اس سے بات کر لیں گے... اور ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے... ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"اوہو... جمشید... آخر اس کی کیا ضرورت ہے... میں نے تم سے کہہ دیا کہ قیدی واپس مل گئے ہیں۔"

"نہیں سر... میں پہلے ان سے بات کروں گا... پھر آگے

والا پروگرام شروع ہوگا۔"

"اچھی بات ہے۔" صدر صاحب نے چیخ کر کہا۔

پھر دوسرے دن اس قیدی کی آواز انہوں نے سنی:

"یہ میں ہوں سر... آپ حیرت انگیز ہیں۔"

"شکریہ عبدالباری... کیا بات ہے۔"

"مجھے ابھی ابھی رہا کیا گیا..."

"کیا!!!" وہ چیخ پڑے۔

"جمشید! میرے بارے میں کوئی غلط بات نہ سوچنا... مجھے اس حد تک مجبور کر دیا گیا تھا کہ میں وہی کہنے پر مجبور تھا جو انہوں نے لکھوایا۔" صدر صاحب بولے۔

"میں اس وقت یہ بات بخوبی سمجھ رہا تھا سر۔" انسپکٹر جمشید نے۔

"تم واقعی حیرت انگیز ہو۔"

"پتا نہیں سر... آج یہ جملہ کتنی بار سننا پڑا... کیا باقی سب لوگ اپنے ملک پہنچ چکے ہیں۔"

"اوہ ہاں! بالکل پہنچ گئے ہیں... تم جس جس سے کہو... بات کرا دوں۔"

"ضرور سر... صرف ایک اور سے بات کرا دیں... اس کا نام بابر ہے۔"

انہوں نے فوراً بابر سے بات کرا دی۔

"کیا سب لوگ ادھر آ چکے ہیں۔"

"ابھی پہنچے ہیں سر... کل نہیں پہنچے تھے۔"

"خوب، خوب... میں ان کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

"انسپکٹر جمشید اب آپ ہم سے بات کریں۔" بامان کی رائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جی ضرور... ہم جہاز کا رخ بیگال کی طرف کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور پھر چھ دن بعد جہاز بیگال کی بندرگاہ پر جا لگا... سب خوشی سے پاگل ہوئے گھروں سے بھاگتے ہوئے نظر آئے...

انہیں مہمانوں کے انداز میں ایک ہال میں لایا گیا... پھر ان انہوں نے بامان کو آتے دیکھا۔

"آپ نے جو کچھ کرنا تھا... کر لیا... اب آپ بتائیں... ا کریں۔"

"ہم اپنا کام وہیں سے شروع کرنا چاہتے ہیں... جہاں لمیں تیار کی جاتی ہیں... یعنی سٹوڈیو سے۔"

"اور اگر ہم آپ کو اس جگہ مروا دیں تو... آپ کیا کریں گے۔"

"خوب! اگر آپ یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو کر گزریں، ہمیں

کوئی پروا نہیں... ہماری زندگیوں میں ایسے لمحات کوئی نئی بات نہیں۔"
"انسپکٹر جمشید آپ ایک بات بھول گئے۔" بامان کے لہجے
میں گہرا طنز تھا۔
"اور وہ کیا جناب؟" انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔
"اگر ہم آپ کے ملک کے صدر کو اس حد تک مجبور کر سکتے ہیں
کہ قیدیوں کو بھیجے بغیر ان کے منہ سے آپ کو یہ الفاظ سنوا دیں... قیدی
پہنچ گئے ہیں تو کیا ان سے اپنے قیدی واپس نہیں لے سکتے۔"
ایک لمحے کے لیے انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا... باقی
لوگوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، آخر وہ بولے:
"شاید آپ ایسا کر سکتے ہیں لیکن آپ ایسا کریں گے نہیں...
"اور بھلا ہم ایسا کیوں نہیں کریں گے۔"
"اس وقت آپ کا سب سے بڑا مسئلہ کیمسٹس ہیں... جب
تک وہ آپ کو نہیں مل جاتیں، آپ کچھ نہیں کریں گے۔"
"آپ کا اندازہ درست ہے انسپکٹر جمشید... آپ واقعی
حیرت انگیز ہیں۔"
"میں حیرت انگیز وگیز کچھ نہیں ہوں... نہ ضدی ہوں...
کچھ ہوں... اپنے مالک کی مہربانی سے ہوں... وہ جو کام ہم سے
چاہتا ہے، لے لیتا ہے۔"
"لیکن اس وقت جو کام ہم چاہ رہے ہیں، آپ لوگوں سے

ہوتے ہیں۔" بامان ہنسا۔
"یہ آپ کا خیال ہے... ہمارا نہیں... ہمارا خیال یہی
ہے... بلکہ یقین ہے کہ یہ سب کام بھی وہی ہم سے لے رہا ہے۔"
"خیر خیر... ہمیں اس سے کیا... ہم آپ لوگوں کو شوڈیو
رہے ہیں... اب آپ کو کھلی چھٹی ہے... جو آپ چاہیں...
قیدیاں... صرف یہ بتا دیں... کیمسٹس کب تک تلاش کر لیں گے۔"
"اس بارے میں کچھ کہنا ہمارے لیے ممکن نہیں... کیونکہ
ہمیں غیب کا علم نہیں... ہاں یہ کہہ سکتے ہیں... کیمسٹس تلاش کر لیں
گے ان شاء اللہ... ہو سکتا ہے... اس کام میں ایک دن لگ جائے... یا
ایک سال لگ جائے... ویسے آپ ہمیں سب سے پہلے وہ خط دکھا
دیں... جس میں ہمارے مجرم نے پیش کش لکھی ہے۔"
"اس نے صرف فون پر بات کی ہے۔" بامان نے کہا۔
"اوکے... اس کی آواز سنوا دیں... آپ لوگوں نے ریکارڈ
تو کی ہوگی۔"
"ظاہر ہے... وہ تو خود بخود ریکارڈ ہوتی رہتی ہے ہر چیز۔"
"بس تو پھر سنوا دیں۔"
اس نے فون پر ہدایات دیں... جلد ہی آواز سنائی دینے لگی...
وہ اس آواز کو غور سے سنتے رہے... انہوں نے یہ گفتگو کئی بار سنی، آخر
بات کرنے والے کی آواز ان کے دماغوں میں پوری طرح بیٹھ گئی...

اب اگر کسی جگہ آواز بدل کر بولتا... تب بھی وہ اس کو پہچان لیتے
تھے...

پھر انہیں ایک بند گاڑی میں وہاں سے سٹوڈیو روانہ کر دیا گیا۔
سٹوڈیو کے دروازے پر انہیں ہڑبنگ اپنے ماتحتوں کے ساتھ کھڑا نظر
آیا:

"آپ کا یہاں کیا کام۔" ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
"میں نگرانی کے طور پر آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔" اس
نے کہا۔

اس لئے انہوں نے شدید الجھن محسوس کی... آخر شوکی نے
کہا:

"کیا کہا آپ نے... ذرا پھر سے کہیے۔"
"میں ہر لمحے آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا... اس لیے
آپ کی کوشش یہ ہوگی، جونہی گیسنس ملیں، آپ انہیں لے کر اپنے ملک
سدھار جائیں... اور ہم چاہتے ہیں... آپ نہ لے جا سکیں۔"
"لیکن مسٹر بامان نے ابھی ہم سے کہا ہے... اب ہم پوری
طرح آزاد ہیں۔"
"اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں... جو
چاہیں اٹھا سکتے ہیں... یہ نہیں کہ آپ کو چیک کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"
"ہم اس سلسلے میں پہلے مسٹر بامان سے بات کریں گے۔"

"کوئی اعتراض نہیں۔" ہڑبنگ مسکرایا... اس کی مسکراہٹ
میں کیا تھا... انہوں نے اور الجھن محسوس کی... آخر مسٹر بامان کو آواز دی
گئی۔

"ہاں جناب! اب کیا بات ہے۔"
"یہاں تو ہمارے سروں پر مسٹر ہڑبنگ موجود ہیں۔"
"یہ تو ہوں گے۔"
"اس طرح ہم آزاد رہ کر کس طرح کام کر سکیں گے...
دوسری بات! ہم نے یہ معاہدہ کیا ہے... مجرم کوئی بھی ہو... ہم اسے
گرفتار کر کے رہیں گے... آپ اعتراض نہیں کر سکیں گے۔"
"بالکل نہیں کریں گے... مسٹر ہڑبنگ آپ لوگوں کے
ساتھ گیسنس کے سلسلے میں ہیں، نہ مجرم کے سلسلے میں۔"
"فرض کیا... مسٹر ہڑبنگ مجرم ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا
کر کہا۔

"کیا!!!" مسٹر ہڑبنگ چلا اٹھا۔
"اوہو! مسٹر ہڑبنگ... ہم فرض کر رہے ہیں... جیسے الجبرے
کے سوالات میں فرض کرتے ہیں۔" فرزانہ نے ہنس کر کہا۔
"میں ایسی بات فرض کرنے کی حد تک بھی پسند نہیں کرتا۔"
اس نے منہ بنایا۔
"خیر... ہم آئندہ خیال رکھیں گے... ہاں مسٹر بامان...

بتایئے... اس صورت میں ہم بھلا کیا کر سکیں گے، کیا یہ ہماری دال گلنے
دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اوہو! بھائی جمشید... یہ تم گفتگو میں کھانے پینے کی چیزوں
کے نام کیوں لے آتے ہو... اب چمک اٹھی نا میری بھوک... یہاں
دال کہاں ملے گی بھلا۔"

"آپ فکر نہ کریں پروفیسر صاحب... یہاں آپ کی پسند
کے کھانے ملیں گے... آپ کے ملک کے باورچیوں کی خدمات بھی ہم
نے حاصل کر رکھی ہیں۔" ہامان کی ہنسی سنائی دی۔

"اوہ... کیا واقعی... تب تو آپ بہت شریف آدمی ہیں...
ہم تو بلا وجہ بدگمان ہو رہے تھے۔" پروفیسر خوش ہو گئے۔

وہ مسکرا کر رہ گئے۔

"سنیے صاحبان... مسٹر ہز بنگ صرف اس لیے آپ کے
ساتھ ہیں کہ کہیں آپ گیسٹس لے کر چلتے نہ بنیں... اور بس... ورنہ
آپ ہر طرح آزاد ہیں... یہ رکاوٹ نہیں بنیں گے... یہ صرف اس
وقت رکاوٹ بنیں گے، جب آپ گیسٹس لے جانے کی کوشش کریں
گے۔"

"خوب! آپ کی یہ بات پسند آئی... اس صورت میں مسٹر
ہز بنگ کی موجودگی پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ جناب بہت بہت۔"

"اب میں درمیان سے ہٹ جاتا ہوں، آپ اپنا کام کریں،
...ریاں رکھیں... پہلے ہی بہت زیادہ وقت ضائع ہو چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے... صرف اتنا اور بتا دیں... کیا اس بلیک میلر
...ے رابطہ کیا۔" شوکی بول اٹھا۔

"کون سے بلیک میلر کی بات کر رہے ہیں آپ۔"

"گیسٹس کے چور کی... جس نے تین کھرب ڈالر کا مطالبہ کیا
...ے۔"

"اس سے بات کئی بار ہو چکی ہے... وہ تین کھرب سے کم
...ں بات کرنے پر قطعاً تیار نہیں۔"

"بہت خوب... وہ جب بھی کوئی بات کرے... آپ ہمیں
...تاتے رہیے گا... اس طرح ہمیں اس تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔"

"تب میں ضرور بتاتا رہوں گا۔"

"آپ سے ایک سوال... یہ گیسٹس جو اس قدر خفیہ طور پر تیار
...رائی جاتی ہیں... اور کئی سو سال سے یہ سلسلہ جاری ہے... تو آخر
...پ ان کا کرتے کیا ہیں۔"

"ہر ماہ پوری قوم کو یہ دکھاتے ہیں... لیکن یہ پروگرام کوئی
باہر کا نہیں دیکھ سکتا... یہاں تک کہ انشارجہ کا کوئی فرد بھی نہیں دیکھ
سکتا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے... آخر آپ اپنی قوم کو یہ کس طرح

دکھاتے ہیں۔"

"اس کے لیے ہم نے ایک الگ نظام رائج کیا ہے... اس

روز ہر گھر یہ پروگرام دیکھتا ہے، کسی گھر میں کوئی غیر ملکی نہیں ہو سکتا... اگر
کسی کے ہاں کوئی غیر ملکی مہمان ہے... تو ان لمحات میں وہ اس مہمان
سے صاف طور پر کہہ دیتا ہے..." یہاں تک کہہ کر بامان رک گیا۔

"کیا کہہ دیتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اس لمحے بہت بے چینی
محسوس کی۔

"یہ کہ یہ وقت ہماری عبادت کا ہے... لہٰذا آپ اس وقت گھر
باہر جا کر کہیں گھوم پھر آئیں... تین گھنٹے بعد آ جائیے گا... آپ کو گھر کا
دروازہ کھلا ملے گا۔"

"گویا یہ پروگرام تین گھنٹے جاری رہتا ہے۔"

"ہر پروگرام تین گھنٹے کا تیار کیا جاتا ہے... نہ کم نہ زیادہ۔"

"اوہ اچھا... اب ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں اور امید کی
جا سکتی ہے کہ بہت جلد آپ کے چور کو آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

"بہت خوب! مزہ آ جائے گا پھر تو۔"

"مسٹر بامان.... اگر چور قابو میں آ گیا.... تو آپ اس کے
ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"اس کا فیصلہ مسٹر روڈی کریں گے... میں نہیں... تاہم
ظاہر ہے... موت کے سوا اسے کیا سزا دی جا سکتی ہے۔"

"ہوں! خیر... یہ ہمارا مسئلہ نہیں... آپ جانیں... آپ کا
پروگرام جانے۔"

پھر وہ سٹوڈیو کی طرف متوجہ ہوئے...

"مسٹر جیکل کی موت کے بعد اب اس سٹوڈیو کے انچارج
مسٹر جوڈی ہیں... یہی بات ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" جوڈی مسکرایا۔

"آپ ہمیں سٹوڈیو کے سب سے بڑے حصے میں لے
چلیں۔"

"انسپکٹر جمشید! آپ اپنا وقت ضائع کریں گے... آخر آپ
سٹوڈیو کو دیکھ کر کیا کریں گے..... آپ کو تو کیسٹس کے چور کو تلاش کرنا
ہے۔" مسٹر ہڑبنگ نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ معاہدے کی پہلی خلاف ورزی ہے... آپ ہمارے کام
میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔"

"اوہ... معافی چاہتا ہوں۔" اس نے فوراً کہا۔

"مسٹر جوڈی... لے چلیں ہمیں۔"

"آئیے..." اس نے بھی برا سا منہ بنایا۔

"سب سے پہلی فلم کن چیزوں سے بنائی گئی... آپ ہمیں
ان چیزوں کے پاس لے چلیں۔"

"ہر دس سال بعد پرانا ریکارڈ ختم کر دیا جاتا ہے... صرف

کیسٹس باقی ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ... اوہ... لیکن اب کیسٹس بھی کہاں باقی ہیں۔"

جمشید نے سرد آہ بھری۔

"کیا آپ ان کو تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

"تلاش تو خیر ہم کریں گے۔"

"تب وہ باقی ہیں۔" جوڈی مسکرایا۔

"اوہ ہاں! یہ تو خیر ہے۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اس طرح تو ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوگا... ہم تو وہ سامان دیکھنا
چاہتے تھے جس سے سب سے پہلی فلم بنائی گئی تھی۔"

"سب سے پہلی فلم صرف تصاویر کی حد تک بنائی گئی تھی...
اس وقت تو فلم بنتی ہی نہیں تھی... لہٰذا باقی ہاتھ سے تصویر بنائی گئیں...
اور ان کا ریکارڈ تیار کیا گیا۔"

"چلیں وہ ریکارڈ دکھا دیں۔"

"افسوس... کیسٹس کے ساتھ وہ ریکارڈ بھی غائب ہے۔"

"حد ہوگئی... گویا آپ کے پاس ہمیں دکھانے کے لیے کچھ
نہیں ہے۔"

"نہیں... بالکل نہیں..."

"چلیے پھر دس سال پرانا سامان دکھا دیں۔"

"ہاں ضرور... کیوں نہیں۔"

قریباً پانچ کلومیٹر میں پھیلی ان عمارات میں سے آخر وہ انہیں
ایک عمارت میں لے آیا... یہاں کا ماحول بالکل فلمی سٹوڈیو جیسا تھا...
ہر قسم کا سامان وہاں انہیں نظر آیا... دس سال پرانے لباس... دس سال
پرانی چیزیں... میز، کرسیاں... غرض ہر چیز دس سال پرانی تھی... وہ
ایک ایک چیز کو غور سے دیکھتے رہے... ایسے میں آصف نے کہا:

"میرا خیال ہے انکل... چور کا سراغ ہم یہاں سے نہیں...
کیسٹس والے حصے سے لگا سکیں گے۔"

انہوں نے چونک کر آصف کی طرف دیکھا... نہ جانے ان
کی آنکھوں میں کیا تھا... آصف کانپ کر رہ گیا...

"بس سوری انکل۔" وہ کانپ گیا۔

انسپکٹر جمشید ہنس پڑے... پھر بولے:

"چلیے مسٹر ہڑبنگ کیسٹس والے حصے کی طرف چلتے ہیں...
ضرورت پڑی تو ہم پھر ادھر آئیں گے۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

ہڑبنگ نے کہا... اور وہ کیسٹس کے لیے بنائے گئے ہال کی
طرف چل پڑے... پھر جونہی وہ پہلے ہال میں داخل ہوئے... وہ بہت
زور سے اچھلے...

☆...☆...☆

چودہ کمرے

ہال میں سب انسپکٹر اکرام موجود تھا...

"اکرام تم۔" وہ بلند آواز میں چلا اٹھے۔

"جی ہاں! یہ میں ہوں۔" اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"ہم سمجھے نہیں... آخر تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔"

"ان لوگوں کا خیال ہے... اگرچہ بالکل غلط خیال ہے... کہ جب تک میں آپ کے ساتھ نہ ہوں... آپ کوئی کیس حل نہیں کر سکتے... گویا اصل کام میں کرتا ہوں۔" اس نے اداس انداز میں مسکرا کر کہا۔

"تب تو ان کا خیال کچھ غلط نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر، میں نے ان کا خیال آپ کو بتایا ہے، اپنا نہیں۔"

"ہم نے تمہاری بات کو خوب اچھی طرح سنا اور سمجھا ہے... ہم جانتے ہیں... تمہارا ایسا ہرگز خیال نہیں..." انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی ہے... وہ زیادہ خوفناک ہے۔" اکرام نے خوف کے عالم میں کہا۔

"ہمیں پہلی بات ہرگز خطرناک محسوس نہیں ہوئی اکرام۔"

"خیر آپ سن لیں... اس وقت یہ لوگ مجھے سیدھے ہمارے ...ے یہاں نہیں لائے ہیں۔" اس کی آواز بہت کمزور تھی۔

"تب پھر کہاں سے لائے ہیں اور یہ تمہیں ہو کیا رہا ہے..."

"انہوں نے آج سے قریباً پندرہ دن پہلے مجھے اغوا کر لیا تھا... ایک نامعلوم جگہ قید رکھا... وہاں آپ سب کے گھر کے افراد بھی قید ..."

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"یہی بات ہے سر۔" اس نے مشکل سے کہا۔

"اوہ... اوہ... مسٹر بامان! یہ کیا!!!"

"یہ اس لیے انسپکٹر جمشید کہ... تم لوگوں کا کوئی پتا نہیں... ...ت کیا کر گزرو... ان کیپسٹن کو اگر تم اڑا لے جاؤ... تو ہم کیا ...یں گے... لیکن... اب تم ایسا نہیں کر سکو گے... ادھر تم کیپسٹن ...ا گے... ادھر ہم تم لوگوں کے بیوی بچے تمہارے حوالے کر دیں"

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا مسٹر بامان۔"

"پہلی بات! یہ میں نے نہیں کیا... مسٹر روڈی کے حکم

ایسا ہوا ہے... مسٹر روڈی جو چاہتے ہیں، کرتے ہیں، کوئی ان
روکنے والا نہیں، ٹوکنے والا نہیں... وہ جو حکم دے دیں... پورا بیگال
پورا انشارجہ اس پر عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے... جو ان کا حکم ماننے سے
انکار کرے... وہ نہ بیگال میں رہ سکتا ہے... نہ انشارجہ میں...
سمجھے۔"

"ہمارا خیال اس کے برعکس ہے... اور وہ یہ ہے کہ اللہ
چاہتا ہے، کرتا ہے... اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا... یہاں تک کہ
ایک پتا تک نہیں ہلتا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"آپ اپنا خیال اپنے پاس رکھیں... اس سے دل بہلائیں
اور ہمارے کام پر جٹ جائیں... اب آپ جس قدر جلد کیسٹس تیار
کر دیں گے... آپ کے گھر کے افراد اسی قدر جلد اپنے گھر واپس
پہنچ جائیں گے۔" ہامان نے ہنس کر کہا۔

"ہماری ان سے بات کرائی جائے... دکھایا جائے۔"

"اسی لیے تو اکرام یہاں موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"نہ ملاقات کرائی جائے گی... نہ دکھایا جائے گا... آپ
لوگوں کو اکرام کی بات پر یقین کرنا ہوگا۔"

"اوہ... لیکن ٹی وی سکرین کے ذریعے ملاقات کرانے
میں کیا حرج ہے۔"

"مسٹر روڈی کا حکم۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ کو جو کرنا ہے... کر لیں... جب
ہماری باری آئے گی تو ہم بھی وہی کریں گے، جو ہمارے حق میں آئے
گا۔"

"یہ بعد کی بات ہے... آپ کیس پر کام کریں، پہلے ہی آپ
لوگوں نے ہمارا بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔"

"آؤ اکرام چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے اپنے خاص انداز میں
کہا۔

وہ مسکرا دیے۔

"لیکن چلیں کہاں سر... یہاں جانے کی کون سی جگہ ہے۔"

"ہم ان کے سٹوڈیو کا معائنہ کر رہے تھے... چیزوں کا جائزہ
لے رہے تھے... جن سے پرانے زمانے کے واقعات فلماتے رہے
ہیں۔"

"انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ وہ کیسٹس اپنی قوم کو دکھاتے ہیں... ان کے لیے ہر تین
ماہ یا چھ ماہ بعد ایک تقریب ہوتی ہے، اسی روز پورا ملک چھٹی مناتا
ہے... اور وہ فلم ٹی وی پر دیکھتا ہے... لیکن انشارجہ اور بیگال سے باہر
کسی اور ملک کو نہیں دکھائی جاتی... اس طرح یہ لوگ آج تک نہ
جانے کتنی فلمیں دیکھ چکے ہیں۔"

"ان لفظوں میں کیا ہوتا ہے سر۔" اکرام نے مارے حیرت کے کہا۔

"اگر ان لوگوں کو یہ بتانا ہوتا تو پھر انہیں چھپا کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی... پھر تو یہ پوری دنیا کو یہ کیسٹس دکھایا کرتے... لیکن ان لوگوں نے ان کیسٹس کو مکمل راز کی طرح رکھا ہے... وہ تو ایک چور ان کو اڑا کر لے گیا۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! اچھی بات ہے... لیکن ہم بھی اس چور سے ٹکر لیں گے اور ایسی ٹکر لیں گے کہ وہ یاد کرے گا۔"

"وہ چور ان سے کیا چاہتا ہے۔"

"تین کھرب ڈالر۔"

"ارے باپ رے۔" اکرام نے مارے خوف کے کہا۔

"ہاں اکرام... وہ ان کیسٹس کے بدلے ان سے تین کھرب ڈالر مانگتا ہے۔"

"کیا وہ ان سے تین کھرب ڈالر لے لینے کے بعد اس دنیا میں زندہ رہ سکے گا... کیا ان کے جاسوس اسے مروا نہیں دیں گے۔"

"یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتا ہے... لیکن کوئی بات اس کے ذہن میں بھی ہوگی..."

"میرا خیال ہے... آپ لوگ بس وقت ہی ضائع کرتے رہیں گے..." بزرگ کی آواز گونج اٹھی۔

"یہ... یہ کون صاحب ہیں۔" اکرام نے چونک کر کہا۔

انہوں نے ان کا تعارف کرا دیا اور پھر سٹوڈیو کے ایک ہال کی طرف بڑھ گئے... وہاں پرانے زمانے کی تلواریں، بھالے، نیزے، تیر کمان، خود، ڈھالیں... موجود تھے... اور کھانے پینے کا سامان بھی اس زمانے کا تھا... وہ حیرت زدہ انداز میں ان چیزوں کو دیکھنے لگے۔

"کیا یہ واقعی چودہ سو سال پرانے ہیں یا پھر مصنوعی طور تیار کرائے گئے ہیں۔" منور علی خان نے مارے حیرت کے پوچھا۔

"یہ اسی زمانے کے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا... نہیں۔" وہ چلا اٹھے۔

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ سو فیصد اصلی ہیں۔"

"حیرت ہے... کمال ہے۔"

"اس سٹوڈیو میں جو چیزیں بھی نظر آئیں گی، بالکل اصلی ملیں گی، ان لوگوں نے اس سلسلے میں شاید کسی نقلی چیز سے کام نہیں لیا۔"

"آخر یہ کیسے ممکن ہے... یہ لوگ یہ چیزیں کہاں سے لائے۔" [illegible] چلا اٹھا۔

"اچھا سوال ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس میں شک نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"جی، کس میں شک نہیں... یہ آپ معموں میں باتیں کیوں

کر رہے ہیں۔'' آصف نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم معموں میں نہیں... معمے ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔''

انسپکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

''لیجیے! اب معمے بھی باتیں کرنے لگے۔''

''آگے آگے دیکھیے... ہوتا ہے کیا۔''

''آگے آگے نہیں... اس کیس میں تو ہمیں پیچھے پیچھے دیکھ

پڑ رہا ہے۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''گویا جملہ یوں کہا جائے گا، پیچھے پیچھے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔''

فاروق مسکرایا۔

''بالکل ٹھیک کہا آفتاب۔'' انسپکٹر جمشید نے تعریف کی۔

''جی! میں نے کیا کہہ دیا جو آپ کو بالکل تکلیف مح

ہو گی۔'' آفتاب گھبرا گیا۔

''حد ہو گئی... یہ بھی کوئی گھبرانے کی بات ہے۔'' فرزانہ

اسے گھورا۔

''تب... تب پھر یہ کس کی بات ہے۔''

''تو یہ ہے... اصل بات ان کی باتوں میں چھپ کر رہ

ہے۔'' فرحت نے جل کر کہا۔

''اور خود تمہاری اپنی باتوں کے بارے میں کیا خیال ہے

آفتاب نے جل کر کہا۔

''ان سے اصل بات نکل کر سامنے آ جاتی ہے۔''

''سوچنے کی بات یہ ہے..... اس سٹوڈیو میں اگر ہر چیز اصلی

...اور یہ بھی چودہ سو سال سے لے کر آج تک کی... تو ان

نے یہ کس طرح جمع کر لی ہوں گی بھلا۔'' خان رحمان نے الجھن

عالم میں کہا۔

''اچھا سوال ہے... اس کا جواب بھی اچھا ہونا چاہیے...

تو تم بتاؤ۔''

''ج... جی... بہتر... سیدھا سادا جواب ہے ان کا یہ پروگرام

وقت سے جاری ہے۔''

''بہت خوب! شاندار۔'' انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

''اور یہ اس کیس کی اہم ترین کڑی ہے... اس وقت تو فلمیں

کی تھیں... نہ انہیں معلوم تھا کہ ایک وقت آئے گا... کہ فلمیں

ں گی، تب پھر یہ چکر اس وقت کیسے شروع ہو گیا۔'' انسپکٹر جمشید

کہا۔

''اس وقت یہ فلموں کی حد تک نہیں تھا... غالباً ریکارڈ کی حد

تھا اس وقت یہ اپنی قوم کو یہ ریکارڈ دکھاتے ہوں گے...... خود

تے ہوں گے کہ یہ فلاں چیز ہے... یہ فلاں چیز ہے... وغیرہ....''

''لیکن کیوں... انہوں نے یہ کام کرنا کیوں شروع کیا۔''

ت نے تیز آواز میں کہا۔

"اس پر ہم کام کریں گے۔"

"جی نہیں... آپ کو یہاں صرف وہ کیپسٹس تلاش کرنے کے لیے بلوایا گیا ہے۔" ہز بنگ نے منہ بنایا۔

وہ چونک اٹھے... وہ تو ہز بنگ کی موجودگی بھلا ہی بیٹھے تھے۔

"اوہو... آپ یہیں موجود ہیں۔"

"ہاں! یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"اچھا تو پھر سنیں، کیپسٹس تلاش کرنا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں... اور چور کو پکڑنا بھی آسان کام ہے..."

"تب پھر دیر کا ہے کی۔" ہز بنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ یہ کام کیوں کرتے ہیں، کیوں کر رہے ہیں..."

"یہ بعد میں سوچتے رہیے گا... پہلے اصل کام کر لیں۔"

"چلیے پھر... ذرا اس کے پچاس ساٹھ سال بعد کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔"

"یہاں چودہ کمرے ہیں۔" ہز بنگ نے کہا۔

"کیا کہا... چودہ کمرے۔" وہ چلائے۔

"ہاں! چودہ کمرے... ہر سو سال کے لیے ایک کمرہ... آج سے چودہ سو سال پہلے کی چیزیں کمرہ نمبر 1 میں ملیں گی...

...ل پہلے کی چیزیں کمرہ نمبر 2 میں ہیں۔" اس نے وضاحت کی۔

"واہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے... تو اس وقت ہم پہلے کمرے میں ہیں... آیئے کمرہ نمبر 2 میں چلتے ہیں۔"

وہ کمرہ نمبر 2 میں داخل ہوئے... اور بغور چیزوں کو دیکھنے لگے... ان کی حیرت بڑھتی چلی گئی... اس زمانے کی چیزوں کو دیکھنا... اس یقین کے ساتھ کہ وہ بالکل اصلی ہیں... حد درجے سنسنی خیز تھا... اس جگہ موجود چیزوں میں واضح فرق تھا... تلواریں تھیں تو دو قسم کی... لباس تھے تو دو قسم کے... زرہیں تھیں تو دو قسم کی... خود اور ڈھالیں تھیں تو دو قسم کی... استعمال کی چیزیں تھیں تو دو قسم کی... اور یہ سب چیزیں اس ہال میں دو حصوں میں تقسیم تھیں... ایک قسم کی چیزیں ایک طرف اور دوسری قسم کی چیزیں دوسری طرف تھیں... وہ ایک ایک چیز کو دیکھتے رہے... انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔

"مسٹر ہز بنگ... کیا آپ ان چیزوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔"

"جی نہیں! نہ یہ میرا کام ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"خیر... کیا ہم مسٹر بامان سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"نہیں! ان کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی جائے گی۔" بامان کی آواز گونجی، گویا وہ انہیں دیکھ بھی رہا تھا اور باتیں بھی سن رہا تھا۔

"ہم اس سامان کو چھو کر تو دیکھ سکتے ہیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں.. لیکن سامان ادھر ادھر نہ ہو... جہاں
سے جو چیز اٹھائی جائے، احتیاط سے وہیں رکھ دی جائے...
بز بنگ آپ اس بات کا خیال رکھیں گے... یہ سامان کی ترتیب نہ
دیں۔"

"اوکے سر... آپ فکر نہ کریں۔"

انسپکٹر جمشید مسکرا کر آگے بڑھ گئے... انہوں نے ایک تلوار
اٹھائی اور اس کا بغور جائزہ لینے لگے... پھر تلوار انسپکٹر کامران مرزا
دے دی، انہوں نے بھی اس کو دیکھا۔ پھر محمود نے اس تلوار کو دیکھا
ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی... پھر انہوں نے
دوسری چیزوں کو بھی دیکھا... وہ سب کی سب واقعی چودہ سو سال پہلے
کی تھیں۔

"اس میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ یہ چودہ سو سال پہلے
ہیں... حیرت ہے، کمال ہے... آخر اس وقت سے آج تک ان کی
حفاظت کس طرح کی گئی... کیسے ان کو محفوظ رکھا گیا..."

"ہم اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔" ہامان کی آواز
سنائی دی۔

"آپ جواب نہ دیں.. ہم جواب خود تلاش کر لیں گے۔"
خان رحمان نے جل کر کہا۔

"یہی تم لوگوں کی بری بات ہے... اصل کام کو چھوڑ کر ادھر
ادھر الجھ جاتے ہو... یہاں اصل کام گیسٹس کی تلاش ہے... لیکن تم
لوگ ان پرانی چیزوں کا معائنہ کر رہے ہو... بھلا اس طرح چور مل
جائے گا۔"

"چور ہماری مٹھی میں ہے۔" انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

"کیا کہا... چور تم لوگوں کی مٹھی میں ہے... نہیں... ہرگز
نہیں۔" ہامان چلا اٹھا۔

شوکی نے گھبرا کر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی مٹھیوں
کی طرف دیکھا... باقی لوگوں کے چہروں پر بھی حیرت ہی حیرت تھی۔

"لیکن سوال گیسٹس کا ہے... ابھی تک ہم یہ نہیں جان سکے
کہ گیسٹس کہاں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں کہا۔

"آپ لوگوں کا مطلب ہے... چور کا آپ نے پتا چلا لیا
ہے..." ہامان کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"ہاں بالکل اور بہت جلد ہم گیسٹس تک بھی پہنچ جائیں گے۔"

"مجھے ان باتوں پر قطعاً یقین نہیں آیا۔"

"آپ کو یقین آ جائے گا... جب آپ گیسٹس اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیں گے۔"

"اور وہ دن کب آئے گا۔"

"آپ پسند کریں تو وہ دن ابھی آ سکتا ہے۔"

"کیا کہا..." وہ چیخا۔

"ہاں مسٹر بامان... ہم جو دیکھنا چاہتے تھے... دیکھ لیا... ایک فلم میں ہمیں چند ہال کمروں کو اور دیکھ لیتے ہیں... اس کے بعد آپ کو بتائیں گے.... کیسٹس کہاں ہیں۔"

"ہرگز یقین نہیں آ رہا۔"

"ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔" آصف نے منہ بنایا۔

"کس کی۔" بامان نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

"اس کی کہ آپ کو یقین نہیں آ رہا۔"

"اچھی بات ہے... آپ لوگ جلدی جلدی سے چند اور ہال دیکھ لیں... اب مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔"

"بے صبرے کہیں کے۔" محسن بڑبڑایا۔

"کیا کہا۔" بامان سمجھ نہ سکا۔

"کچھ نہیں، ہم ہال نمبر 2 میں جا رہے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور باہر کی طرف مڑ گئے... سب نے ان کا ساتھ دیا۔

اسی طرح انہوں نے پانچ ہالوں کی چیزوں کو دیکھا... تمام چیزیں اصلی تھیں... کوئی ایک چیز بھی مصنوعی نہیں تھی... گویا جتنی فلمیں بنائی گئی تھیں... سب کی سب اصلی چیزوں سے بنائی گئی تھیں۔

"ہم دیکھ چکے مسٹر بامان...."

"پھر.... کیسٹس کہاں ہیں۔"

"ہمیں سمندر کی تہہ میں موجود اس لانچ پر لے جائے... جہاں ایک بار ہمیں لے جایا جا چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ہربنگ زور سے چونکا۔

"کیا کہا۔" بامان کی چیخ سنائی دی۔

"ہم بھی حیران ہیں۔" شوکی نے گویا اعلان کیا۔

"کوئی پروا نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ لوگ چاہتے کیا ہیں۔" بامان کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"کیسٹس کو تلاش کرنا... اور کیا چاہیں گے بھلا ہم۔"

"تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو.... کیسٹس اس لانچ پر ہیں۔"

"ہم نے یہ نہیں کہا۔"

"پھر وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں۔"

"اپنا ایک شک دور کرنا چاہتے ہیں... اس کے بعد ہم آپ کو بتائیں گے.... کیسٹس کہاں ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ لوگوں کو وہاں بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

"صرف ہمیں نہیں... آپ کو بھی وہاں جانا ہے... مسٹر ...ڈی کو بھی جانا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ہربنگ اور بامان ایک ساتھ چلائے۔

"آپ کو کیا ہوا؟" آصف نے ہزبنگ کی طرف دیکھا۔

"حیران ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"ضرور ہوں حیران، کوئی اعتراض نہیں۔" فاروق نے [illegible] کہا۔

"ہماری وہاں کیا ضرورت۔"

"ضرورت ہے... اگر آپ وہاں نہیں ہوں گے تو ہم [illegible] نہیں بتائیں گے، چور کون ہے... کیمنس کہاں ہیں۔"

"تک... کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔" ہامان [illegible] آواز کانپ گئی۔

"ہم وقت سے پہلے کبھی نہیں بتاتے، ہمیں کس پر شک ہے۔" اکرام مسکرایا۔

"اوہ اکرام شکریہ۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

"یہ آپ نے شکریہ کس بات کا ادا کیا۔"

"ہم بھول گئے تھے... اب اکرام بھی ہمارے ساتھ ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر... میں بھی اپنی موجودگی کا احساس دلاؤں گا۔"

"ہمیں خوشی ہوگی اکرام۔"

اور پھر ایک ہیلی کاپٹر انہیں اپنے سروں پر نظر آیا... جب وہ

نیچے آیا تو انہیں اندازہ ہوا... وہ ہیلی کاپٹر نہیں... راکٹڈوم تھا۔

"ارے باپ رے... یہ تو اپنا راکٹڈوم ہے۔" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"اپنا نہیں انکل... ان لوگوں کا۔" رفعت مسکرائی۔

"اوہو... مطلب یہ تھا کہ ہم اس کو پہچانتے ہیں۔" پروفیسر [illegible] بولے۔

"آپ اس پر سوار ہو جائیں..."

"اور آپ دونوں۔"

"ہم بعد میں آئیں گے۔" ہامان نے کہا۔

"شکریہ۔" وہ مسکرائے۔

"البتہ مسٹر ہزبنگ آپ کے ساتھ جائیں گے۔"

"کوئی اعتراض نہیں... یہ تو ہماری اس مہم کے شروع سے ساتھی چلے آ رہے ہیں۔"

اور پھر وہ راکٹڈوم میں سوار ہو گئے... وہ سیدھا اوپر اٹھا... اور پھر اس کا رخ ایک سمت میں ہو گیا۔

جلد ہی انہوں نے سمندر کو دیکھا... راکٹڈوم نیچے اترنے لگا... یہاں تک کہ انہوں نے سمندر کی سطح پر ایک بہت بڑی لانچ دیکھ لی۔

"سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے... آپ سب اس لانچ پر اتر جائیں۔"

"لیکن ہمیں تو اس لانچ پر جانا ہے جو سمندر کی تہہ میں ہے۔"
آصف چیخا۔

"فکر نہ کریں... یہ لانچ آپ کو اس لانچ تک پہنچائے گی۔"

وہ اترنے لگے... جونہی آخری آدمی اترا... راکنڈوم اوپر اٹھنے لگا... اور ادھر لانچ کے بیچوں بیچ اچانک ایک بڑے قطر کا لوہے کا پائپ ابھرا۔

☆...☆...☆

دیسی طریقہ

"اس پائپ کے اندر سیڑھیاں ہیں... آپ لوگ سیڑھیوں کے ذریعے اس لانچ تک پہنچیں گے۔" ہامان کی آواز سنائی دی۔

"اور آپ خود کہاں ہیں۔"

"میں آپ لوگوں کے بعد آؤں گا۔"

"اور مسٹر روڈی کو بھی لائیں گے۔"

"ان کی ضرورت نہیں... نہ ہی وہ آئیں گے۔"

"ان کی موجودگی کے بغیر ہم نہیں بتائیں گے... چور کون ہے اور جینس کہاں ہیں۔"

"اب ہم جان چکے ہیں..." ہامان کی آواز ابھری۔

"آپ جان چکے ہیں... کیا؟" انسپکٹر کامران مرزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ جینس کہاں ہیں۔"

"اچھا کمال ہے... پھر تو آپ کو ہماری ضرورت نہیں رہی.. اب ہمیں فارغ کر دیں... یہیں سے ہمیں راکنڈوم کے ذریعے واپس

آپ ہمیں فارغ کر دیں... یہیں سے ہمیں راکٹ روم کے ذریعے واپس
لے جائیں اور ہمارے ملک جانے والے کسی جہاز پر سوار کرا دیں۔''

''ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں۔'' بامان نے کہا۔

''اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ چور کون ہے۔''

''اندازہ ضرور ہو گیا ہے... لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتے...
ہمیں چور کی ضرورت بھی نہیں ہے... ہمیں تو بس کیپسول مل جائیں۔''

''آپ کی مرضی... ہمیں کوئی خواہش نہیں اس لانچ تک
جانے کی... آپ ہمیں یہیں سے فارغ کر دیں۔''

''مسٹر روڈی کا حکم ہے... ایسا نہیں کیا جائے گا... کیپسول
ملنے تک آپ کو فارغ نہیں کیا جائے گا۔''

''آپ کا مطلب ہے.. اب آپ ہماری مدد کے بغیر کیپسول
تک پہنچ جائیں گے... لیکن ہمیں ساتھ ضرور رکھیں گے۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''او کے، جیسے جی چاہتا ہے... کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے
منہ بنایا۔

اور پھر وہ پائپ میں اترنے لگے... اندر روشنی بھی تھی... اس
لیے انہیں کوئی دقت نہ ہوئی.. آدھ گھنٹے تک مسلسل وہ اترتے رہے...
پھر انہیں اپنے نیچے وہ لانچ نظر آئی... پائپ اس پر فٹ تھا... پائپ کی
آخری سیڑھی سے اترنے کے بعد انہوں نے لانچ کی چھت پر

پائپ جتنے قطر کے سوراخ میں لگائی گئی سیڑھی پر قدم رکھا... اور نیچے
اترنے لگے... اس طرح وہ سب لانچ کے عرشے پر اتر گئے... ساتھ
ہی انہوں نے اوپر والا پائپ الگ ہوتے اور ایک طرف جاتے دیکھا،
گویا اب اوپر والی لانچ کا تعلق اس سے نہیں رہ گیا تھا...

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... بامان ان میں
نہیں تھا۔

''مسٹر بامان! آپ تو نہیں پہنچے۔''

''میں کچھ دیر بعد پہنچوں گا... فکر نہ کرو...''

''کیا ہم اس لانچ کی سیر کر لیں۔'' فاروق چہکا۔

''ضرور... کیوں نہیں... وہ تو ویسے بھی آپ کو کرنا ہو گی۔''
بامان ہنسا۔

''جی... کیا مطلب؟''

''کیپسول برآمد کرنے کے لیے۔''

''تو آپ کا مطلب ہے... وہ کیپسول اس لانچ پر ہیں۔''

''اگر ایسا نہیں ہے... تو تم لوگ یہاں کس لیے آئے ہو؟''
بامان نے حیران ہو کر کہا۔

''ہمارا کام کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہے۔''

''اگر کیپسول یہاں نہیں ہیں تو تم یہاں کیا کرنا چاہتے ہو۔''

''آپ دیکھ ہی لیں گے۔''

"نہیں... آپ ہمیں الو بنا رہے ہیں... کیسٹس اس لانچ پر ہی ہیں۔"

"تب پھر چور آپ ہیں۔" انسپکٹر جمشید پر سکون آواز میں بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اس لانچ پر آنا یا کیسٹس لانا..... آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں... جب کہ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"جی نہیں... کچھ لوگ ایسے ہیں... جو یہاں آ سکتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ مجھے پتا چل جائے گا۔"

"بس تو پھر.. اگر کوئی یہاں کیسٹس پہنچانے کی کوشش کرتا تو آپ کو تو پتا چل جاتا... لیکن ایسا ہوا نہیں..... گویا کیسٹس لانچ پر ہی ہیں۔"

"حد ہو گئی... کیا تم پاگل ہو؟" بامان چلا اٹھا۔

"اس خطاب کے لیے شکر گزار ہیں۔" پروفیسر مسکرائے۔

"اگر کیسٹس اس لانچ پر نہیں ہیں تو یہاں آ کر وقت کیوں ضائع کیا۔"

"ہم تفتیش کر رہے ہیں... جس طرح پرانی چیزوں کے بارے میں ہم دیکھتے رہے ہیں۔"

"وہاں بھی آپ لوگوں نے وقت ہی ضائع کیا تھا۔"

"آپ کو اس سے کیا... آپ کیسٹس چاہتے ہیں... ہم کیسٹس آپ کو دے سکتے ہیں... وہ جہاں بھی ہیں... ہم ان تک پہنچ جائیں گے۔"

"او کے... پہلے میں یہاں آؤں گا۔"

"ضرور... کیوں نہیں..."

پھر لانچ پر خاموشی چھا گئی... وہ اس کی سیر کرنے لگے... یہ کسی بڑے جہاز سے کم نہیں تھی... تین منزلہ تھی... اور ان گنت کمرے تھے... پوری لانچ کی سیر کرنا تو ان کے بس کی بات نہیں تھی... بامان کے آنے تک وہ بامان کا بہت تھوڑا حصہ دیکھ سکے... اور بس... پھر انہوں نے بامان کی آواز سنی:

"میں آ چکا ہوں اور میرے ساتھ میرے ماتحت بھی ہیں... جو اس لانچ پر سے کیسٹس برآمد کریں گے۔"

"آپ اپنا کام شروع کر لیں... ہم تو ذرا سیر کر رہے ہیں۔"

"آپ کی مرضی۔"

وہ لانچ دیکھتے رہے... ادھر بامان اپنے ماتحتوں کے ذریعے کیسٹس تلاش کرواتا رہا... یہاں تک کہ کئی گھنٹے گزر گئے... آخر بامان کی آواز ابھری:

"آپ لوگ اب عرشے پر آ جائیں۔"

آواز تھکی تھکی تھی... وہ مسکرا دیے۔

"تو آپ کیپسٹس تلاش نہیں کر سکے۔"

"نہیں... اب آپ تلاش کر کے دکھائیں۔"

"ہماری تو بس ایک ہی شرط ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ مسٹر روڈی کو اور باقی تمام متعلقہ لوگوں کو خ... کرلیں۔"

"کہاں... اس لانچ پر۔"

"ہاں! یہیں۔"

"لیکن آپ کا تو کہنا ہے کہ کیپسٹس لانچ پر نہیں ہیں۔"

"ہاں! یہ بات بھی ہے۔"

"پھر وہ یہاں آ کر کیا کریں گے۔"

"ہم ان سب کے سامنے بتائیں گے کہ کیپسٹس کہاں ہیں۔"

"اوہ... اوہ۔" اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

پھر اس نے جیب سے ایک ننھا سا آلہ نکالا، اس کا بٹن دبایا۔ اس سے آواز ابھرنے لگی... پھر بھاری بھرکم سی آواز سنائی دی:

"کیا ہے باماں... کیوں بار بار مجھے پریشان کر رہے ہو۔"

"سر! ہم لانچ کی تلاشی بہت اچھی طرح لے چکے ہیں لیکن کیپسٹس اس پر کہیں بھی نہیں ملیں۔"

"تب پھر یہ لوگ کیوں وقت ضائع... اوہ... میں سمجھ گیا۔"
...نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

"جی... کیا مطلب... آپ کیا سمجھ گئے۔"

"یہ اپنے واپسی کے راستے کا پہلے سے جائزہ لے رہے ... یعنی کام ختم کرنے کے بعد یہ کس طرح اپنے ملک کی طرف روانہ ... گے۔"

"خوب... خوب..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا یہی بات نہیں۔" روڈی کی آواز گونجی۔

"چلیے یہی سہی... لیکن ہم پہلے آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ... کہاں ہیں اور چور کون ہے... اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو ...ہیں... نہیں جاننا چاہتے تو ہمیں ہمارے ملک کی طرف روانہ کر ... کیونکہ اس صورت میں ہمارا کیا کام رہ جاتا ہے۔"

"تم لوگوں نے آخر ہمیں الجھا لیا... تم واقعی اس کام کے ...... خیر میں آ رہا ہوں۔"

"صرف آپ ہی نہیں... باقی لوگ بھی آ جائیں۔"

"اور کون کون آئے۔"

"مسٹر سائنا اور ان کے ساتھی... مسٹر برائٹ اور ان کے ...... مسٹر ہربنگ اور ان کے ساتھی پہلے ہی ہمارے ساتھ موجود ...ہو۔"

''اچھی بات ہے..... ہم سب ایک گھنٹے بعد یہاں [illegible] گے۔''

''او کے۔''

پھر ایک گھنٹے بعد انہوں نے مسٹر روڈی اور دوسرے لوگوں کو لانچ کے عرشے پر اترتے دیکھا... جب سب لوگ آ گئے تو پاپ ا[illegible] سے ہٹ گیا۔

وہ پہلی بار روڈی کو دیکھ رہے تھے... وہ چست دبلا ایک بے چین آنکھوں والا نوجوان تھا... اس کے چہرے پر سختی کے آثار تھے... نہ جانے کیوں... انہیں اس کو دیکھنے کے بعد ایک انجانا خوف محسوس ہوا.. خود انسپکٹر جمشید بھی یہ خوف محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔

وہ سب عرشے پر بچھی کرسیوں پر بیٹھ گئے... لانچ کی شیشے کی دیواروں سے وہ ان گنت مچھلیوں کو ادھر سے ادھر آتے جاتے دیکھ رہے تھے لیکن یہ نظارہ وہ پہلے بھی دیکھ چکے تھے...

کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی، جب ان میں سے کسی نے بات شروع نہ کی تو روڈی نے بھنا کر کہا:

''کیا ہمیں یہاں ہماری صورتیں دیکھنے کے لیے بلایا گیا ہے۔''

''اس میں شک نہیں۔'' شوکی مسکرایا۔

''کیا مطلب... کس میں شک نہیں۔'' وہ جھلا کر ان کی

طرف مڑا۔

''یہاں آپ کو آپ کی شکلیں دیکھنے کے لیے بلایا گیا ہے۔''

''لیکن ہم یہاں کیپسلز کے لیے آئے ہیں۔''

''آپ کو آپ کی کیپسلز مل جائیں گی... ہم آپ کی شکلیں دیکھ کر خوش ہو لیں گے۔''

''یہ کیسا مذاق ہے۔'' وہ چلا اٹھا۔

''شوکی! مجھے بات کرنے دو۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی اچھا! آپ کر لیں... لیکن یہ آپ کے قابو میں نہیں آئیں گے... ان سے تو بس میں ہی بات کر سکتا ہوں۔''

''کیا... کیا کہا شوکی... دماغ تو نہیں چل گیا۔'' محمود، فاروق، آصف، آفتاب، فرزانہ اور فرحت اچھل کر کھڑے ہو گئے... ان کے چہرے مارے غصے کے سرخ ہو گئے...

''یہ ڈراما بند کرو... میں تم لوگوں کی چالوں سے واقف ہوں، تم صرف کام کی بات کرو۔''

''شوکی نے بالکل ٹھیک کہا ہے... مسٹر روڈی سے شوکی ہی بات کرے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' شوکی چلا اٹھا۔

''ہاں شوکی۔''

''اور آپ نے میری بات کا برا بھی نہیں مانا۔''

''ہرگز نہیں... اس میں برا ماننے کی کون سی بات ہے۔''

''او کے... شکریہ انکل... اب میں دھڑلے سے بات کر سکوں گا۔''

باقی لوگوں کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی... وہ کبھی انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھنے لگتے تو کبھی شوکی کی طرف...

''میں اس سے بات نہیں کر سکتا۔''

''تب آپ ہمیں ہمارے ملک بھجوا دیں... کیمسٹس تو ہم اپنے طریقے سے ہی آپ کو دیں گے۔''

''حد ہوگئی... یہ کیا طریقہ ہے۔''

''دیسی طریقہ۔''

''اچھی بات ہے... تم لوگ وقت بہت برباد کرتے ہو۔''

''اور کیا آپ لوگوں نے ہمارا وقت برباد نہیں کیا۔'' خان رحمان نے منہ بنا کر کہا۔

''اب آپ لوگ خاموش ہو جائیں اور میرے علاوہ کوئی کچھ نہ بولے۔'' شوکی کی سرد آواز گونجی۔

ان کے چہروں پر اور بھی حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

''اوہو! شوکی... تمہیں کیا ہو گیا ہے...'' آصف نے کہنا چاہا۔

''آپ انہیں روکیں انکل.. ورنہ میں بات نہیں کر سکوں گا۔''

''آصف بری بات ہے۔''

''حد ہوگئی... آپ شوکی کو بلاوجہ سر پر چڑھا رہے ہیں۔''

''ایسی بات نہیں... شوکی ابھی ثابت کرے گا... ایسا بلاوجہ نہیں کیا گیا۔''

''اچھی بات ہے... اب ہم کچھ نہیں بولیں گے... صرف سنیں گے۔''

''یہی تم لوگوں کے حق میں بہتر ہے...'' شوکی مسکرایا۔

ان کے منہ بن گئے... ان لمحات میں انہیں شوکی کا اس طرح ہیرو بن جانا سخت ناگوار گزر رہا تھا... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا اس وقت پوری طرح شوکی کا ساتھ دے رہے تھے اور اس بات پر بھی انہیں حیرت تھی۔

''اب شروع کریں۔'' روڈی جل گیا۔

''آپ کو کیمسٹس کی ضرورت ہے یا چور کی۔'' شوکی نے بات شروع کی۔

''دونوں کی...''

''وہ کیمسٹس ہمارے ملک میں ہیں۔''

''کیا کہا... کیمسٹس تمہارے ملک میں ہیں۔''

وہ بہت زور سے اچھلے... روڈی اور ہز ہنگ کا مارے حیرت کے برا حال نظر آیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... کیپسٹس تمہارے ملک میں نہیں ہو سکتیں۔" روڈی نے جل کر کہا۔

"تب پھر... کہاں ہیں۔"

"یہیں کہیں۔"

"آپ تلاش کیوں نہیں کرا لیتے۔"

"اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ تمہارے ملک میں ہیں۔"

"ہمارے ملک میں ہیں... چور کو بھی میں وہیں آپ کے حوالے کروں گا... آپ کو ہمیں ہمارے ملک لے جانا ہوگا۔"

"یہ سب فضول باتیں ہیں... یہ لوگ ہمارا وقت برباد کر رہے ہیں سر۔" ساشا بولا۔

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں... لیکن۔" روڈی کہتے کہتے رک گیا۔

"اگر آپ لوگوں کا یہی خیال ہے تو آپ کی مرضی... اگر کیپسٹس ہمارے ملک میں ہیں اور چور بھی وہیں آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے... اور آپ اس بات کو نہیں مانتے تو اس میں ہمارا کیا قصور... اب ہمارا اور آپ کا معاہدہ ختم... آپ ہمیں ہمارے ملک بھیج دیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں... ورنہ ان کیپسٹس کو آپ کے ملک میں کیا کام۔" ہز بنگ نے جل کر کہا۔

"آپ کو اس سے کیا... ہمیں ہمارے ملک میں لے چلیں ہی کیپسٹس لے لیں۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے۔"

"کس بات کی۔"

"اس بات کی کہ آپ کیپسٹس وہاں ہمیں دے سکیں گے۔"

"آپ جو ضمانت چاہیں ہم دے سکتے ہیں... ہمارے ملک اور یہ ذمے داری لیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا واقعی۔" روڈی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں... وہ ہمیں جانتے ہیں... ہم اگر کوئی بات کہتے ہیں تو بلا وجہ نہیں کہتے۔"

"میں آپ کے ملک کے صدر سے بات کرواتا ہوں... میرا خیال ہے... انشارجہ کے صدران سے بات کریں گے پھر ضرورت ہوئی تو آپ لوگوں سے ان کی بات کرائی جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک آلہ نکالا، اس کے ذریعے انشارجہ کے صدر سے بات کی... ساری تفصیل اس نے اسے سنائی، گویا تھا جیسے روڈی انشارجہ کے صدر کو حکم دے رہا ہے... ادھر انشارجہ کا صدر لیس سر کہے جا رہا تھا اور اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی... پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا... روڈی نے ان کی طرف مڑ کر کہا۔

"اب چلیے وہ آپ کے ملک کے صدر سے بات کریں گے..

پھر ادھر رابطہ ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ بولے۔

آدھ گھنٹے بعد روڈی کے آنے پر اشارہ موصول ہوا۔ انشارجہ کا صدر روڈی سے بات کر رہا تھا... آخر آلے پر ان کے [illegible] کی آواز سنائی دی:

"ہاں جمشید... کیا معاملہ ہے... یہ لوگ عجیب بات کر رہے ہیں... ان کی جو کیسٹس گم ہیں... تم وہ کیسٹس ہمارے ملک میں ان کے حوالے کرنا چاہتے ہو، اس لیے کہ وہ ادھر ہیں۔"

"یس سر۔"

"لیکن وہ یہاں کیسے ہو سکتی ہیں۔"

"ہو سکتی ہیں نہیں... ہیں..." وہ پرزور انداز میں بولے۔

"تو میں اس سلسلے میں ضمانت دے دوں۔"

"جی بالکل..." انہوں نے کہا۔

"دیکھو یار... کہیں مروا نہ دینا... انشارجہ اپنے [illegible] دوست ملکوں کے ساتھ ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔"

"اللہ سب سے بڑا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... میں نے کیا کہا ہے... اور تم کیا جواب دے رہے ہو۔"

"یہی کہ انشارجہ اور اس کے دوست ملک مل کر بھی اللہ سے

بڑے اور طاقت ور نہیں ہیں اور اللہ ہمارے ساتھ ہے...." وہ مسکرائے۔

"اوہ اچھا... یہ کیا بات ہوئی... لیکن بلاوجہ جھگڑا کیوں مول لیں۔"

"جھگڑا کیا۔"

"میرا اپنا بھی خیال ہے کہ تم انہیں یہاں وہ کیسٹس نہیں دے سکو گے۔"

"آپ فکر نہ کریں... اگر انہوں نے ہماری تمام شرائط مان لیں... تب کیسٹس ہم انہیں دے دیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... یہ شرائط کی بات کہاں سے ٹپک پڑی۔" روڈی نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ کوئی ایسی شرائط نہیں ہوں گی... جو آپ منظور نہ کریں۔"

"لیکن آپ نے پہلے شرائط کی بات نہیں کی تھی۔"

"خیر... ہم وضاحت کر دیتے ہیں... آپ کو منظور نہیں ہوگا تو آپ ہمیں یہاں سے ہمارے ملک لے کر ہی نہ جائیے گا۔"

"او کے..." اس نے کہا۔

"صاحب صدر! آپ اچھی طرح ضمانت دے دیں... ہم آپ کو پریشان نہیں ہونے دیں گے ان شاء اللہ۔"

"اچھی بات ہے... میں انشارجہ کے صدر کی ضمانت دے رہا ہوں کہ تم لوگ ان کی کیسٹس اپنے ملک میں انہیں دو گے۔"

"بالکل ٹھیک..."

آواز بند ہو گئی... اب روڈی نے کہا:

"اور وہ شرائط کیا ہے۔"

"پہلی شرط.... آپ کیسٹس کے بدلے میں ہمیں کیا دیں گے۔"

"یہ کوئی خاص بات نہیں... مجرم ہم سے تین کھرب مانگ رہا ہے... ہم آپ کو بطور انعام بہت کچھ دے سکتے ہیں۔"

"پھر بھی... طے ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔" ہزبنگ بری طرح اچھلا۔

"کیا مطلب... آپ اس موقع پر کیا بات سمجھ گئے۔" فاروق کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"اصل میں کیسٹس ان لوگوں نے خود ہی چرائی تھیں۔" ہزبنگ نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں... ہم نے اعلان کیا ہے... کیسٹس کے ساتھ چور بھی مسٹر روڈی کے حوالے کریں گے۔" شوکی نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔"

"لیکن میں پھر یہی کہوں گا... کیسٹس ان لوگوں نے ہی چرائی تھیں۔" ہزبنگ نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

اب تو سب اس کی طرف گھوم گئے... ان سب کے چہروں پر بہت ہی حیرت نظر آ رہی تھی۔

☆...☆...☆

جہاز میں سوراخ

"مسٹر ہڑبنگ ... آپ اپنی بات کی وضاحت کریں۔" انسپکٹر جمشید نے برا سامنہ بنایا۔

"اس قدر یقین سے یہ اعلان صرف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے۔" ہڑبنگ مسکرایا۔

"اس قدر یقین سے یہ دعویٰ ایک اور صورت میں بھی کیا جاسکتا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"کیا مطلب؟"

"اگر ہم نے یہ معلوم کرلیا ہے کہ چور کون ہے ... تب ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کیپسولز کہاں ہو سکتی ہیں۔"

"لیکن ہمارے کسی آدمی کا تعلق آپ کے ملک سے بھی ہے۔"

"ہاہاہا۔" انسپکٹر جمشید فلمی انداز میں ہنسے...

"یہ کیسی ہنسی ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"فلمی ... تم مصنوعی کہہ لو۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"یار چپ رہو .... بہت زیادہ سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے۔" پروفیسر داؤد چلائے۔

"اوہ ... یہ آپ کہہ رہے ہیں انکل ... بہتر تھا یہ جملہ ابا جان کہتے۔"

"کیا کیا جائے ... مجبوری ہے۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"اس میں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی ... توبہ ہے تم سے۔" خان رحمان چلائے۔

"گویا آپ بھی آج ہماری باتوں کی بجائے ... بڑوں کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔"

"اس وقت صورت حال ہی ایسی ہے۔"

"خیر، کوئی بات نہیں ... ہم خاموش ہو جاتے ہیں ... آپ بات کریں۔" آفتاب مسکرایا۔

"کیا خاک بات کریں ... پتا نہیں کیا بات ہو رہی تھی۔" کامران مرزا جل گئے۔

وہ سب مسکرا دیے ... پھر شوکی نے کہا:

"بات انعام یا معاوضے کی ہو رہی تھی ... اگر ہم اپنے ملک کے کیپسولز اور چور ان کے حوالے کر دیں تو یہ ہمیں کیا دیں گے۔"

"ایک کروڑ ڈالر۔" روڈی نے کہا۔

"حد ہو گئی... کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں مسٹر روڈی۔"

"اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔"

"کہاں مجرم آپ سے تین کھرب ڈالر مانگ رہا ہے... اور
کہاں آپ ہمیں صرف ایک کروڑ ڈالر پر ٹرخا رہے ہیں۔"

"تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"نقد رقم کی بجائے... ہمیں ایک چیز دے دیں..."

"اور وہ کیا؟"

"لانچ... میرا مطلب ہے... یہ آب دوز۔"

"کیا!!!" روڈی، بامان اور ہز بنگ وغیرہ چلائے۔
ساشا کی آنکھیں تو مارے حیرت کے باہر کو ابلتی نظر آئیں۔

"یہ... یہ کیا کہا آپ نے۔" روڈی کھوئے کھوئے انداز
میں بولا۔

"کیوں... کیا یہ بہت مہنگی ہے۔"

"یہ میں نے سمندر میں آرام کی غرض سے بنوائی تھی...
پسند ہے۔"

"اگر آپ کیسٹس چاہتے ہیں تو بطور انعام یا بطور معاوضہ
آپ کو یہ ہمیں دینا ہوگی۔"

"اور کیسٹس..."

"کیسٹس ہم اسی صورت آپ کے حوالے کریں گے۔"

"نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ہز بنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جو آپ کہہ رہے ہیں۔" ہز بنگ نے جل کر کہا۔

"کہہ میں رہا ہوں اور انکار آپ کر رہے ہیں۔"

"خیر... یہ سودا مجھے منظور ہے... آپ جب وہ کیسٹس
ہمارے حوالے کر دیں تو ہم یہ لانچ آپ کے ملک روانہ کر دیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"جی... کیا کہا... ہرگز نہیں۔"

"میرا مطلب ہے... اس لانچ کو بھی ساتھ لے چلیں...
یونہی ہم کیسٹس آپ کے حوالے کریں... آپ یہ لانچ ہمارے حوالے
کر دیں... میرا مطلب ہے، اس ہاتھ دے، اس ہاتھ لے۔"

"مجھے منظور ہے... مجھے تو بس کیسٹس چاہئیں... لیکن آپ
لوگوں کے یقین دلا دینے کے باوجود اور آپ کے ملک کے صدر کے
ضمانت لینے کے باوجود یہ بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی کہ کیسٹس
آپ کے ملک میں ہیں۔"

"ہم آپ کو کیسٹس وہیں دیں گے... آپ اپنی آنکھوں سے
دیکھ لیں گے۔"

"اچھی بات ہے... اب یہی کرنا ہوگا... یہ لانچ نہیں..."

ایک پورا بحری جہاز ہے... یہ لانچ کی رفتار سے تو چل نہیں سکے گی۔"

"کوئی بات نہیں... ہمیں کوئی جلدی نہیں۔"

"تو ہم ایسا کیوں نہ کر لیں... ہم خود ہوائی جہاز سے چلتے ہیں... جہاز سمندر کے راستے آتا رہے گا۔"

"نہیں... ہم اسی پر سفر کریں گے۔"

"اس طرح بوریت نہیں ہوگی... آج کے دور میں جب ہمارا سفر جہاز کے ذریعے صرف چند گھنٹے میں طے ہو سکتا ہے... ہم یہ پندرہ دن کا سفر کیوں کریں۔"

"اسی میں مزا ہے... پندرہ دن میں خوب لطف اندوز ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

"ایک بات پھر کہے دیتا ہوں... مجھے ایک فیصد بھی امید نہیں ہے کہ آپ لوگ ہمیں وہاں کیمنٹس دے سکیں گے۔"

"اور ہمیں سو فیصد امید ہے... ہم آپ کو کیمنٹس دے سکیں گے۔" شوکی مسکرایا۔

روڈی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا... پھر اچانک اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی...

"آپ کے وہ ماتحت نظر نہیں آ رہے... کیا نام ہے ان کا... اکرام۔"

"ان کے ساتھ چند اور ساتھی بھی آپ کو نظر نہیں آئیں گے۔"

ن باری باری آرام کرتے ہیں... باری باری جاگتے ہیں۔"

"حد ہو گئی... یہ سونے کا وقت کب ہے۔"

"بات سونے کے وقت کی نہیں... ڈیوٹی دینے کی ہے... قت ہمارا وقت ڈیوٹی دینے کا ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں... کہ وہ اس وقت کہیں اور ڈیوٹی دے ہوں۔" ہز بنگ نے چونک کر کہا۔

روڈی نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا... پھر عجیب سے ز میں اس نے کہا:

"اب ہمیں اپنے پروگرام پر عمل کرنا ہوگا... مسٹر ہز بنگ ت میں آ جائیں۔"

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا۔"

"ہم بھی ایک بات طے کر کے جہاز پر آئے تھے۔" روڈی

"اور وہ کیا۔"

"اپنے چاروں طرف دیکھ لیں۔"

انہوں نے دیکھا... ان کے چاروں طرف ہز بنگ کے مسلح ی کھڑے تھے لیکن ان کے ہاتھوں میں نئی طرز کے پستول تھے۔

"آپ لوگ ان پستولوں کو عام پستول خیال کرنے کی غلطی نہ جیے گا... کیا سمجھے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" شوکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ پستول عام پستول نہیں ہیں... خاص ہیں... ان سے گولیاں نہیں نکلتیں۔"

"تب پھر..."

"نظر نہ آنے والی گیس... جو ہمیں کچھ نہیں کہے گی... آپ لوگوں کو کم از کم کئی گھنٹے کے لیے بے ہوش کر دے گی... یہ آپ کی سانس روکنے کی چال بھی نہیں چلے گی... اس لیے وہ گیس جب چھوڑ دی جاتی ہے... تو فضا میں بدستور رہتی ہے... یہ نہیں کہ اثر ختم ہو جاتی ہے... دوسری طرف ہم لوگوں کو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اگر یقین نہیں تو... تجربہ کر کے دکھا دیں۔"

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں... ہمیں یقین آ گیا۔"

"لیکن ہم تجربہ کر کے دکھانا چاہیں گے۔"

یہ کہتے ہی روڈی نے بزبنگ کو اشارہ کر دیا، اس نے پہلی کر ساتھیوں کو اشارہ کیا... اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتے... ٹریگر دب گئے۔ ساتھ ہی انہوں نے روڈی کو کہتے سنا:

"ان کے باقی ساتھیوں کو تلاش کرو اور گیس سونگھا کر یہاں اٹھا لاؤ... اب ہم ان سے پوچھیں گے... کیمسٹس کہاں ہیں اور انہیں بتاؤں گا... دراصل ان کا پروگرام اپنے ملک میں کیا تھا۔"

"کیا مطلب سر... آپ بتائیں گے... آپ کو کیسے معلوم کہ ان کا پروگرام کیا تھا۔" بزبنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"اندازہ... انسپکٹر جمشید بھی سنا ہے، اندازے لگانے میں ماہر ہیں... لیکن بنگال کے بڑے بڑے لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں اندازہ لگانے میں سب سے زیادہ میں ماہر ہوں... لہٰذا تو میں اپنے کئی اور اندازے آپ لوگوں کو بتاؤں گا۔"

"اوہ... اچھا... کمال ہے۔" سائنا کے منہ سے نکلا۔

روڈی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، جیسے اس کی موجودگی کا احساس اسے پہلی بار ہوا ہو۔

"میں تو بھول ہی گیا... آپ بھی یہاں موجود ہیں۔"

"اور مسٹر برائٹ بھی۔" سائنا ہنسا۔

"اوہ ہاں! خیر کوئی بات نہیں... آپ لوگ تو اپنے ہی ہیں... مجھے فکر ہے، ان کے باقی ساتھیوں کی... جلد از جلد انہیں قابو میں کر لینا چاہیے... ورنہ یہ لوگ رنگ میں بھنگ ڈالنے کے ماہر ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں..... میرے آدمی ان کی تلاش کر چکے ہوں گے۔" بزبنگ نے مسکرا کر کہا۔

پھر آدھ گھنٹہ گزر گیا... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی بالکل بے حس و حرکت پڑے تھے..... ان لوگوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی

نہیں دیکھا... آخر ہزبنگ کے آدمی منہ لٹکائے وہاں آگئے:
"وہ کہیں نہیں ملے۔"
"کیا کہتے ہو... بھلا وہ جہاز پر نہیں ہیں تو کیا سمندر میں ہیں... ہرگز نہیں... جہاز سمندر کی سطح پر نہیں ہے... جہاز سے تو وہ نکل ہی نہیں سکتے... اور جہاز میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"
"اس کے باوجود وہ نہیں ملے۔"
"حیرت ہے... کمال ہے... خیر اب ہم سب انہیں تلاش کریں گے۔"

اب وہ سب تلاش میں جٹ گئے... ایک گھنٹہ اور گزر گیا... وہ کہیں نہ ملے... اب تو ان کا مارے حیرت کے برا حال ہو گیا... ادھر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی جوں کے توں ساکت پڑے تھے... تمام لوگ منہ لٹکائے عرشے پر آگئے۔
"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" روڈی کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔
کسی نے کوئی جواب نہیں دیا... ہر کوئی ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"ہمیں سوچنا ہوگا۔"
"یا پھر ان میں سے کسی ایک کو ہوش میں لایا جائے... اس سے پوچھا جائے... باقی لوگ کہاں ہیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا... ان میں سے سب سے کمزور کو ہوش میں لایا جائے... تاکہ اس سے فوراً اگلوایا جائے۔"
"یہ اخلاق نامی لڑکا... اس میں بہادری کے جراثیم بالکل نہیں ہیں... بالکل بزدل ہے... پتا نہیں انسپکٹر جمشید ایسے لڑکوں کو کیوں ساتھ لیے پھرتے ہیں۔"
"جب یہ ہوش میں آئیں گے تو ہم ان سے یہ سوال پوچھ لیں گے... فکر نہ کریں۔" ہزبنگ ہنسا۔
بامان آگے بڑھا اور اخلاق پر جھک گیا... اس نے اسے کوئی سنگھائی... جلد ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔
"تمہارے سب ساتھی بے ہوش پڑے ہیں... یقین نہیں تو دیکھ لو۔"
"اچھا تو پھر۔" اس نے فکر مند ہو کر کہا اور چاروں طرف دیکھا... اس کے ساتھی عرشے پر پڑے نظر آئے۔
"صرف تم ہوش میں ہو بلکہ تمہیں ہوش میں لایا گیا ہے۔"
"کک... کیا کہنا چاہتے ہو... میں نہیں جانتا کیمسٹس کہاں ہیں... یہ بات اگر معلوم ہے تو صرف انکل جمشید اور انکل کامران مرزا کو ہے۔"
"کوئی پرواہ نہیں... ہمیں تو فی الحال یہ نہیں پوچھنا کہ کیمسٹس کہاں ہیں۔"

"تب پھر کیا پوچھنا ہے۔"

"تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں۔"

"اوہ اچھا... یہ بات ہے... تو وہ آپ کو نہیں ملے... خوشی ہوئی یہ سن کر۔"

"خوشی کا اظہار بعد میں کرنا... پہلے یہ بتاؤ... وہ کہاں ہیں۔"

"میرے دل میں... چلیے نکالیں۔"

"دیکھو... ہم لحاظ نہیں کریں گے۔"

"یہ تو صاف نظر آرہا ہے... کر گزریں جو کرنا ہے۔" اس نے کہا۔

"گویا تمہیں معلوم ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"اور تم بتاؤ گے نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔"

"مسٹر ہڑبنگ... یہ آپ بزدل آدمی کو ہوش میں لائے ہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا، ان کا بزدل ترین آدمی بھی بہادر ترین ثابت ہوگا۔"

"خیر ابھی یہ تو نہیں کہا جا سکتا... یہ بہادر ترین تو ثابت نکلی

...اسے الٹا لٹکا دو اور اس سے پوچھو، اس کے باقی ساتھی کہاں ہیں... نہ بتائے تو پھر تم جو چاہو، اس کے ساتھ کر سکتے ہو... اس وقت تک... جب تک یہ بتا نہ دے یا پھر ختم نہ ہو جائے۔" روڈی کی سرد آواز کمرے پر گونجی۔

"او کے... ابھی لیجیے۔"

اب اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا... انہوں نے اس کے دونوں پاؤں رسی سے باندھے اور ایک مستول کے ساتھ لٹکا دیا...

"ہاں! اب کیا پروگرام ہے۔"

"ابھی تو شروع ہوا ہے... ابھی سے پوچھنا شروع کر دیا۔"

"بہت دلیر نظر آرہے ہو۔"

"مجبوری ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"ایسے موقعے میری زندگی میں آتے رہتے ہیں... لوگ مجھے ان میں سب سے کمزور محسوس کرتے ہیں اور مجھ سے اپنے مطلب کی بات اگلوانا چاہتے ہیں... لہٰذا آپ لوگ جان ہی سکتے ہیں... مجھ پر کیا نہیں گزرتی ہوگی۔"

"اوہ... مطلب یہ کہ تم اس میدان کے کھلاڑی ہو۔"

"ہاں! بالکل۔"

"لیکن ہمارے مقابلے میں تم اناڑی ہو۔"

"آپ اپنا فن آزمائیں... میں جگر آزماتا ہوں۔"

"اوہو... یہ تو شاعری کرنے لگا۔"

"پھانسی کے پھندے پر شاعری نہیں سوجھے گی تو کیا سوجھے گی۔" اخلاق نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ تو ٹیڑھا لگتا ہے۔" روڈی بولا۔

"کوئی بات نہیں سر... شروع کرو بھئی... پہلے اس کے جسم میں زخم لگاؤ... پھر ان پر سمندری نمک چھڑکو... سنا ہے، اس ترکیب سے بڑے بڑے بول پڑتے ہیں۔"

"تم لوگ ان کے بارے میں جان کر کرو گے کیا... شریف لوگ ہیں... انہیں اپنا کام کرنے دو۔"

"ہرگز نہیں... یہ بات ہماری برداشت سے باہر ہے... جہاز ہمارا ہے... اور اس میں چھپ کچھ دوسرے لوگ گئے ہیں... آخر کیا وجہ ہے... ہم ان کو تلاش کیوں نہیں کر سکتے۔"

"بالکل اسی طرح... جس طرح یہ ملک آپ کا ہے... پینٹنگز اسی ملک میں چرائی گئی تھیں... لیکن آپ چور کو تلاش نہیں کر سکے... نہ پینٹنگز کو تلاش کر سکے۔" اخلاق مسکرایا۔

"ملک تو خیر ایک بڑی چیز ہے... جہاز تو اتنا بڑا نہیں ہے۔"

"خیر... میں بتا دیتا ہوں... وہ کہاں ہیں۔"

"یہ کیا... کہاں تو تم بالکل اڑے ہوئے تھے... کہاں فوراً

...ہو گئے۔"

"وقت کی بات ہے... اب چھپانے کی کوئی ضرورت ...گی... وہ دیکھیں وہ لوگ آپ لوگوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔"

وہ چونک کر مڑے... انہوں نے دیکھا... فرزانہ، رفعت ...ت واقعی ان کے پیچھے کھڑی تھیں۔

"لیکن یہ پہلے یہاں نہیں تھے۔"

"مجھے نہیں معلوم... یہ پہلے کہاں تھے... میں نے آپ کو ...تا دیا کہ اس وقت کہاں ہیں... لہٰذا آپ مجھے کھول دو... میرے نخنے ...الگ ہوتے محسوس ہو رہے ہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں... ابھی نہیں... پہلے ان لوگوں کو بتانا ہو گا... یہ کہاں ...تھے۔"

"آپ ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" فرزانہ آگے ...بڑھی۔

"اور نہیں تو کیا تمہارے فرشتوں کے بارے میں پوچھ رہے ...ہیں بتاؤ... ورنہ ہم اس کے جسم پر زخم لگائیں گے اور پھر ان زخموں پر ...نمک چھڑکیں گے... اور تم اپنے ان بڑوں کا انجام آنکھوں سے دیکھو ...گے۔" روڈی نے غرا کر کہا۔

"انہیں کیا ہوا؟" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انہیں اس پستول کے صرف ایک فائر سے بے ہوش کیا گیا

ہے۔"

"یہ اخلاق کیوں بے ہوش نہیں ہوا۔" فرحت کے لہجے میں
بلا کی حیرت تھی۔

"یہ بھی ہوا تھا... لیکن تم لوگوں کے بارے میں پوچھنے کے
لیے اسے ہوش میں لانا پڑا۔"

"اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ ہم کہاں ہیں۔"

"کیا مطلب... اسے معلوم نہیں تھا۔"

"بالکل نہیں... ہمیں تو خود معلوم نہیں تھا کہ ہم اپنے
ساتھیوں سے خاموشی سے الگ ہو کر کہاں جائیں گے... بس جو جی
میں آ گیا کر گزرے۔"

"خیر... کیا کیا تم لوگوں نے... کہاں تھے تم۔"

"جہاز کے باہر سیر کرنے چلے گئے تھے... میرا مطلب ہے
سمندر کی۔"

"غلط... بالکل غلط... یہ جہاز تو پوری طرح شیشے کے خول
میں لپٹا ہوا ہے... اس خول سے ہم صرف اس پائپ کے ذریعے نکل
سکتے ہیں... جس کے ذریعے اس میں آئے تھے..." روڈی نے انکار
میں سر ہلایا۔

"بس اسی کو کاری گری کہتے ہیں۔"

"مسٹر روڈ کاس! کیا ایسا ممکن ہے۔"

وہاں کھڑے ایک سیاہ فام کی طرف روڈی مڑتے ہوئے

"نو سر... یہ ناممکن ہے... یہ جھوٹ بول رہی ہے۔"

"سنا تم نے... تم ہمیں الو بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... اس لیے کہ..."

کہتے کہتے رک گئی... ساتھ میں مسکرائی بھی۔

"اس لیے کہ کیا؟"

"بس جانے دیں... آپ برا مان جائیں گے۔"

"نہیں مانوں گا... تم جملہ پورا کرو۔" روڈی نے جھلا کر

"جی اچھا... مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے
آپ پہلے ہی الو ہیں۔"

"کیا!!!" روڈی دھاڑا۔

"آپ وعدہ کر چکے ہیں... برا نہیں مانیں گے۔"

"اوہ..." اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"یہ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہے سر..." ہزبنگ نے گھبرا کر

"میں محسوس کر چکا ہوں... لیکن ہمیں یہ جاننا ہو گا... یہ کہاں

"جہاز کے سب سے نچلے حصے میں ..... بم فٹ کرنے لگے تھے۔"

"کیا... نہیں... یہ غلط ہے۔"

"کیوں جناب... غلط کیسے؟" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"تم لوگوں کی کئی بار تلاشی لی جا چکی ہے... تمہارے پاس بم کہاں۔"

"ہمارے پاس بم نہ سہی... بم بنانے والے تو ہیں... پروفیسر داؤد ایسے کام چٹکی بجاتے ہی کر گزرتے ہیں۔"

"ہم یقین نہیں کر سکتے۔"

"میں اپنے ایک آلے پر بم کی موجودگی ثابت کر سکتا ہوں۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کیا مطلب... آپ کے پاس آلہ کہاں سے آ گیا۔"

"یہ ایسے کام بھی چٹکی بجاتے ہی کر سکتے ہیں۔"

"اوہو... آلہ بنانے کے لیے تو کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے... وہ کہاں سے لائے۔"

"وہ خفیہ جیبوں میں ایسی بے شمار چیزیں رکھتے ہیں۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں جناب! بالکل یہی بات ہے۔"

"اس کے باوجود میں یقین کرنے پر تیار نہیں..."

"اب ہم بم آپ کو دکھا تو سکتے نہیں... صرف یہ بتا سکتے ہیں اب اس جہاز پر آپ کا نہیں ہمارا حکم چلے گا... ورنہ بم پھٹ جائے ور جہاز کے اندر پانی آ جائے گا۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ چلائے۔

"ہم... میں... میں۔" اخلاق نے گویا یاد دلایا... کہ وہ ی تک الٹا لٹکا ہوا ہے... باتوں میں اسے نہ بھول جاؤ۔

"اوہ ہاں... واقعی... پہلے اخلاق کو کھولا جائے، جلدی یں۔"

"لیکن... جہاز جو غرق ہو گا... تو کیا تم بچ جاؤ گے۔"

"ہم نہیں بچیں گے... ساتھ مریں گے... لیکن ہم پہلے ہی ن ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں... ہمیں کوئی پروا نہیں۔"

"اسے کھول دو بھئی۔" ہز بنگ نے کہا۔

اخلاق کو کھول دیا گیا۔

"شکریہ... بہت بہت۔" اخلاق مسکرایا۔

"اب مسٹر روڈی... کیا کہتے ہیں۔"

"تم لوگ بتاؤ۔"

"ہمارے ساتھیوں کو ہوش میں لایا جائے... اور جہاز کو ے ملک کی طرف لے جایا جائے... ورنہ بم پھٹ جائے گا... اور میں پانی آ جائے گا۔"

"قطعی نہیں۔" وہ چلائے۔

"اب یہ ہو کر رہے گا... آپ نے ہماری ہدایات پر عمل نہ
کیا۔"

"مسٹر ہڑبنگ... یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا... آپ ان [illegible]
دھیان کیوں نہ رکھ سکے... یہ کھسک کر الگ کیسے ہو گئے۔"

"لیبنٹس کے بارے میں گفتگو نے مجھے بری طرح الجھا دیا
سر... مجھے افسوس ہے..."

"اب یہ افسوس ہمارے کس کام آئے گا... اگر یہ درست [illegible]
رہے ہیں تو ہم ان کے قابو میں ہیں۔"

"نہیں سر... ایسی کوئی بات نہیں... میں ابھی ان کی سا[illegible]
کو اڑا کر رکھ دوں گا۔"

"وہ... وہ کیسے جناب؟" رفعت نے طنزیہ کہا۔

"وہ ایسے کہ آپ کو الٹا لٹکا دوں... بالکل اس طرح۔"

"آپ اس سے کون سا کچھ اگلوا سکے... کہ ہم سے اگلوا[illegible]
گے... دوسرے یہ کہ بم تو ہم بندھی حالت میں بھی چلا سکتے ہیں۔"

"کیا کہا..." وہ چلایا۔

"آپ کو یقین نہیں تو تجربہ کر لیں... پہلے ہمیں با[illegible]
دیں... پھر ہم سے کہیں اب بم چلا کر دکھائیں... اگر جہاز میں [illegible]
نہ کر دیں تو ہمارا نام نہیں۔"

روڈی نے ہڑبنگ کی طرف دیکھا... جیسے کہہ رہا ہو... اب
[illegible] کیا کریں...

"میرا خیال ہے سر... ان سے امن کا معاہدہ کر لیتے ہیں۔"
[illegible]نگ نے آہ بھر کر کہا۔

"او کے... ہم تم سے معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"تو پھر ہماری پہلی شرط سنیں... ہمارے ساتھیوں کو ہوش میں
[illegible]یا جائے۔"

"ہڑبنگ انہیں ہوش میں لے آؤ۔"

"او کے سر..." اس نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا۔

وہ حرکت میں آ گئے... اس طرح جلد ہی سب لوگ ہوش میں
[illegible] گئے... پھر جلد ہی صورت حال انہیں معلوم ہو گئی۔

"بہت خوب! ایک کام دکھایا ہے تم لوگوں نے۔"

"لیکن تم لوگوں کی اپنی زندگیاں بھی داؤ پر لگ گئی ہیں۔"

"ہاں! اس میں شک نہیں... لیکن ہمیں یہ سودا پھر بھی مہنگا
[illegible]ں رہے گا۔"

"آخر کیسے؟"

"اگر سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے... ہم سب مر جاتے ہیں تو کیا
[illegible]ے بدترین دشمن اپنی لیبنٹس کے ساتھ ختم نہیں ہو جائیں گے۔"
[illegible]بیگم جمشید نے کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا... اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔"

"ہمیں اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں... باگ ڈور اب ہمارے ہاتھ میں ہے... اگر تم کیسٹس حاصل کرنا چاہتے ہو... تو ہماری شرائط ماننا ہوں گی۔"

"اپنی شرائط بتاؤ۔"

"پہلی شرط... جہاز کو ہمارے ملک لے چلو۔"

"چلو منظور... دوسری شرط۔"

"کیسٹس ہم آپ کے حوالے کر دیں گے... لیکن اس سے پہلے ان کو دیکھیں گے۔"

"اس میں بہت وقت لگ جائے گا۔"

"ہم تمام کیسٹس نہیں دیکھیں گے... بس اہم اہم کیسٹس دیکھ لیں گے۔"

"او کے... منظور ہے۔"

"تب پھر آخری شرط... یہ گیس پستول ہمارے حوالے کر دیں۔"

"ہز بنگ... پستول انہیں دے دو۔"

"اس طرح تو ہم خود کو ان کے ہاتھ میں دے دیں گے۔"

"تب پھر ہم کیا کر سکتے ہیں... میں نے پہلے ہی تم لوگوں کو سمجھا دیا تھا... ان کی کسی چال میں نہ آنا... ورنہ ہم لوگ بے موت

ے جائیں گے۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے... اب تو ہم آ چکے ہیں۔"

"تب پھر لے چلیں جہاز ان کے ملک کی طرف۔"

"اچھی بات ہے... میں ہدایات دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر روڈی انجن روم کی طرف مڑا:

"مسٹر! آپ اس طرح نہیں جا سکتے... ہمارے ایک ساتھی کو
و لے جائیں۔"

"بھیج دیں۔"

"محمود... تم ان کے ساتھ جاؤ... دیکھو... یہ کپتان کو کیا
دیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی اچھا..."

دونوں انجن روم کی طرف چلے گئے... ایسے میں ہز بنگ زور دار
اچھلا... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی...

☆...☆...☆

اس کا انداز

"ایک منٹ مسٹر روڈی۔" ہز بنگ بلند آواز میں چلایا۔

"اب کیا ہے۔" وہ برا سا منہ بناتے ہوئے مڑا۔

"ہم ان کی شرائط مان رہے ہیں... خود کو ایک طرح سے ا
کے حوالے کر رہے ہیں... لیکن ہم نے اس بم کو آنکھوں سے اب
تک نہیں... کیا اس طرح ہم بے وقوف نہیں بن رہے... ہو سکتا ہے
یہ صرف ایک گپ ہو... اس صورت میں یہ ہمارا کتنا مذاق اڑا
گے۔"

"اوہ ہاں! واقعی... مسٹر ہز بنگ آپ نے بہت معقول با
کہی... انسپکٹر جمشید آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔"

انہوں نے فوراً پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا... جیسے کہ
ہوں...

"پروفیسر صاحب! اب میں اس سوال کا کیا جواب دوں۔"

"ہم ان میں سے ایک کو اس جگہ لے جاتے ہیں... جہاں
نصب ہے۔"

"کیا غضب کرتے ہیں، اس طرح تو انہیں اس مقام کا علم
ئے گا اور یہ بم کو ناکارہ بنا دیں گے۔"

"اس کی ترکیب فرزانہ سے پوچھو۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"ہاں فرزانہ... اب تم بولو۔"

"جن صاحب کو یہ ہمارے ساتھ بھیجیں... ان کی آنکھوں پر
ندھ دی جائے... تاکہ وہ یہ نہ دیکھ سکیں کہ بم جہاز میں کس جگہ ہے
ہم عین بم کے سامنے ان کی آنکھوں سے ایک لمحے کے لیے پٹی
یں گے۔"

"خوب خوب! ترکیب پسند آئی... لیکن۔" انسپکٹر کامران
مسکرائے۔

"لیکن کیا؟" پروفیسر بولے۔

"لیکن اس طرح بھی انہیں کسی حد تک اندازہ ہو جائے گا۔"

"اس کے لیے دوسری ترکیب ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"چلو پھر دوسری ترکیب تم بتا دو۔"

"ہم انہیں یہاں سے بالکل سیدھا بم تک نہیں لے جائیں
بلکہ ادھر ادھر گھماتے پھراتے، چکر کاٹتے لے جائیں گے... اس
ح انہیں کوئی اندازہ نہیں ہو سکے گا۔"

"اس میں شک نہیں... یہ ترکیب بہت خوب ہے۔" انسپکٹر
شید نے تعریف کی۔

"بے چاری رفعت رہ گئی... اسے کوئی ترکیب بتانے کا مو
میسر نہ آسکا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"موقع ہے۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"جی... وہ کیسے... کہاں ہے موقع۔"

"مزید احتیاط کی جا سکتی ہے یہ کہ واپسی پر ان کے منہ پر
چپکا دی جائے... اور ہاتھ پیچھے باندھ دیے جائیں... تاکہ یہ ہا
اور منہ سے کوئی اشارہ نہ دے سکے اور بات نہ کر سکے۔"

"اس صورت میں وہ آ کر کیا بتائے گا۔" روڈی نے
بنایا۔

"وہ سب کو ہال میں بلا سکے گا۔"

"خیر... کوئی اعتراض نہیں۔"

"تب پھر بھیجیں... کون جائے گا ہمارے ساتھ۔"

"مسٹر ہڑبنگ... میرا خیال ہے... اس موقع پر
ساتھ جائیں۔"

"مم... میں... یعنی کہ میں۔" ہڑبنگ ہکلایا۔

"اس کام کے لیے آپ سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"اچھی بات ہے سر... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"چلیے پھر، پہلے آنکھوں پر پٹی بندھوا لیجیے... ہال کے
درمیان منور علی خان موجود ہیں... اپنے تھیلے میں سے تو بڑا نکال کر ان

ھوں پر چڑھا دیں۔"

"لل... لیکن جمشید..." منور علی خان ہکلائے۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"وہ تو دو رعدوں کی آنکھوں پر باندھتا ہوں میں۔"

"تو کیا... بس باندھ دو تم۔" وہ مسکرائے۔

"ہرگز نہیں..." ہڑبنگ چلا اٹھا۔

"تب پھر آپ کوئی ٹیپ وغیرہ دے دیں۔" آصف نے منہ

"بات پٹی باندھنے کی ہوئی ہے۔" ہڑبنگ جھلا اٹھا۔

"لائیے پٹی... باندھ دیتے ہیں۔"

ہڑبنگ نے جیب سے ایک رومال نکال کر منور علی خان کی
بڑھا دیا۔

"اس میں سے تو آپ دیکھتے رہیں گے۔"

"باندھیں گے آپ... اپنی کاری گری دکھائیں۔" اس نے
کہا۔

"اوکے... ابھی لیجیے۔"

منور علی خان نے رومال لیا اور اس کی آنکھوں پر خوب
سے پٹی باندھ دی۔

"یہ... یہ کیا۔" وہ چلا اٹھا۔

"اب کیا ہوا؟" منور علی خان ہنس پڑے۔

"مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا... اب میں چلوں کیسے۔"

"اندھوں کی طرح۔" آفتاب نے ہانک لگائی۔

"ہاں! بالکل... ہم آپ کو ہاتھ پکڑ کر لے چلیں گے۔"

"بہت لوں گا تم سے۔"

"کیوں جناب! اس میں ہمارا کیا قصور... آپ لوگوں نے خود یہ شرط منظور کی ہے... آپ نہ منظور کریں..." فاروق نے [illegible] کہا۔

"مسٹر ہربنگ... آپ وہی کریں... جو کہا جائے [illegible] روڈی بولا۔

"اوہ یس سر۔"

آخر وہ اسے لے گئے... واپسی پر اس کے ہاتھ پیچھے [illegible] دیے گئے تھے... اور سر پر اسی طرح پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"آپ ان سے رپورٹ لے لیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں! مسٹر ہربنگ۔"

اس نے فوراً ہاں میں سر ہلا دیا... منہ پر تو ٹیپ تھی۔

"اس کا مطلب ہے... نیچے کہیں بم موجود ہے۔"

اس نے پھر زوردار انداز میں سر ہلایا۔

"خوب اب آپ انجن روم کی طرف جائیں... اور کپتان [illegible] ہدایات دیں اور یاد رکھیں... اگر آپ نے کوئی چال چلنے کی کوشش [illegible]... تو اس صورت میں ذمے دار بھی آپ ہوں گے... جہاز پھٹ [illegible] گا.. اس میں پانی آ جائے گا۔"

"نن نہیں..." روڈی کانپ گیا... پھر وہ انجن روم کی [illegible] چلا گیا... محمود اس کے پیچھے تھا، پھر وہ دونوں بھی واپس آ گئے...

"کیوں محمود... کیا رہا۔"

"انہوں نے بھی ہدایات دی ہیں... جہاز کو پاک لینڈ کی [illegible] موڑ دیا جائے... یہ پاک لینڈ جائے گا... کپتان کی حیرت کا کیا [illegible]..." محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"چلو چھوڑو... نہ پوچھیں۔" آصف نے منہ بنایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"ابھی تک تو نہیں چلا۔" وہ مسکرایا۔

"ختم کرو بھی... مسٹر ہربنگ کو ایک کمرے میں بند کر دو... [illegible] تالا لگا دو... اور اشفاق کو کمرے کے دروازے پر مقرر کر دو... [illegible] ہربنگ باہر نہ نکل سکے۔"

"اور باقی لوگ۔" اس نے روڈی وغیرہ کی طرف اشارہ [illegible]

"انہیں بھی باندھ کر الگ کمروں میں رکھا جائے گا... یہاں

کمروں کی کوئی کمی نہیں۔"

"یہ معاہدے کے خلاف ہے۔" روڈی چیخا۔

"ایسا کوئی معاہدہ ہم نے نہیں کیا کہ آپ کو کس طرح لے
جائیں گے۔"

"ہم اس طرح جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔" روڈی غرایا۔

"تب پھر جہاز میں پانی قبول کرلیں۔"

"نن نہیں۔" وہ کانپ گیا۔

"نہ آپ کو اس طرح چین نہ اس طرح۔"

"مجھے اب بھی سو فیصد یقین ہے... کیٹس آپ کے ملک
میں نہیں ہیں۔"

"آپ کو اس سے کیا... جب ہم نے ذمے داری لی ہے
اپنے ملک میں کیٹس آپ کے حوالے کردیں گے تو بس... کردیں
گے۔"

"لیکن اتنے دن تک ہم کمروں میں بند کیسے رہ سکتے
ہیں۔" روڈی نے مارے خوف کے کہا۔

"صرف رات کے وقت آپ لوگ کمروں میں رہیں گے...
دن کے وقت عرشے پر ہماری نظروں کے سامنے۔"

"تم لوگ میری سمجھ میں نہیں آئے۔" روڈی نے جھلا کر کہا۔

"اس میں آپ کا اتنا قصور نہیں... ہم تو اچھے اچھوں کی سمجھ

میں بھی نہیں آسکے... اناشا یاد ہے۔" فاروق نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ! اناشا۔" روڈی لرز گیا۔

"کیوں کیا ہوا۔"

"اناشا کے بعد جو ارانا کا انجام بھی ہمیں یاد ہے... ہم ان کا
انتقام آپ لوگوں سے لیں گے۔"

"ہم حاضر ہیں... اس موقع سے فائدہ اٹھالیں۔" آفتاب
مسکرایا۔

"تم لوگوں کو کیا چبا جانے کو جی چاہتا ہے۔" روڈی بولا۔

"آپ لوگ آدم خور خاندان سے ہیں کیا۔" محسن بولا۔

"اے چپ... کیا پدی... کیا پدی کا شوربا۔"

"کیا کہا... تم نے ہمارے ساتھی کو پدی بولا... پدی تم
ہو... تمہارا باپ۔" شوکی نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا...
ساتھ ہی اس نے ان کے انداز میں ہاتھ بھی چلائے۔

"یہ... یہ کیا انداز ہے۔" روڈی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہماری طرف کی بوڑھی عورتوں کا... کبھی کبھی شوکی میں کسی
بوڑھی عورت کی روح حلول کرجاتی ہے۔" آصف مسکرایا۔

"راز کی بات دوسروں کو نہیں بتایا کرتے۔" محمود نے اسے
گھورا۔

شوکی کا منہ بن گیا۔

"آپ سن رہے ہیں انکل۔" شوکی نے گویا فریاد کی۔

"کیا تم چاہتے ہو، میں نہ سنوں شوکی۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اب آپ بھی مذاق کریں گے انکل۔"

"سوری... دراصل یہ لمحات ہی ایسے ہیں... ذرا اس وقت دیکھو... جو لوگ پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھتے نہیں تھکتے... وہ آج ہم چند لوگوں کے قابو میں ہیں... اور اس قدر آسانی سے قابو میں آ گئے ہیں جیسے چوہے بلیوں کے قابو میں آتے ہیں۔"

"ارے باپ رے... یہ آپ نے کیا مثال دے دی۔" رفعت بوکھلا اٹھی۔

"کک... کیوں... کیا ہوا؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ نے سنا نہیں... کبھی کبھی چوہا بلی کے پنجوں سے نکل بھی جاتا ہے اور اپنی بل میں گھس جاتا ہے... اس وقت بلی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"فکر نہ کرو... اگر یہ ہمارے قابو سے نکل گئے تو ان کے لیے دوسرا پنجرہ تیار ہے۔"

"دد... دوسرا پنجرہ..." فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں... تمہیں کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"بھئی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" منور علی خان بول اٹھے۔

"لگتا ہے... اب سب باتوں کی رو میں بہہ جائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"باتوں کی رو چیز ہی ایسی ہے... ہر کسی کا جی چاہنے لگتا ہے، چلو میں بھی بہہ چلوں... یا پھر بہتے دریا میں ہاتھ دھو لوں۔" محمود نے شوخ آواز میں کہا۔

"لیجیے... اب بے چارے دریا کو بیچ میں لے آئے۔"

"ہم دور نکل جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے گویا خبردار کیا۔

"نہیں تو... عرشے پر ہی تو کھڑے ہیں... اور پھر اس وقت ہم اس جہاز سے باہر نکل ہی نہیں سکتے... سمندر کی تہہ میں جو ہوئے۔" آصف نے کہا۔

"میرا مطلب ہے... ان لوگوں کو کمروں میں بند کر دیا جائے۔"

"کیا اس کے علاوہ کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔"

"جی نہیں... بس یہ آخری ترکیب ہے۔"

"خیر... ہماری باری آنے دو... پھر دیکھنا۔"

"دیکھ لیں گے۔"

اور پھر ان لوگوں کو کمروں میں بند کر دیا گیا... اب وہ انجن روم کی طرف آئے...

"تمہارے سب ساتھی ہمارے قابو میں ہیں... تم بتاؤ... تم کیا کہتے ہو۔"

"ہم... میں کیا کہوں گا جناب! میرا کام تو بس جہاز چلانا ہے۔"

"لیکن کس سمت میں؟"

"مسٹر روڈی مجھے ہدایات دے چکے ہیں... جہاز اس وقت پاک لینڈ کی طرف جا رہا ہے۔"

"خان رحمان... چیک کرو، کہیں اس سلسلے میں کوئی دھوکے بازی نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے جمشید۔"

یہ کہہ کر وہ انجن کے نزدیک چلے گئے اور سمت بتانے والے آلات کا جائزہ لینے لگے... آخر انہوں نے کہا:

"آلات یہی بتا رہے ہیں کہ جہاز ہمارے ملک کی طرف مڑ چکا ہے۔"

"اس بات کا کسی طرح اطمینان نہیں ہو سکتا خان رحمان۔"

"فی الحال نہیں... لیکن میں برابر ان آلات کو دیکھتا رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے... لیکن میں فکر مند ہوں۔"

"کس بات سے؟" خان رحمان بولے۔

"میں نے تمام تر الجھنوں اور پریشانیوں کے باوجود روڈی کے چہرے کے اندر چھپا ہوا ایک اطمینان محسوس کیا ہے... یوں لگتا ہے جیسے وہ بظاہر فکر مند ہے... لیکن اندر سے بالکل بے فکر سا ہے۔"

"تب پھر... ہمیں کیا کرنا چاہیے جمشید۔"

"یہ فرزانہ بتائے گی۔"

"اوہ ہاں... میں پہلے ہی سوچ چکی ہوں... جہاز کا رخ تبدیل کر دیا جائے.. مطلب یہ کہ اس وقت یہ جس سمت میں جا رہا ہے، اس سمت میں نہ جانے دیا جائے... اس طرف سے جو رخ بیگال کا بنتا ہے... وہ اختیار نہ کیا جائے۔"

"او کے... یہ ترکیب خوب رہے گی... مسٹر کپتان... آپ اس کا رخ یہاں لے آئیں۔" انہوں نے میٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... اس طرح تو ہم طوفانوں کی سرزمین میں جا پہنچیں گے۔" کپتان کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا کہا... طوفانوں کی سرزمین۔" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! بالکل۔"

"ہم نے اس سرزمین کا نام پہلی بار سنا ہے۔"

"کوئی بات نہیں... سن تو لیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں... تم رخ اس طرف کر لو۔"

"آپ کی مرضی... اب ہوگا یہ کہ نہ تو آپ بنگال پہنچیں گے، نہ پاک لینڈ... البتہ ایک ایسی جگہ ضرور پہنچ جائیں گے... کہ اس جیسی سرزمین آپ لوگوں نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔"

"واہ... اس سے بہتر بات کیا ہوگی... اسی بہانے ہم دنیا کا ایسا حصہ دیکھ لیں گے۔"

"آپ کی مرضی..." اس نے منہ بنایا اور سمت تبدیل کرنے لگا... آخر جہاز اس سمت میں چل پڑا...

"شکریہ... اب ہم اطمینان سے سفر جاری رکھ سکیں گے۔"

"لیکن اس کا فائدہ کیا ہوگا... وہاں آپ لوگ کچھ نہیں کر سکیں گے... وہاں سمندر کے اوپر گلیشیئرز ہیں... اتنے بڑے کہ لگتا ہے... انہوں نے پورے سمندر کو ڈھانپ لیا ہے... اور سارا سال وہ گلیشیئر جوں کے توں رہتے ہیں... وہاں درجہ حرارت گرتا نہیں۔"

"واہ... اب تو اس جگہ کو دیکھنے کو جی چاہنے لگا۔" منور علی خان نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن؟"

کپتان کا یہ لیکن بہت زوردار تھا... وہ سب چونک کر اسی کی طرف دیکھنے لگے۔

☆...☆...☆

تیسری بات

چند لمحے تک وہ کپتان کی طرف دیکھتے رہے، پھر انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا:

"آپ کا یہ لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔" کپتان مسکرایا۔

"چلیے اگر آپ غور کی دعوت دینے پر تل ہی گئے ہیں تو اب کر لیتے ہیں غور۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"خوش تو اس طرح ہو رہے ہو جیسے انہوں نے شاندار کھانوں کی دعوت دی ہو۔" آفتاب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اوہو بھائی... کچھ میرا بھی خیال کرو۔" پروفیسر داؤد نے بلبلا کر کہا۔

سب مسکرا دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ہاں! آپ نے بتایا نہیں... ہم نے کس بات پر غور نہیں کیا۔"

"یہ سفر اتنا نزدیک نہیں... بہت طویل ہے... ہم وہاں پہنچ

تو جائیں گے... واپس کس طرح آئیں گے... آپ نے اس پر غور نہیں کیا۔"

"کیوں... کیا گلیشیرز ہمیں روک لیں گے۔" مکھن نے بوکھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی... وہ ہمیں کیوں روکنے لگے۔"

"تب پھر... کیا چیز روکے گی ہمیں۔"

"جہاز کا تیل... جو وہاں پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے گا۔" کپتان مسکرایا۔

"اوہ... اوہ۔"

"... گلیشیروں پر فلنگ اسٹیشن نہیں ہوتے۔" کپتان ہنسا۔

"آپ نے بہت پتے کی بات یاد دلا دی... آپ کے اس لیکن کا شکریہ... لیکن پھر آپ ہی بتائیں... ہم کہاں جائیں۔"

"اپنے ملک ہی چلیں... آپ وہیں جانا چاہتے ہیں نا۔"

"ہم ضرور وہاں جانا چاہتے ہیں... لیکن روڈی اس قدر آسانی سے وہاں نہیں جا سکتا... اس میں ضرور کوئی چکر ہے... بس ہم اس چکر کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اگر آپ انہیں وہاں لینڈنگ دے سکتے ہیں اور آپ کے ملک کے صدر نے گارنٹی دے دی ہے کہ آپ لوگ کوئی چال نہیں چلیں گے... تو بھلا وہ کیوں نہیں جائیں گے۔"

"میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ نہیں جانا پسند کریں گے... میرے ین کا بھی یہی خیال ہے لہٰذا کیوں نہ ہم ایسی جگہ چلیں... جہاں نے ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... یار کامران مرزا... کیا یہ گانے کا وقت ہے۔" ی خان جل گئے۔

"میں نے گایا نہیں... گنگنایا ہے۔" انہوں نے منور علی گھورا۔

"بس سوری... تم تو گھورنے لگے... آنکھوں ہی آنکھوں ا جاؤ گے کیا..."

"ہاں ابا انکل... اب یہی کرنا ہو گا... آپ چھوٹے نہ سہی... ے سہی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا... اور ان پر چھلانگ لگا دی۔

ارے ارے... کیا ہو گیا ہے بھائی... کہیں دماغ تو نہیں یا... لیکن ابھی تو گلیشیرز کی وادی بھی نہیں آئی۔" منور علی خان لا کر کہا اور ان کی زد سے بچنے کے لیے پیچھے گر کر لڑھک گئے۔

انسپکٹر کامران مرزا اپنی جھونک میں آگے نکل گئے اور بری کپتان سے ٹکرائے... ان کا سر اس کے سر سے لگا... اس کے منہ چیخ نکل گئی...

"آپ کا کیا مطلب انکل... کیا جب گلیشیرز کی وادی میں جائیں گے تو ہمارے دماغ چل جائیں گے۔"

"پپ پتا نہیں... ارے ایا اس بھائی کپتان کو کیا ہوا۔"
"گر گیا ہے... حد ہوگئی... بھلا کوئی تک ہے گرنے کی۔
گرنا ہی تھا تو کسی اچھی جگہ تو گرتا... یار لوگ کیا کہیں گے... گرا بھی تو
جہاز کے انجن میں..." آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔
"کوئی جلا رہ تو نہیں گیا۔" فاروق نے جل کر کہا۔
"باقی تم کہہ لو... کوئی اعتراض نہیں۔" آفتاب مسکرایا۔
"منور علی خان مستول پر چڑھ جاؤ... میں سمت تبدیل کروں
گا... تم دیکھتے رہنا۔" خان رحمان بولے۔
"اچھی بات ہے۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔
"کیا دیکھتے رہنا۔" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔
"تیل دیکھتے رہنا... تیل کی دھار دیکھتے رہنا۔"
"حد ہوگئی... یہ تم کیا کر رہے ہو... بے چارے کپتان کو بے
ہوش کر دیا۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔
"وہ خود بے ہوش ہو گیا پروفیسر انکل... شاید اس کا بہت دل
چاہ رہا تھا... آپ نے دیکھا نہیں... ادھر انکل اس سے ٹکرائے
ادھر وہ بے ہوش ہو گیا..." فاروق نے فوراً کہا۔
"ہاں واقعی... کم از کم اتنی جلدی تو اسے بے ہوش نہیں ہونا
چاہیے تھا۔"
اب خان رحمان آگے بڑھے اور انہوں نے اپنا کام شروع کیا

کر دیا... وہ جہاز کی سمت تبدیل کرتے چلے گئے... آخر انہوں نے
منور علی خان کو واپس آتے دیکھا... ان کا چہرہ ستا ہوا تھا... پلک تک
نہیں جھپک رہے تھے۔
"شاید تم اچھی خبر نہیں لائے۔" خان رحمان بولے۔
"ہاں! جہاز کی سمت تبدیل نہیں ہوتی... یہ سٹیئرنگ فرضی ہے،
اس کا کنٹرول روم کہیں اور ہے... یا پھر یہ مکمل طور پر ریموٹ کنٹرول
ہے... اور جو سمت اس پر مقرر کی جا چکی ہے... یہ بس اسی سمت میں
جائے گا... ہم چاہے لاکھ سمت تبدیل کریں... اور اس کا مطلب
ہے... جہاز بنگال کی طرف بڑھ رہا ہے... بنگال کے علاوہ یہ کسی سمت
میں جا ہی نہیں سکے گا۔"
"اُف... نہیں۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔
"لیکن ہم روڈی پر دباؤ ڈال کر سمت تبدیل کرا سکتے ہیں...
پہلے تو ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی... اب معلوم ہو چکی ہے... لہٰذا ہم
اوپر چڑھ کر دیکھ لیں گے... سمت تبدیل ہوئی ہے یا نہیں۔" فرحت
نے جلدی جلدی کہا۔
"میرا خیال ہے... ایسا نہیں ہو سکے گا۔" انسپکٹر جمشید نے
تھکے تھکے انداز میں کہا۔
"لیکن کیوں انکل۔"
"ہم ایک بات بھول گئے تھے... اور وہ یہ کہ ہمارا مقابلہ

روڈی سے ہے جو پوری دنیا کو انگلیوں پر نچا رہا ہے۔"

"لیکن اب تو ہمیں یہ بات یاد آ گئی ہے۔" رفعت نے منہ بنایا۔

"بہت دیر سے آئی ہے... اس وقت تک جہاز کی سمت متعین کی جا چکی ہے۔"

"اوہو... آخر ہم روڈی پر دباؤ ڈال کر سمت کیوں تبدیل نہیں کرا سکتے... ویسے ہم اسے بم چلانے کی دھمکی دے سکتے ہیں۔"

"اب وہ اس دھمکی میں نہیں آئیں گے... اس لیے کہ۔" وہ کہتے کہتے رک گئے... باقی لوگ بے چینی کے عالم میں اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہاں! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں... اب وہ اس دھمکی میں نہیں آئیں گے۔"

"آخر کیوں..."

"انہوں نے پہلے سے منصوبہ بندی کر لی تھی... وہ جانتے تھے، یہ لمحات آ سکتے ہیں۔"

"آخر انہوں نے اس کا کیا توڑ کیا ہو گا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"منور علی خان... تم ذرا روڈی کو کمرے میں لے آؤ۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے کہا اور چلے گئے... جلد ہی ان کی واپسی ہوئی...
ن روڈی ان کے ساتھ نہیں تھا... ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"جہاز پر روڈی اور روڈی کے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں
ہے... گویا اب یہاں صرف کپتان ہے... اور وہ کچھ نہیں کر سکتا...
اس جہاز کو یہاں سے کنٹرول کیا ہی نہیں جاتا... یہ فرضی کپتان ہے...
اور یہ فرضی انجن روم ہے... اور جہاز کا رخ اس وقت بنگال کی سمت
ہے... روڈی وہاں ساحل پر ہمارا استقبال کرے گا... ہم نے ان
ان کو سمجھنے میں غلطی کی۔"

"اوف... اوہ... اب کیا ہو گا۔"

"جب تک انہیں کیمسٹس نہیں مل جاتیں... اس وقت تک یہ
ارے خلاف کچھ نہیں کریں گے... ان کا اصل مسئلہ کیمسٹس ہیں۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"ہم سمجھ رہے تھے... اب چند دن بعد ہم اپنے ملک میں
ہوں گے اور مزے سے ان کیمسٹس کو دیکھ رہے ہوں گے... لیکن یہ
ت ایسے کہاں... بیگا لے کہیں کے۔" آفتاب نے جلے کٹے
ز میں کہا۔

سب لوگ مسکرا دیے... اور پھر تین دن بعد انہوں نے جہاز

کو ساحل پر لگتے دیکھا... فوراً ہی فوجیوں نے اسے مکمل طور پر گھیرے
میں لے لیا... پھر اسپیکر پر کہا گیا:

"ہم ہر طرح حفاظتی لباس میں ہیں... یہاں تک کہ کوئی بم
بھی اس وقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... لہٰذا آپ لوگ خود بخود جہاز
سے اتر آئیں... ورنہ آپ کو اچھے طریقے سے نہیں اتارا جائے گا...
پھر بیگال کے لوگ آپ کا تماشہ دیکھیں گے... آپ پر ہنسیں گے...
پورا بیگال آپ کا مذاق اڑائے گا۔"

"ہوں... خیر... ہم آرہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اس لیے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا... وہ سب ساحل پر
آگئے... فوراً ہی ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔

"ابا جان! کم از کم آپ کا ایک اندازہ غلط ثابت ہوگیا...
استقبال کرنے کے لیے مسٹر رووڈی نہیں آئے۔"

"وہ آیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"جی کیا کہا... آیا ہے... لیکن ہمیں کیوں نظر نہیں آرہا۔"

"میک اپ میں ہے... لیکن تم اپنے کام سے کام رکھو..."
انہوں نے فوراً کہا۔

"جی اچھا۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

اور ادھر ادھر دیکھے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے... ایسے میں
ایک کڑک دار آواز ابھری:

"خبردار! رک جاؤ۔"

وہ رک گئے...

"وہ بم کہاں ہے... تم میں سے وہ جائے... جسے معلوم ہے
کہ بم کہاں ہے، وہ نکال کر لے آئے۔"

فرزانہ نے ان کی طرف دیکھا... انہوں نے سر ہلا دیا...
پھر فرزانہ نے آگے بڑھ کر کہا:

"میں وہ نکال لاتی ہوں۔"

"تم اس کے ساتھ جاؤ۔"

چار فوجی اس کے ساتھ جہاز پر چلے گئے... فرزانہ ان کے
ساتھ نچلی منزل میں آئی اور خفیہ جگہ سے بم نکال کر دے دیا۔
ان کے چہروں پر حیرت پھیل گئی... پھر وہ واپس ساحل پر
آئے... بم کو دیکھ کر ایک فوجی آفیسر نے حیران ہو کر کہا:

"یہ کہاں تھا۔"

"نچلی منزل کے ایک مصنوعی گلدستے میں۔"

"اوہ اچھا... خیر... اب ہم انہیں بتائیں گے... ہم سے ٹکر
لینے کا انجام کیا ہوتا ہے..."

"کوئی پروا نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"پروا تو آپ کو ہوگی۔"

"اللہ مالک ہے۔"

اب انھیں ایک بڑے کمرے میں لایا گیا... وہاں روڈی
موجود تھا۔

"خوش آمدید... آپ لوگوں کو یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی...
دراصل اس جہاز سے باہر نکل آنا... یا اس میں جانا... یہ ہمارے لیے
کچھ مشکل نہیں... آپ لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے... اب دیکھ
لیں... آپ لوگ کہاں ہیں۔"

"دیکھ رہے ہیں... آپ اپنا کام کریں۔"

"وہ تو خیر ہم کریں گے، کیسٹس کہاں ہیں، چور کون ہے؟"

"ان حالات میں ہم کیسٹس کے بارے میں نہیں بتائیں
گے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تب پھر کن حالات میں بتائیں گے۔"

"کیسٹس ہم آپ کو اپنے ملک میں دیں گے، آپ اس بات
کو لکھ لیں۔" انسپکٹر جمشید کی آواز میں ایک عجیب قسم کا ٹھہراؤ تھا... ان
سب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... اس لہجے کا مطلب تھا... ہر قسم
کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ...

"لیکن ایک بات آپ بھی لکھ لیں... کیسٹس ہم یہیں آپ
سے لیں گے... ان کو لینے کے لیے آپ کے ملک میں نہیں جائیں
گے۔"

"سوری... اس طرح تو بات نہیں بنے گی... ہاں اگر

"اول تو ہمیں یقین ہی نہیں... آپ کو کیسٹس کے بارے
میں معلوم ہے۔"

"میرا دعویٰ ہے... کہ معلوم ہے۔"

"اس دعوے کی آزمائش کیسے ہو۔"

"میری ایک تجویز ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"چلیے پھر بتائیں..." روڈی بھی شاید تنگ آیا ہوا تھا۔

"آپ اس جہاز کو گلیشیرز پر لے چلیں۔"

"کیا... کیا کہا..." روڈی چیخا۔

"کیوں... کیا ہوا۔"

"وہاں صرف موت ہے۔"

"اگر وہاں صرف موت ہے... تب پھر موت آپ کے لیے
ہی نہیں... ہمارے لیے بھی تو ہو گی... ہم چاہتے ہیں... وہاں صرف
آپ لوگ ہوں اور ہم لوگ ہوں..."

"اس کا کیا فائدہ ہو گا۔"

"وہاں ہم اطمینان سے چند کیسٹس دیکھیں گے اور پھر آپ
کے حوالے کر دیں گے۔"

"گویا دیکھے بغیر آپ کیسٹس نہیں دیں گے۔"

"ہرگز نہیں... اب تک سارا چکر اسی نکتے کی وجہ سے چل رہا

ہے... اگر دیکھے بغیر ہم دینے کے لیے تیار ہوتے تو پھر دیر کیوں کرتے؟ گیسٹس آپ کے حوالے کر کے اپنے ملک کو سدھار جاتے... لیکن... ہم دیکھنا چاہتے ہیں... آخر ان میں ہے کیا... چور جن کی قیمت آپ سے تین کھرب مانگ رہا ہے۔"

"میں اسے تین کھرب ڈالر دے دوں گا... لیکن آپ لوگوں کو گیسٹس دیکھنے نہیں دوں گا۔"

"حد ہوگئی... آخر ہو کیا جائے گا... اگر ہم دیکھ لیں گے۔"

"جس چیز کو ہم چودہ سو سال سے چھپاتے چلے آرہے ہیں... اس کو کیسے ظاہر کر دیں..." روڈی مسکرایا۔

"آپ خود سوچیں، ان حالات میں ہم ان کو دیکھنے کے لیے کس قدر بے چین ہو چکے ہوں گے۔"

"مجھے اس سے کیا... میری طرف سے آپ اسی بے چینی کے عالم میں مر جائیں..." اس نے جلا کر کہا۔

"ہم ان شاء اللہ یہ گیسٹس دیکھنے سے پہلے نہیں مریں گے۔"

"ان شاء اللہ۔" ان کے سب ساتھیوں نے کہا۔

"ان لوگوں کو الٹا لٹکا دیا جائے... سب کو... جب تک یہ نہ بتائیں... گیسٹس کہاں ہیں... اس وقت تک نہ کھولا جائے... زخم پر زخم لگاتے جائیں... زخموں پر نمک چھڑکا جائے... بلکہ نمک کا تیزاب چھڑکا جائے..." روڈی نے چیخ کر حکم دیا۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید پرسکون انداز ...بولے۔

"ہوگا... تم بتاؤ گے۔"

"نہیں! یہ صرف میں جانتا ہوں یا کامران مرزا کہ گیسٹس ...ں ہیں... ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو معلوم نہیں... لہٰذا ان ...یں کو تو الٹا لٹکانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"ضرورت ہے... ان کی چیخیں سن سن کر تم بتانے پر مجبور ...جاؤ گے۔"

"ایسا بھی نہیں ہوگا۔"

"ہم تجربہ کریں گے۔"

"آپ کی مرضی... لیکن آخر کار آپ گلیشیرز کی وادی میں ...نے پر مجبور ہوں گے یا پھر ہمارے ملک۔"

"اچھا! ہم ایسا کیوں نہ کر لیں... ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ...س وادی میں اتر جائیں۔" روڈی نے یہ کہتے ہوئے بغور ان کی ...ف دیکھا۔

جواب میں وہ مسکرا دیے اور پرسکون آواز میں بولے:

"میں سمجھ گیا... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں... آپ کا سوال ...جا ہے۔"

"لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" روڈی نے

بے چین ہو کر کہا۔

"مجرم اتنا کچا نہیں... کہ آپ اس جہاز سے کیسٹس برآمد کر لیں۔"

"کیا... کیا مطلب؟" سب ایک ساتھ چلائے۔

"ہم نے چونکہ اس جہاز کو ساتھ لے جانے کی شرط عاید کی تھی... لہٰذا مسٹر روڈی اس نتیجے پر پہنچے کہ کیسٹس اس جہاز میں ہی کہیں ہیں، لہٰذا انھوں نے اس بات پر یقین کرنے کے لیے سرسری انداز میں یہ کہا کہ اچھا ایسا کر لیتے ہیں کہ گلیشیئرز کی وادی میں بیلی کاپٹروں پر چلتے ہیں.. اب میرا جواب سنیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں، آپ جیسے جی چاہے... لے جائیں۔"

"کیا واقعی... گویا اس طرح بھی آپ لوگ کیسٹس ہمارے حوالے کر دیں گے۔"

"ہاں بالکل!" وہ مسکرائے۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔" ہڑبنگ نے مارے حیرت کے کہا۔

"کیوں جناب... ممکن کیوں نہیں۔"

"وہ کیسٹس اتنی تھوڑی نہیں کہ جہاز میں آ جائیں.... کئی کمرے ان سے بھرے ہوئے تھے... تب پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بیلی کاپٹرز کے ذریعے خالی ہاتھ گلیشیئرز کی وادی میں

یں... اور کیسٹس ہمارے حوالے کر دیں۔" ہڑبنگ نے جلدی سے کہا۔

"یہ ممکن ہے... تجربہ شرط ہے۔"

"میں تو اس کو بے وقوفی کہوں گا سر۔" اس نے روڈی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے... یا تو یہ لوگ پاگل ہو چکے ہیں... یا ہمیں پاگل سمجھتے ہیں۔"

"یہ دونوں باتیں نہیں ہیں... البتہ ایک تیسری بات ضرور ہے۔" آصف مسکرایا۔

"کیا کہا... تیسری بات۔" فاروق چونکا۔

"کیوں! تمھیں کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... ہے کوئی تک۔" آصف جھلا اٹھا۔

"بس... سوری۔" فاروق نے گھبرانے کی اداکاری کی۔

"آصف... تم کسی تیسری صورت کی بات کر رہے تھے۔"

"جی ہاں! بات یہ ہو رہی تھی کہ یا تو ہم خود پاگل ہیں یا انہیں ...ل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... اس لیے میں نے کہا کہ یہ دونوں ...ں نہیں ہیں... بلکہ ایک تیسری بات ہے... اور وہ یہ کہ ہم دونوں ...وپ دراصل یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون کتنے پانی میں ہے۔"

"اوہو...... ذرا سوچو... تم لوگ ہمارے ساتھ خالی ہاتھ
گلیشیئرز کی وادی میں جا رہے ہو، آخر تم وہاں گیسٹس کس طرح ہمارے
حوالے کرو گے۔"

"یہ ہماری ذمہ داری ہے... ہم چند گیسٹس دیکھنے کے بعد
تمام گیسٹس آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

"اوہو! گیسٹس وہاں ہوں گی ہی نہیں..."

"آپ کو اس سے کیا۔"

"نہیں... یہ پاگل پن ہے۔" روڈی نے زور سے سر کو جھٹکا۔

"تب پھر آپ رہنے دیں.. ہمیں ہمارے ملک بھیج دیں۔"

"اب یہ ممکن نہیں... ہاں گیسٹس اگر آپ ہمارے حوالے
کر دیتے ہیں تو ضرور آپ کو بھجوا دیا جائے گا۔"

"مسٹر برزبنگ! آپ کیا کہتے ہیں... اگرچہ ان کی بات پر
ایک فیصد بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے... یہ لوگ بس ہمارا وقت ضائع
کریں گے... وہاں جا کر کہہ دیں گے... گیسٹس فلاں جگہ ہیں...
وہاں سے نکلوا کر یہاں لے آئیں۔"

"ہم ایسا کیوں کریں گے بھلا۔"

"ان کے ذہن میں کوئی پلان ہوگا... ورنہ یہ اندھوں کو بھی
نظر آتا ہے کہ ان کے پاس وہ گیسٹس نہیں ہیں۔"

"لیکن ہمیں معلوم ہے، گیسٹس کہاں ہیں... یہ ہمارا دعویٰ
ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوکے... اب گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا... الٹا لٹکا
دیا جائے۔"

"جو مزاج یار میں آئے۔"

انہیں الٹا لٹکا دیا گیا... یہ بہت بڑا ہال تھا... اور شاید اسی قسم
کے کاموں کے لیے استعمال ہوتا تھا... چنانچہ وہ ایک لائن میں بڑے
شکنجے سے لٹکے ہوئے تھے۔

"مسٹر روڈی... میری ایک درخواست ہے۔" ایسے میں
انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

"بہت جلد ہمت ہار گئے انسپکٹر۔"

"یہ بات نہیں... ہمارے ساتھی پروفیسر داؤد بہت بوڑھے
ہیں... لہٰذا آپ انہیں نہ لٹکائیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... ویسے یہ کہہ کر آپ نے ہماری مشکل
آسان کر دی۔"

"کیا مطلب۔" وہ زور سے چونکے۔

"اب ہم سارا زور پروفیسر داؤد پر لگائیں گے... آپ ان
کی چیخیں سن کر سچ اگل دیں گے۔"

"جمشید! تم میری فکر نہ کرو۔"

''کک... کیوں نہ کروں۔''

''اچھا تو پھر آنکھیں اور کان بند کر لو۔''

''مجھے افسوس ہے... میں نے بلاوجہ بول کر آپ کو مشکل میں ڈال دیا۔''

''پرواہ نہ کرو جمشید۔'' وہ اس حالت میں بھی قدرے مسکرائے۔

''پروفیسر داؤد کے جسم پر اتنے زخم لگائے جائیں کہ انسپکٹر جمشید کی روح تک چیخ اٹھے۔''

''دیکھتے جائیں۔''

جلد ہی لوہے کی سرخ سلاخیں پروفیسر داؤد کی طرف بڑھنے لگیں۔

''خبردار جمشید... مضبوط رہنا... میری وجہ سے تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں۔'' پروفیسر داؤد پرسکون آواز میں بولے۔

''پروفیسر صاحب۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے مارے غم کے نکلا۔

اور پھر ہال میں پروفیسر داؤد کی بھیانک چیخیں گونجنے لگیں... انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

''ہاں انسپکٹر جمشید... گیسٹس کہاں ہیں۔''

''گلیشیر زکی وادی میں۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''فضول باتیں نہ کرو۔'' روڈی چلایا۔

''مجھے فضول باتیں کرنے کی عادت نہیں... آپ ہمیں ...زکی وادی میں لے چلیں اور گیسٹس ہم سے لے لیں... آخر یہ ...رنے میں کیا مشکل ہے۔'' انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

''اور جائیں گے بھی ہیلی کاپٹر میں۔'' روڈی نے حیران ...ا۔

''ہاں بالکل۔''

''تم جیسے عجیب لوگ آج تک نہیں دیکھے... اس بات کا ایک ...امکان نہیں کہ گیسٹس وہاں ہوں... پھر بھی اس بات پر ضد کر رہے ...''

''یہی تو میں کہتا ہوں... ہم لوگ آپ کے قبضے میں ہیں... ...اسی حالت میں گلیشیر زکی وادی میں لے چلیں... ہم گیسٹس آپ ...ے دیں گے... نہ دیں تب کیا ہوگا۔''

''انسپکٹر جمشید آپ پاگل ہیں اور تمام انسانوں کو ہم پاگل ...کرتے رہے... اس لیے کہ کچھ دیر پہلے یہی بات آپ اپنے ملک ...لیے کہہ رہے تھے کہ آپ کو آپ کے ملک لے جایا جائے... ...آپ گیسٹس ہمارے حوالے کر دیں گے... اب آپ کہہ رہے ...گلیشیر زکی وادی میں لے چلیں، وہاں گیسٹس ہمارے حوالے کر دیں ...ے... آخر یہ کیسے ممکن ہے۔'' روڈی پوری قوت سے چیخا۔

"یہ عین ممکن ہے..." انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"نہیں نہیں نہیں۔" روڈی نے سر پکڑ لیا۔

"سر! آپ پریشان نہ ہوں اور میری ایک تجویز پر غور

کریں۔" ایسے میں ہزبنگ نے کہا۔

"چلیے مسٹر ہزبنگ، پھر آپ ہی بتائیں... کیا کرنا ہے۔"

"آپ یہیں ٹھہریں... صرف مجھے ان کے ساتھ گلیشیرز کی

وادی میں بھیج دیں..."

"آپ کا مطلب ہے... ہیلی کاپٹر پر۔"

"ہاں بالکل..."

"اس سے کیا فرق پڑ جائے گا... یوں تو میں بھی آپ کے

ساتھ جا سکتا ہوں۔"

"ان کی پاگل کر دینے والی باتوں سے تو آپ کو نجات مل

جائے گی۔" ہزبنگ مسکرایا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے... آپ کی بات دل کو لگتی ہے مسٹر

ہزبنگ! آپ ہیلی کاپٹر پر ان کے ساتھ وہاں چلے جائیں... مجھے کوئی

اعتراض نہیں۔"

"شکریہ سر... بات کسی رخ پر تو بیٹھی... آپ ہمیں بھجوانے

کا انتظام کریں۔"

"بہت اچھا۔"

دو گھنٹے بعد وہ ہزبنگ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار گلیشیرز کی

وادی میں کا رخ کر رہے تھے اور ہر کوئی سوچ رہا تھا... گلیشیرز کی

وادی میں کیا ہوگا... انسپکٹر جمشید کیپسنس کہاں سے ان کے حوالے کریں

☆...☆...☆

برف کی موت

ان کا سفر تین گھنٹے جاری رہا... پھر انہیں ہر طرف برف ہی
برف نظر آنے لگی... برف کے پہاڑ... پہاڑوں کے دامن میں برف
میدان... جب کہ وہ سمندر سے اوپر تھے... پانی انہیں کہیں بھی نظر نہیں
آیا تھا۔

"یہ تو برف کی دنیا نظر آتی ہے۔"

"ہاں! یہاں سوائے برف کے اور کچھ نہیں ہے... اگرچہ ہم
سمندر سے اوپر ہیں... اگر ہم بڑے بڑے برموں کے ذریعے اس
برف میں سوراخ کریں تو وہ برمے ضرور پانی تک پہنچ سکتے ہیں۔"
ہڑ بنگ نے کہا۔

"حیرت ہے... کمال ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"حیرت تو مجھے آپ پر ہے... آپ یہاں کیپسٹس کہاں سے
دیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں... کیپسٹس ہم ساتھ لیے پھر رہے ہیں...
مطلب یہ کہ ہم جہاں جائیں گے... کیپسٹس ساتھ جائیں گی۔"

"کیا... نہیں... ایک اور گپ چھوڑ دی آپ نے... اس
ن میں کہیں آپ لوگوں نے جھوٹ کے ریکارڈ توڑنے کا عہد تو نہیں
ی۔" ہڑ بنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں! جھوٹ سے تو ہم ویسے ہی نفرت کرتے ہیں۔"

ت مسکرائی۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے ہم برف پر اتر رہے ہیں... یہاں
وں طرف برف کے سوا کچھ نہیں... آخر آپ یہاں کیپسٹس کیسے
ش کریں گے۔" ہڑ بنگ نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب... کس کی ضرورت نہیں۔"

"کیپسٹس کو تلاش کرنے کی... ہم آپ کو بتا چکے ہیں...
پسٹس ہمارے ساتھ ہیں۔"

"اس سے زیادہ فضول بات میں نے آج تک نہیں سنی۔"

"چلیے شکر کریں، آج تو سن لی۔" شوکی مسکرایا۔

"آپ لوگ کھیل کیا کھیل رہے ہیں... یہ بتائیں۔" اس
نے بھنا کر کہا۔

"ہیلی کاپٹر سے تو اترنے دیں... اس وادی کا جائزہ تو لینے
دیں... ویسے اس قسم کی وادی سے ہمارا واسطہ پڑ چکا ہے... پتا نہیں
اس وقت کون سے بین الاقوامی مجرم سے ہمارا واسطہ تھا۔" فرزانہ نے

سوچتے ہوئے کہا۔

"ہوگا جیرال ویرال..."

"بھئی واہ... یہ نام تو رہ ہی گیا تھا۔" فاروق چونکا۔

"کون سا نام؟" آفتاب نے اسے گھورا۔

"یہی ویرال۔" وہ مسکرایا۔

"خدا کا شکر ہے..." محسن بول اٹھا۔

"یوں تو ہر حالت میں، ہر وقت خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے...
لیکن خاص اس وقت تم نے کیوں کہا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"فاروق نے نہیں کہا... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... بھلا اس بات پر بھی خدا کا شکر ادا کرنا
چاہیے۔" محمود جھلا اٹھا۔

"ابھی خود ہی کہہ رہے تھے... یوں تو ہر حالت میں، ہر وقت
خدا کا شکر کرنا چاہیے... اور اب کہہ رہے ہیں، یہ بھی کوئی شکر کرنے کی
بات ہے۔"

وہ سب مسکرا دیے... ادھر ہیلی کاپٹر برف پر اتر گئے۔

"کیا یہاں اس کے پہیے برف میں نہیں دھنسیں گے۔"

"نہیں! یہاں برف پتھر کی طرح سخت ہے۔"

"خوب... اگر ہم دوڑتے چلے جائیں... میرا مطلب ہے،
برف پر دوڑتے چلے جائیں تو کیا پانی تک پہنچ جائیں گے۔"

"ظاہر ہے... ایک مقام تو ایسا آ ہی جائے گا... جہاں برف
...ی گلے ملتے نظر آئیں گے۔" ہزبنگ نے کہا۔

"واہ... کیا شاعرانہ جملہ ہے... برف اور پانی گلے ملتے
...یں گے۔" منور علی خان نے تعریف کی۔

"شکریہ۔" ہزبنگ خوش ہو گیا۔

"مسٹر ہزبنگ! آپ سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔"

"کیسی غلطی؟"

"آپ ہمارے ساتھ بالکل تنہا آ گئے... اپنے ایک ساتھی کو
...ساتھ نہیں لائے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"ہم اگر آپ پر اچانک حملہ کر دیں تو آپ کچھ بھی نہیں
...یں گے۔"

"مجھے مار کر آپ کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔" وہ
...رایا۔

"ہوں واقعی... کیا ہم ادھر ادھر دوڑ بھاگ کر دیکھ سکتے
...۔" فاروق بولا۔

"ضرور... کیوں نہیں... لیکن میں آپ کا ساتھ نہیں دے
...وں گا۔" اس نے منہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں۔"

اور پھر وہ ادھر ادھر دوڑتے چلے گئے... چھوٹے ہی نہیں بڑے بھی دوڑ پڑے، البتہ پروفیسر داؤد ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چلے گئے... وہاں صرف ہڑبنگ کھڑا رہ گیا... یا پھر ہیلی کاپٹر کا پائلٹ لیکن وہ ہیلی کاپٹر سے نیچے نہیں اترا تھا... جونہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئے... وہ دوڑ کر ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گیا اور بولا:

"فوراً اڑ چلو۔"

"جی... کیا مطلب... انہیں یہاں چھوڑ کر۔"

"انہیں سبق سکھانا ہے... بہت بڑھ چڑھ کر بولتے ہیں... تم نے اب تک ہیلی کاپٹر کو اوپر نہیں اٹھایا۔" ہڑبنگ غرایا۔

"سوری!" اس نے کانپ کر کہا اور ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگا... جب کافی بلند ہو گیا تو انہوں نے ان لوگوں کو دوڑ کر اس کے نیچے آتے دیکھا... وہ بے تابانہ انداز میں ہاتھ ہلا رہے تھے... چلا رہے تھے۔

"مسٹر ہڑبنگ یہ کیا... یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔"

ہڑبنگ نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں... البتہ پائلٹ سے بولا:

"مسٹر پائلٹ ادھر آئیں میرے پاس۔"

"جی... کیا کہا... آپ کے پاس آؤں... سٹیرنگ چھوڑ کر۔"

"ہاں! آپ آئیں۔"

پائلٹ اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"وہ دیکھو... بالکل پاگلوں کی طرح اچھل کود رہے ہیں۔"

"وہ تو میں اپنی سیٹ پر سے بھی دیکھ رہا تھا سر۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میں ہیلی کاپٹر اڑانا جانتا ہوں... لہٰذا۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"لہٰذا کیا؟"

"لہٰذا میں جا رہا ہوں... تم بھی ان لوگوں کے پاس رہو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ہڑبنگ نے اسے دھکا دے دیا... پائلٹ کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی، اس کا جسم تیر کی طرح نیچے چلا اور برف پر گرا، اس کے منہ سے نکلنے والی آخری چیخ اور زیادہ ہولناک تھی... ہیلی کاپٹر مسلسل اوپر اٹھ رہا تھا... وہ ہڑبنگ کو ہاتھ ہلاتے دیکھ رہے تھے...

آخر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا... انہوں نے سر نیچے کر لیے، اب انہوں نے دیکھا... پائلٹ مر چکا تھا... اس کے سر کی پشت سے بہنے والے سرخ سرخ خون سے برف رنگین ہوتی جا رہی تھی... برف پر بہنے والا خون ساتھ ہی جمتا جا رہا تھا۔

اسی لمحے انہیں شدید سردی کا احساس ہوا؟

"ارے باپ رے... ہم تو بھول گئے... یہاں کا درجہ حرارت تو ہمیں فوراً موت کی نیند سلا دے گا۔" پروفیسر داؤد کانپ

گئے۔

"آخر یہ ہڑ بنگ نے کیا کیا؟"

"ہم ابھی تک سمجھ نہیں سکے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور شاید سمجھ بھی نہ سکیں... کیونکہ موت اس سے پہلے ہی آ دبوچے گی... فرزانہ کہاں ہو تم۔" انسپکٹر جمشید پکارے۔

"م... میں... نہیں ہوں۔" فرزانہ ہکلائی۔

"کیا کہا... فرزانہ... میں نہیں ہوں... تم نے تو آج تک اس سوال کے جواب میں صرف اور صرف یہی کہا ہے... میں حاضر ہوں۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! لیکن آج میں کہتی ہوں... میں نہیں ہوں۔"

"مطلب یہ کہ ان حالات میں تمہیں دور دور تک کوئی ترکیب سجھائی نہیں دے رہی۔" آصف نے منہ بنایا۔

"تم یہ کہہ سکتے ہو..." اس نے کہا۔

"فرحت تم بتاؤ... یہ محترمہ تو گئیں کام سے۔"

"ن... نہیں۔" فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"میرا دماغ سن ہوتا جا رہا ہے۔"

"گویا تم بھی کچھ نہیں سوچ سکو گی۔"

"ن نہیں۔" اس نے پرزور انداز میں کہا۔

"اپنے نن نہیں کو اپنے پاس رکھو۔" آصف چیخا۔

"رفعت! میدان میں آؤ۔"

"یہاں میدان کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں... لہٰذا میدان
[illegible]ے آؤں۔" رفعت منمنائی۔

"حد ہو گئی... ان تینوں نے تو گھٹنے ٹیک دیے۔" شوکی بولا۔

"تو تم لوگ عقلوں کو ہاتھ کیوں نہیں مارتے۔"

"حد ہو گئی... حد ہو گئی۔" پروفیسر داؤد نے لرزتی آواز میں
[illegible]

"جی... کیا مطلب... یہ دو محترمہ کس سلسلے میں ہو گئیں۔"
[illegible]رحمان بڑبڑائے۔

عین اس لمحے انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔

"ہائیں... یہ ہمارے کان تو نہیں بج رہے۔"

"نہیں... وہ دیکھو... وہ رہا ہیلی کاپٹر... شاید مسٹر ہڑ بنگ
[illegible]پنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے... مطلب یہ کہ اگر ہم سب مارے
[illegible]تو انہیں کون بتائے گا کہ کیسٹس کہاں ہیں۔"

"ہاں شاید! یہی بات ہے۔" منور علی خان بولے۔

ادھر ہیلی کاپٹر مسلسل نیچے آ رہا تھا... اب وہ مسلسل نیچے آ رہا
[illegible]پھر انہیں ہڑ بنگ نظر آنے لگا... وہ کھڑکی سے جھانک کر ان کی
[illegible] دیکھ رہا تھا۔

"خیر تو ہے مسٹر ہڑ بنگ آپ واپس آ گئے۔" آفتاب بولا۔

"ارے ارے، کیا کرتے ہو... بڑی مشکل سے تو واپس آئے ہیں اور تم انہیں سر بنگ کہہ رہے ہو... برا مان کر اگر واپس چلے گئے تو؟" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تو چلے جائیں... ہمارا کیا جاتا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"ہمارا کیا جاتا ہے... ارے بھائی ہم جان سے چلے جائیں گے۔" فرحت نے آنکھیں نکالیں۔

"حد ہو گئی... انہیں ان حالات میں بھی مذاق کی سوجھ رہی ہے۔"

"یہ سب کچھ مسٹر روڈی کے پروگرام کے مطابق ہوا۔"

"کیا مطلب؟ اس میں مسٹر روڈی کا پروگرام کہاں سے نکل آیا۔"

"اب تم بے بس ہو... مکمل بے بس۔"

"ہم تو ہمیشہ سے بے بس چلے آ رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"سنو فوراً بتا دو، کیپسٹس کہاں ہیں... ورنہ ہیلی کاپٹر پھر اوپر اٹھ جائے گا۔"

"سوری۔" انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیا... کہا... سوری... یعنی نہیں بتاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں... آپ پہلے نیچے آ جائیں... پھر بتائیں گے۔"

"کیوں... موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"موت قبول ہے... وہ آ کر رہے گی۔"

"تو میں جاتا ہوں۔"

"ہاں! جائیں۔"

"گویا تم نہیں بتاؤ گے۔"

"نہیں بتائیں گے، لیکن تم نے اپنے پائلٹ کو کیوں مار ڈالا۔"

"بس ایسے ہی موڈ بن گیا تھا اس کو مارنے کا۔" وہ ہنسا۔

"حیرت ہے... کمال ہے... ایک انسان کو بلاوجہ مار ڈالنے کا موڈ بنا لیتے ہیں آپ لوگ۔"

"ہاں... اچھا تو پھر میں چلا۔"

"جائیے آپ... جائیے۔"

ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگا۔

"یہ... یہ کیا جمشید... کیا ہم نے واقعی موت کا سودا کر لیا۔"

"نہیں... وہ آئے گا... پھر آئے گا۔"

"ایک منٹ مسٹر ہڑ بنگ ایک منٹ۔" ایسے میں فرزانہ چلا اٹھی۔

ہزبنگ نے چونک کر نیچے دیکھا... پھر ہیلی کاپٹر نیچے اترتا نظر
آیا۔

"کیا ہے فرزانہ۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ایک منٹ ابا جان!" وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

"دیکھو... گڑبڑ نہ کر دینا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"میں محمود نہیں۔" اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"گویا گڑبڑ میں کرتا ہوں۔" محمود بھنا اٹھا۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔" وہ مسکرا دی۔

باقی لوگ بھی مسکرانے لگے... جب کہ محمود کا منہ بن گیا...
اتنے میں ہیلی کاپٹر کافی حد تک نیچے آ کر رک گیا۔

"ہاں! بتائیں... کیا بات ہے۔"

"آپ انہیں چھوڑیں... مجھے ساتھ لے چلیں... میں بتاؤں
گی... کینسٹس کہاں ہیں۔"

"کیا!!!" سب ایک ساتھ چلائے۔

"نن نہیں۔" انسپکٹر جمشید غرائے۔

"میں مرنا نہیں چاہتی... وہ بھی برف کی موت۔" فرزانہ
چلائی۔

"کیا... کیا کہا... برف کی موت۔" فاروق چیخا۔

"ہاں! برف کی موت... کیوں... تمہیں کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... حد ہو گئی... توبہ ہے... انہیں ان حالات میں
ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں۔" کئی چھوٹے بول اٹھے۔

"فاروق... چپ۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"جی... جی اچھا... اب نہیں بولوں گا... بولا تو آپ کان
پکڑ کر یہاں سے نکال دیجیے گا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کہاں سے نکال دیجیے گا... دماغ تو نہیں چل گیا... یہاں
نکال دینے کی جگہ کہاں ہے۔" آصف نے بھنا کر کہا۔

"سوری... ڈبل سوری۔" اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔

"ہاں فرزانہ صاحبہ... آپ بات کریں، ویسے آپ کی بات
مجھے پسند آئی۔"

"بلا وجہ انسان کیوں موت کو دعوت دے۔"

"خبردار فرزانہ... ایک لفظ نہ بتانا۔" انسپکٹر کامران مرزا
غرائے۔

"جی... اچھا نہیں... بتاؤں گی۔" وہ بڑبڑائی۔

"یہ کیا بات ہوئی... پھر مجھے کیوں بلایا تھا۔"

"آپ کو پوری بات بتاؤں گی... بس ایک لفظ نہیں بتاؤں
گی۔"

"کیا... فرزانہ یہ تم کہہ رہی ہو۔" شوکی چیخا۔

"آپ اپنے کانوں کا علاج کرائیں..." فرزانہ نے پرسکون آواز میں کہا۔

"حد ہوگئی... اب یہاں ڈاکٹر کہاں سے لائیں۔"

"میں سمجھ گیا... تم کوئی چال چلنے کے چکر میں ہو... میں جا رہا ہوں۔"

"نہیں... میں آپ کے ساتھ جاؤں گی... آپ رسی کی سیڑھی لٹکا دیں۔"

"ک... کیا... واقعی۔"

"ہاں واقعی۔"

"لیکن رسی کی سیڑھی پر تو یہ لوگ بھی چڑھ آئیں گے۔" ہزبنگ نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ ہاتھ میں پستول لے لیں۔"

"حد ہوگئی... آج یہ دشمنوں کو ترکیبیں بتانے پر اتر آئی ہے۔" فاروق چیخا۔

"اتر کہاں آئی ہوں... میں تو چڑھ رہی ہوں۔" وہ ہنس دی۔

"ٹھیک ہے... میں پستول ہاتھ میں لے رہا ہوں... رسی کی سیڑھی لٹکا رہا ہوں... صرف فرزانہ چڑھے گی... اگر کسی اور نے رسی کو چھونے کی کوشش کی تو بے موت مارا جائے گا اور میرا خیال ہے...

...لوگوں کو بے موت مارے جانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

"حد ہوگئی..." آفتاب جھلا اٹھا۔

اسی وقت سیڑھی لٹکنے لگی۔

"فرزانہ ہوش کرو... کیا کرنے جا رہی ہو... کیا تم ہم ...سے غداری کرو گی۔" خان رحمان چلائے۔

"بات یہ ہے انکل... میں مرنا نہیں چاہتی۔" اس نے کہا۔

"لیکن یہ بات تمہارے اختیار میں کہاں ہے... جب موت ...گی... آ کر رہے گی۔"

"آپ مجھے فلسفہ نہ پڑھائیں... یہاں اور تھوڑے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے، فلسفہ سکھانے کے لیے یہاں اور تھوڑے ...

عین اس وقت رسی کی سیڑھی نیچے تک آ گئی... وہ سب بتوں ...طرح کھڑے تھے... فرزانہ فوراً اس پر چڑھنے لگی...

"یہ تم اچھا نہیں کر رہی ہو فرزانہ۔" پروفیسر داؤد نے بھرائی ...آواز میں کہا۔

"تب پھر آپ وعدہ کریں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا کہا... میں وعدہ کروں... کیسا وعدہ۔"

"یہ کہ آپ آئندہ بھوک کی شکایت نہیں کریں گے... چاہے

آپ کو کتنی ہی بھوک کیوں نہ لگی ہو۔"

"اوہ... بھبھوک... وہ... وہ تو اس وقت بھی لگی ہوئی ہے۔"
وہ بوکھلا اٹھے۔

"یہ کیا بات ہوئی مس فرزانہ... آپ اوپر بھی آ رہی ہیں اور
پروفیسر داؤد سے شرط بھی منوا رہی ہیں۔"

"تت... تمہارا مطلب ہے فرزانہ! اگر میں یہ وعدہ کر لوں تو
تم واپس آ جاؤ گی۔"

"ہاں! بالکل... لیکن آپ اس سے پہلے پہلے وعدہ کر لیں۔"

"کک... کس سے پہلے پہلے؟" پروفیسر بولے۔

"اس سے پہلے پہلے کہ میں اوپر پہنچ جاؤں..." یہ کہہ کر
فرزانہ اور زیادہ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" ہز بنگ نے بھنا کر کہا۔

"اگر میرے ہیلی کاپٹر پر پہنچنے سے پہلے پہلے انہوں نے وعدہ
کر لیا... تب تو میں واپس لوٹ جاؤں گی... ورنہ ہیلی کاپٹر پر آ جاؤں
گی۔"

"ہے کوئی تک؟" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

"آج تک کے بغیر گزارا کر لیں۔" فرزانہ ہنسی۔

"میں تمہیں معاف نہیں کروں گا فرزانہ۔" انسپکٹر جمشید نے
گویا اعلان کیا۔

"اچھی بات ہے..." فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب... یہ کیا کہا تم نے۔" فاروق چلا اٹھا۔

"میں نے کہا ہے... اچھی بات ہے... میرا مطلب ہے...
معاف کیجیے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"یہ تم کہاں سے بول رہی ہو۔"

"ہاں! یہ میری اپنی آواز ہے... جو آپ کے کانوں تک پہنچ
رہی ہے۔"

"اچھی بات ہے فرزانہ۔" انسپکٹر کامران مرزا غرائے۔

"تو میں نے کب کہا... کہ بری بات ہے۔"

"حد ہو گئی... حد ہو گئی۔" منور علی خان چلائے۔

عین اس وقت فرزانہ ہیلی کاپٹر کے دروازے پر پہنچ گئی...
ہز بنگ نے اسے سنبھالنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا... فرزانہ نے
سی کے ڈنڈے پر سے ایک ہاتھ ہٹایا اور اس کی طرف بڑھایا... ادھر
ہز بنگ کا ہاتھ آگے بڑھ چکا تھا... فرزانہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا...
ایسے میں نیچے سے پروفیسر داؤد چلائے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں فرزانہ۔"

عین اس لمحے ہز بنگ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... وہ نیچے
کی طرف چلا اور دھم سے برف پر گرا... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا
نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے چھاپ بیٹھے...

اُدھر فرزانہ نے چیخ کر کہا:

"انکل خان رحمان... جلدی اوپر آ جائیں۔"

"ارے باپ رے۔" خان رحمان بوکھلا اٹھے... پھر دوڑ کر سیڑھی تک پہنچ گئے اور بلا کی رفتار سے اوپر چڑھنے لگے... جونہی انہوں نے ہیلی کاپٹر پر قدم رکھا... فرزانہ نے سیڑھی اوپر کھینچ لی۔

"واہ فرزانہ واہ۔"

"اور ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ سب مجھے کیا کہہ رہے تھے۔"

"وہ تو ہم ڈراما کر رہے تھے... اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے، تمہیں کیمسٹس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تو تم ہڑبنگ کو بتاؤ گی کیا۔" خان رحمان ہنسے۔

"اور بے چارہ ہڑبنگ انکل کامران مرزا کے قابو..."

فرزانہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

اسے ہیلی کاپٹر میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

☆...☆...☆

آپ کے خطوط

اشتیاق انکل۔

السلام علیکم! آج کل کے اس پر آشوب دور میں ہم مسلمانوں کو بہکانے کے لیے کافروں نے عجیب عجیب سے حربے استعمال کیے ہوئے ہیں۔ کہیں پر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں تو کہیں اور دوسری چیزوں کے ذریعے ہمیں مرغوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن لوگوں کی اسلامی معلومات زیادہ نہیں، وہ اکثر ایسی چیزوں کے دھوکے میں آ کر کشمکش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ابھی کچھ دن پہلے اپنے گھر سے کہیں جا رہی تھی۔ راستے میں جب ہماری گاڑی سگنل پر رکی تو کچھ لڑکوں نے ہماری گاڑی میں ایک لفافہ ڈال دیا۔ وہ لڑکے ہر گاڑی میں ایک ایک لفافہ ڈالتے جا رہے تھے۔ جب میں نے اسے کھول کر اندر سے نکلنے والی تحریر کو پڑھنا شروع کیا تو میرے تو ہوش اڑ گئے۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا کہ ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کرنے کے لیے کیسے کیسے طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کی معلومات زیادہ نہیں، ان کا کیا ہوگا؟ گوہر شاہی (ملعون) کے نام پر ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں وہ کاغذ آپ کو ارسال کر رہی ہوں۔ زیادہ کچھ لکھنے کی ہمت نہیں۔ آپ خود پڑھ لیں۔

نمرہ غیاث۔
اورنگی ٹاؤن۔ کراچی

ڈیئر انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

تقریباً تین ماہ بعد خط لکھ رہا ہوں۔ کچھ پیپرز کی تیاری میں مصروف تھا... پھر فارغ ہو کر Job کی تلاش میں رہا جو کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے مل گئی.... مارکیٹ جانے کا خیال آیا اور سیدھا مکتبہ عمران ڈائجسٹ پہنچا... 'تیسرے کی تلاش' خریدا۔ اس کے بعد والے ناول کو پوچھا تو معلوم ہوا۔ 'وادیٔ دہشت' اور 'شاید' ملاشا کا زلزلہ' یکے بعد دیگرے ایک ماہ کے وقفے سے آئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کوئی نیا ناول نہیں آ رہا۔ زیادہ وضاحت میں ان سے نہ پوچھ سکا۔ ویسے حیرت کے مارے برا حال تھا کہ دو ماہ سے کوئی نیا ناول آپ نے نہیں لکھا... ایسا کیوں کر رہے ہیں آپ؟ میرا خیال ہے آپ ذرا وضاحت سے

جواب دیجئے گا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے دونوں خاص نمبروں میں وضاحت کی ہو مگر چونکہ میں نے یہ ناول خریدے نہیں ہیں۔ اس لیے نہ جان سکا... دوسرے یہ کہ پرانے ناول شائع کرنے کا پروگرام مستقل ہے یا عارضی... اور کب تک آپ کے پرانے ناول آتے رہیں گے؟

میں امید کرتا ہوں کہ تین ماہ بعد خط لکھنے والے قاری کو آپ جلد از جلد جواب ضرور دیں گے اور مندرجہ بالا تمام باتوں کی وضاحت بھی کر دیں گے۔

ہم نے اپنا گھر دوسری جگہ شفٹ کر لیا ہے۔ نیا ایڈریس میں لکھ رہا ہوں۔ آئندہ اسی ایڈریس پر خط و کتابت ہو گی۔ ان شاء اللہ...

(ایک ضروری بات... آپ کے ایک مستقل قاری غلام مصطفےٰ ہیں جن سے میری بھی قلمی دوستی ہے۔ تین ماہ قبل حیدر آباد چلے گئے تھے۔ اگر انہوں نے وہاں سے آپ کو خط لکھے ہوں تو براہ کرم ان کا ایڈریس تحریر کر دیجئے گا)

اب اجازت چاہوں گا

والسلام

آپ کا قاری

محمد عامر خان

303 مینا گارڈن۔ تیسری منزل، بلاک نمبر 14 گلستان جوہر، کراچی

محترم انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

کچھ عرصے سے آپ نے دو باتوں سے پہلے کچھ صفحات دے رکھے ہیں۔ جس کا نام آپ نے "دو باتوں سے پہلے" رکھا ہے۔ اس میں آپ اپنے اسلامی مضامین شائع کر رہے ہیں جو مجھے بہت زیادہ پسند آئے۔

میں ایک دن اپنی کلاس میں بیٹھا تھا۔ میں نے سوچا، فارغ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ میں اپنی کلاس میں لگے چارٹوں کا مطالعہ کروں۔ ابھی میں نے آدھے ہی چارٹ پڑھے تھے کہ میری نظر ایک چارٹ پر پڑی۔ جس پر لکھا تھا... مسلمان مظلوم کیوں ہیں؟ میں یہ چارٹ پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ اور پڑھ چکا تھا لیکن اب کی دفعہ جب میں نے اس چارٹ کو دیکھا تو مجھے ایک عجیب سے احساس نے گھیر لیا اور میں نے قلم اٹھا کر ایک کہانی لکھنی شروع کی۔ جب کہانی میں نے مکمل کر لی تو مجھے یہ کہانی بے حد پسند آئی۔ اب یہ کہانی میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اسے مناسب جگہ پر شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔ انکل میں اس کہانی کی جگہ آپ کو کوئی خط بھی لکھ سکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اس طرح کے خط تو آپ کو ہر قاری لکھتا ہے۔ میں وہ کام کیوں نہ کروں جو ان سے مختلف ہو۔ انکل! ایک خط کی طرح یہ بھی آپ کے ناول میں سے 2 سے 3 صفحات تک لے گا مگر قارئین کو ایک نئی چیز پڑھنے کو ملے گی۔ امید ہے ضرور شائع کریں گے۔

انکل! چونکہ آپ کو اس فیلڈ (ناولز اور کہانیاں لکھنے) میں

30 سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے
تیس سالہ تجربے سے ہمیں بھی لکھنے کے متعلق کچھ معلومات دیں یعنی
لکھتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے وغیرہ... انکل جوابی خط میں
مجھے اپنے مفید مشوروں سے ضرور نوازیے گا۔ آپ کے جوابی خط کا
انتظار رہے گا۔ اگر آپ کو میری کوئی چیز پسند نہ آئے تو اس کی وجہ ضرور
لکھیے گا...

آپ کے جوابی خط کا منتظر

ظہیر احمد سنانا

جماعت دہم الف۔ گورنمنٹ ہائی سکول حب بلوچستان

محترم انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں خیریت سے
ہوں۔ میں نے آپ کا 53واں خاص نمبر پڑھا۔ بہت مزا آیا لیکن
انکل! میری ایک تجویز ہے۔ میں رفعت یا فرزانہ نہیں ہوں۔ میں تو بس
آپ کو اپنا ایک خیال ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ شوکی کو بھی انسپکٹر کا عہدہ
دلوادیں یا ناولوں میں شوکی کی بے عزتی نہ کیا کریں۔ اس طرح وہ دشمن
کی نظر میں ناکارہ رہ جاتا ہے اور ان کا دفتر بھی بند کروادیں۔
میرا مطلب آپ سمجھ رہے ہوں گے... کسی ناول کے اختتام پر اسے
یہ عہدہ دلوادیں۔ اور کسی ناول میں ان کو انسپکٹر جمشید یا کامران مرزا
سے لڑائی کی مشق کروادیں۔ انکل! میں نے جہاں تک ہو سکے آپ کے
تمام ناول پڑھے ہیں اور دعا کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح ناول لکھتے
رہیں۔ اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ آپ میری تجویز پر غور و فکر کے ساتھ
ساتھ عمل بھی کریں گے۔ شکریہ!

آپ کا قاری

حافظ محمد بلال عمر

45 ملک پارک اقبال روڈ۔ بابا بھلے شاہ کے سامنے بند گلی میں... شاد
باغ۔ لاہور

محترم انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

امید ہے... آپ خیریت سے ہوں گے اور اپنی خیریت سے
آگاہ رکھیں گے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو ایک خط لکھا اور گزارش کی تھی
کہ آپ اس خط کو ضرور شائع کریں۔ اس بات پر مجھے خوشی ہوئی کہ
آپ نے اس خط کا جواب دیا اور کہا کہ آپ کا خط ضرور شائع ہوگا اور
کوئی حکم...؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اگست کا ناول "وادیٔ دہشت"
میں تو خط شائع نہیں ہوا اور دوسری بات یہ کہ میں آپ سے کچھ پرانے
ناول منگوانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ آپ کے پاس اچھی حالت میں ہوں
بلکہ تھوڑے بہت خراب ہو گئے ہوں تو کوئی بات نہیں... بس آپ یہ
ناول ستمبر کی پانچ تاریخ کو روانہ کردیں، ساتھ ہی ان ناولوں کی قیمت

ضرور لکھیں۔ میرے پہلے خط کا جواب آپ نے کسی اور سے لکھوایا تھا۔
اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... بلکہ سچ یہ ہے کہ مجھ سے آپ کی لکھائی
پڑھی ہی نہیں جاتی۔ جنہوں نے خط کا جواب لکھا تھا، ان کا تعارف بھی
کرادیں۔ اور ہاں اب آپ نئے ناول کیوں نہیں لکھتے۔ آپ کم از کم
ایک ناول تو ہر مہینے ضرور لکھا کریں۔ میں جو ناول منگوانا چاہتا ہوں،
ان کے نام یہ ہیں:

(1) شوکی سیریز (2) شوکی اینڈ کو (3) کالی کتاب (4) جعلی آدمی
(5) وادیٔ مرجان... پیسے میں ڈاکیے کو دے دوں گا۔

میں جوابی لفافہ بھیج رہا ہوں... آپ کے خط کا بے صبری سے
انتظار کروں گا۔

والسلام

محمد حسن فاروق

360 مراد آباد کالونی نزد بلال مسجد۔ سرگودھا

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کے ناول پڑھنا چھوڑ دوں
کیونکہ جو مصنف اپنے قارئین کا خیال نہیں رکھ سکتا، وہ اپنے ناولوں کا
کیا خیال کرے گا۔ حالانکہ میں نے خط لکھا تھا اور اس میں پوچھا تھا کہ
آپ کے نئے ناول کب شائع ہو رہے ہیں اور میں 605 ناول بھی

آپ کے کتاب میلے میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور تیسرے یہ کہ میرے
100 روپے آپ کی طرف ادھار ہیں، جو میں نے ناولوں کی رجسٹری
کے طور پر وصول کرنا چاہتا ہوں۔ جون میں بھی ایک عدد خط لکھا تھا جس
کا جواب دو لائنوں میں اگست میں آیا کہ کتاب میلے میں زیادہ تر ناول
موجود ہیں... جب ضرورت ہوگی، بتادیں گے لیکن باقی کسی بات کا
جواب نہیں لکھا تھا۔ میں اپنے ناول فروخت بھی اس وجہ سے کرنا چاہتا
ہوں کہ جس شخص پر اعتماد ہو، وہ اعتماد مہیا نہ کرے تو اعتبار اٹھ جاتا ہے
اور شوق ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں... باقی آپ بہت سمجھ
دار ہیں۔ سب کچھ سمجھتے ہیں... اب اجازت چاہتا ہوں...

اللہ حافظ

محمد مدثر رشید

408-E شاہ رکن عالم کالونی۔ ملتان

اشاعت خصوصی

محترم جناب اشتیاق احمد

السلام علیکم!

ناول نمبر 704 کیسٹ کا راز پڑھا۔ آپ کا دعویٰ سچ ہے کہ
صفحات کے اعتبار سے مختصر مگر مواد کے لحاظ سے ضخیم ہے۔ اس میں
"جنت کا منظر" ناول کے کرداروں کے درمیان جس خوبصورتی سے

بیان کیا گیا ہے وہ اثر پذیر ثابت ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ عام صورت میں یہ باتیں اتنی زیادہ اثر نہ رکھتیں۔ خوبصورت آئیڈیا کے گرد لکھا گیا ہے۔ ناول آخر میں جلدی لپیٹ دیا گیا ہے اور یہ ابہام دور نہ ہو سکا کہ کیسٹ پلیئر میں لگاتے ہی دھمکی آمیز فون کون کرتا تھا؟ اس بار ''تاسّل'' میں کوئی جاسوسی پن نہ تھا۔ ان تمام خامیوں کے باوجود آخرت اور جنت اور دوزخ پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لیے یہ ایک تازیانہ ہے اور پڑھنے والوں کے لیے یادگار ناول ہے۔

میرے خط کو خاص خط کا عنوان دے کر شائع کرنے کا بے حد شکریہ!

آخر میں ایک رائے:

ناول نمبر 705 تیسرے کی تلاش یقیناً شو کی سیریز ہے جو ماہنامہ ہمدرد نونہال کراچی میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ اگر یہ وہی ہے تو اس کا اشتہار ہمدرد نونہال میں اس وضاحت کے ساتھ شائع ہو کہ یہ قسط وار ناول اب کتابی صورت میں انداز پبلی کیشنز سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ قارئین قسط وار ناولوں کا کتابی شکل میں بڑا انتظار کرتے ہیں۔

والسلام

غلام حسین میمن
17-1196 سی، سید افسر علی شاہ پلازہ کھاتہ چوک حیدرآباد